نوٹ:

اس کتاب کے ترجمے کا کوئی بھی حصہ (ماسوائے عربی آیات) پبلشر/ مترجم سے تحریری اجازت لیے بغیر شائع نہ کیا جائے۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورت حال پیدا ہوتی ہے تو پبلشر/مترجم کو قانونی چارہ جوئی کا حق حاصل ہوگا۔

ضابطہ:

کتاب : القدس اور اختتام وقت (قرآن کی روشنی میں)

مترجم : محمد جاوید اقبال

سرورق : عامر

پبلشر : محمد جاوید اقبال

تعداد : 1000

اشاعت : 2007ء

مطبوعہ : حاجی حنیف پرنٹرز لاہور

قیمت : 120روپے

رابطہ، تقسیم کے حقوق اور کتاب کے حصول کا پتہ

محمد جاوید اقبال

ڈی۔10 کریم پلازہ گلشن اقبال بلاک14

کراچی۔فون:021-4948246

عرض مترجم

قرآن کریم حقائق و معارف کا ایک بحر ذخّار ہے۔ ہر کوئی اس سے اپنی استطاعت اور سعادت کے مطابق موتی نکالتا ہے۔ ہزاروں جید عالم آئے اور اپنے حصے کے موتی نکال لائے۔لیکن اس کا یہ مطلب کہاں نکلتا ہے کہ یہ بحر ناپیدا کنار موتیوں سے خالی ہو چکا ہے۔قرآن کیونکہ انسانیت کے نام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا آخری پیغام ہے اس لئے لازمی ہے کہ قیامت تک کے حالات و واقعات اس میں موجود ہوں۔اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت جناب عمران نذر حسین کی قسمت میں لکھی تھی کہ سورۃ الانبیاء کی آیات سے یاجوج ماجوج کے کھل جانے اور آخری دور شروع ہوجانے کا راز معلوم کریں۔

نوعمری میں فجر کی نماز میں ایک افغان امام سے قرآن سننے کا اتفاق ہوا جن کی قراءت نہایت عمدہ تھی۔ ہر آیت وہ یوں سر ہلا ہلا کر پڑھتے گویا کہہ رہے ہوں میرے رب نے بالکل صحیح فرمایا۔ بعد میں کئی عمدہ قاریوں سے قراءت سننے کا موقعہ ملا لیکن ان کی قراءت ہمیشہ یاد رہی۔ اکثر وہ سورۃَ الانبیاء کا آخری رکوع پڑھتے۔ میں نے اس کے معنیٰ سمجھنے کی کوشش کی لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہ آسکی اور ایک خلش رہ گئی کہ کسی بھی مردہ بستی کے لوگ واپس نہیں آسکتے تو اس خاص بستی کا ذکر کیوں کیا جارہا ہے؟ کوئی ۳۰ برس بعد شیخ عمران نذر حسین اپنی کتاب ’یروشلم قرآن میں‘ کے تعارف کے سلسلے میں فاران کلب کراچی تشریف لائے اور سورۃَ الانبیاء کی آیات ۹۵-۹۶ پڑھیں اور بتایا کہ بستی سے مراد یروشلم ہے تو میرے دل نے گواہی دی کہ ان آیات کا یہی مطلب ہوسکتا ہے۔ کتاب کو گھر لے جا کر پڑھنا شروع کر دیا اور جب تک نیند نے آنکھیں بند نہ کر دیں اسے پڑھتا رہا۔ اگلے دن ضروری کام سے دفتر جانا تھا اور جب بس میں ان آیات کا

مفہوم یاد آیا تو دل کی وہی کیفیت ہوئی جو ان اہل کتاب کی ہوئی تھی جنھوں نے حق کو پہچان لیا تھا۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور میں یہ پرواہ کئے بغیر دیر تک روتا رہا کہ بس کے مسافر کیا سوچینگے۔ میرے سچے رب نے قیامت کی ایک اہم نشانی صاف طور پر دکھادی تھی۔ ہم نے قرآن میں پڑھا ہے کہ وہ اچانک آجائیگی۔ اس لئے کہ جنھیں بصیرت حاصل نہیں ہے وہ اس کی نشانیاں دیکھ کر بھی اس کے آنے کا یقین نہ کرینگے۔

یہ میرا پہلا ترجمہ ہے اس میں جو کمی اور خامی ہے وہ میرے اناڑی پن کا نتیجہ ہے اور اگر کوئی خوبی ہے تو محض اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ یہ صرف اس کا کرم ہے کہ اختتام وقت کے اس اہم موڑ پر مجھے اس تاریخ ساز کتاب کو کروڑوں اردو دانوں سے روشناس کروانے کا موقعہ عطا کیا:

''یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے''

محمد جاوید اقبال

کراچی ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸

پیش لفظ

'القدس اور اختتام وقت' ایک عظیم کتاب ہے جس نے مجھے کئی طرح سے سنسنی اور مسرت دی ہے۔ مجھے حیرت ہے کہ اتنی وقیع دستاویزی شہادتیں رکھنے والی کتاب کو معرض وجود میں آنے کے لئے اتنا انتظار کرنا پڑا۔ نصف صدی سے زیادہ گذر چکی ہے جب سے یہود نے فلسطین میں اپنے ظلم واستحصال کا آغاز کیا اور فلسطینی عوام کی 'نسلی صفائی' کی ابتدا کی جن کا واحد جرم یہ تھا کہ وہ اس ملک میں رہ رہے تھے جسے یہود اپنا وطن موعود سمجھتے ہیں۔

صیہونی مسلسل توریت اور انجیل کے مسخ شدہ نسخوں کا حوالہ دیتے آئے ہیں تا کہ اپنے ظالمانہ رویے کا جواز پیش کر سکیں اور یہود کو اسرائیل کے قیام کے لئے ترغیب دے سکیں، جس کی سرحدیں نیل سے فرات تک پھیلی ہوئی ہوں اور جس کا دارالحکومت یروشلم ہو۔ مثال کے طور پر اسرائیل کے پہلے وزیر اعظم ڈیوڈ بن گوریاں کا حوالہ دیا جاتا ہے جس نے کہا تھا کہ 'توریت ہمارا ارض اسرائیل کا ملکیت نامہ ہے'۔ دوسری جانب مسلم اسکالرز صیہونیوں کے دعوے کا جواب پیش کرنے میں بالعموم ناکام رہے ہیں اور اس سلسلے میں قرآن کریم اور ہمارے محبوب رسول ﷺ کی احادیث مبارکہ کے حوالے دینے سے قاصر رہے ہیں۔ جہاں تک میں نے دیکھا ہے اس سلسلے میں مسلمانوں نے جذباتی انداز میں لکھا ہے یا محض واقعات بیان کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ برادر عمران حسین کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے کہ انھوں نے یہ عالمانہ دستاویز لکھی جو اس مذہبی اور علمی خلا کو پر کرے گی اور ایک تعلیمی حوالے کے طور پر دنیا بھر کے مسلمانوں کے کام آئیگی۔ جب

میں یہ سطور لکھ رہا ہوں' اس کتاب کے عربی اور بوسینی زبان میں ترجمے کا آغاز ہو چکا ہے۔ جلد ہی اس کا یورپ اور عالم اسلام کی کئی زبانوں میں ترجمہ کیا جائے گا۔

لیکن یہ بتانا ضروری ہے کہ ارض مقدس پر کتاب لکھنے کا خیال طباع مسلم مفکرین مثلاً ڈاکٹر کلیم صدیقی' بانی صدر مسلم ادارہ تحقیق اور منصوبہ بندی اور پروفیسر شہید اسماعیل الفاروقی کی دور بیں نظروں سے چوکا نہیں تھا۔ میں اول الذکر کی بصیرت پر متحیر ہوں جنھوں نے عمران حسین کو یہ کتاب لکھنے کے لئے ۱۹۷۴ء ہی میں کہہ دیا تھا۔ انھوں نے کہا تھا کہ یروشلم مشرق وسطیٰ اور دنیا کی تاریخ کو سمجھنے کی کلید ہے۔ شیخ عمران نے اس کام کو ۲۷ برسوں میں کامیابی سے کر دکھایا۔ بظاہر یہ تاخیر معلوم ہوتی ہے مگر یہ اس لحاظ سے درست وقت پر آئی ہے جب ساری دنیا جینین کے قتل عام سے صدمے کی حالت میں ہے اور صابرہ اور شتیلا کے غم کو نہیں بھلا پائی ہے۔

درحقیقت اسماعیل الفاروقی نے اس مسئلے کو کتاب کی صورت میں 'اسلام اور مسئلہ اسرائیل کے نام سے پیش کیا۔ انھوں نے صاف طور پر بتایا کہ اسرائیل عالم اسلام کے لئے اس سے بڑا خطرہ ہے جو یوروعیسائی صلیبی جنگوں نے پیش کیا تھا یا جدید دور کے نو آبادیاتی حملوں کی شکل میں پیش آیا تھا۔ 'اسرائیل ان دونوں میں سے کوئی نہیں ہے مگر درحقیقت ان سے بڑا' بہت بڑا خطرہ ہے'۔ انھوں نے لکھا اور بتایا کہ عربوں اور مسلمانوں کو اسرائیل کا وجود کبھی تسلیم نہیں کرنا چاہیئے اور اس کو ایشیا اور افریقہ کی قوموں میں سے ایک کی حیثیت نہیں دینی چاہیئے۔

آخر میں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ میں عمران کے انداز تحریر سے بے حد متاثر ہوں۔ گو کہ 'یروشلم قرآن میں' ایک دیدہ ریزی سے لکھی گئی تھیسس ہے جس میں مذہبی اور تاریخی دستاویزات کا حوالہ دیا گیا ہے اور عصر رواں کے سیاسی واقعات کے ساتھ قرآن و حدیث کی گہری اور دور رس تفہیم کو اکٹھا کر دیا گیا ہے' مگر وہ اتنی جاذب توجہ ہے کہ ایک دلچسپ داستاں معلوم ہوتی ہے۔ ایک دفعہ آپ اسے پڑھنا شروع کر دیں تو اسے ہاتھ

سے رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ ناول کی خصوصیت ہے۔لیکن ناول ایک دفعہ پڑھ کر آدمی دور پھینک دیتا ہے۔مگر اس وقیع کتاب کو آپ بار بار پڑھنا چاہیں گے۔ یہ ایک حوالے کا کام کرے گی جب بھی اس موضوع پر آپ کو معلومات حاصل کرنی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ شیخ کی یہ فصاحت فطرت کے تحفے کا نتیجہ ہے اور داعی کی حیثیت سے ان کی ان تھک محنت کا ثمر ہے۔

مسلمانوں کی درماندگی اور المناک مظلومی ان کی بہبود کے لئے سوچنے والوں کو اکثر غم زدہ کر دیتی ہے۔اس کتاب کو پڑھ کر وہ مایوسی ایک امید اور گرمجوشی میں بدل جاتی ہے۔ تاریخ کی طویل اور تاریک سرنگ کے اختتام پر ایک خیرہ کن روشنی نظر آنے لگتی ہے۔ ہم وقت کے اختتام کے عہد میں جی رہے ہیں۔ اس دور میں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں کی گئی پیش گوئیاں ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہو رہی ہیں اور ثابت کر رہی ہیں کہ ہمارا دین ایک سچا دین ہے۔

بعینہ جیسا کہ ہمارے رسولؐ نے فرمایا تھا ہم عرب کے ننگے پاؤں پھرنے والے چرواہوں کو عمارتوں کی بلندی کا مقابلہ کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔اور ہم مسلمانوں کی تعداد میں بے پناہ اضافہ اور ان کے کردار و اخلاق میں ویسا ہی زوال دیکھ رہے ہیں۔ ان کے دل دنیا کی محبت سے لبریز ہیں اور وہ موت سے خوف زدہ ہیں۔اور بالکل اس طرح جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا دنیا بھر کی طاقتور قومیں یوں اکٹھی ہو کر امت مسلمہ کی مخالفت کر رہی ہیں جیسے ایک دستر خوان پر لوگ کھانا کھانے جمع ہوتے ہیں۔اور جیسے خود اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا ہے یہودی اپنی جلاوطنی ترک کر کے ارض مقدس میں جمع ہو گئے ہیں اور انتہائی سرکشی دکھا رہے ہیں۔

ہم نے ان واقعات کو اپنی آنکھوں کے سامنے اس طرح وقوع پذیر ہوتے دیکھا ہے جیسے کوئی خوفناک فلم دیکھ رہے ہوں۔ جلد ہی ہم اس کا خوش گوار انجام دیکھیں گے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خود اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔مسلمان اپنی

گہری نیند سے انشاء اللہ جاگیں گے اور یہود کو وہ سزا مل کر رہے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔صیہونی ریاست بر باد کر دی جائیگی اور جو کچھ انھوں نے بنایا تھا گرا کر زمین کے برابر کر دیا جائیگا۔

یہ کتاب ان آنے والے واقعات کا ایک خوبصورت اور تفصیلی منظر دکھاتی ہے اور ہر نتیجے کو اخذ کرنے سے پہلے اس کے متعلق قرآن اور حدیث سے دلیل پیش کرتی ہے۔ ممکن ہے بعض لوگ ان کی کسی تفسیر سے اختلاف کریں، لیکن کوئی ان کی محنت وخلوص اور روحانی بصیرت سے انکار نہیں کر سکے گا جس سے انھوں نے یہ کتاب لکھی ہے۔اس لئے میں تمام علماء اور عوام سے اس کے مطالعے کی پر زور سفارش کرتا ہوں۔

مالک بدری
پروفیسر
بین الاقوامی ادارہ فکر وتہذیب اسلامی
نومبر ۱۸، ۲۰۰۲۔رمضان ۱۳، ۱۴۲۳ کوالالمپور۔ملائیشیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

تعارف

﴿قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍO ﴾

''تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں آ پہنچی ہیں۔ جو انہیں دیکھ لے گا (اور پہچان لے گا) اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا۔ اور جو کوئی ان سے اندھا بن کر رہے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اور میں تم پر پاسبان نہیں ہوں۔'' (قرآن: سورۃ الانعام: 104:6)

قرآن ہر چیز کی وضاحت کرتا ہے بشمول یروشلم کی تقدیر کے۔ قرآن کریم یہ اعلان کرتا ہے کہ اس کا بنیادی کام تمام چیزوں کی وضاحت ہے:

......وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ [۸۹]

''اور ہم نے (اے نبی ﷺ) جو کتاب تم پر نازل کی ہے وہ تمام چیزوں کی وضاحت کرتی ہے۔ رہنمائی، رحمت اور خوشخبری ہے مسلمین کے لئے۔''

(قرآن: سورۃ النحل: 16:89)

کیونکہ قرآن کریم یہ اعلان کرتا ہے اس لئے اسے ان تمام حیرت انگیز اور ناقابلِ فہم رازوں کی توضیح بھی کرنی چاہئے جو بنی نوع انسان کی تاریخ میں سب سے انوکھے

ہیں۔ایسے واقعات جوابھی ظاہر ہور ہے ہیں لیکن ان سے یہ عجوبے سرز دہو چکے ہیں:

۱۔ (کسی سیکولر اور غیر مذہبی معاشرے نے مسیحی یورپ کی ہزار سالہ قدیم جذباتی جدو جہد کو کیونکر اپنالیا۔اورارضِ مقدس کوآزادکرانے کا تہیہ کرلیا جبکہ وہ ایک ہزار سال قبل عیسائی ہوئے تھے اور صرف انہی میں اس صلیبی جنگ کا جذبہ کیوں پیدا ہوا؟)

۲۔ یورپ اور یہود کی اسرائیل کی قدیم ریاست کو بحال کرنے میں کامیابی جسے اللہ تعالیٰ نے تقریباً 2000 برس قبل تباہ کر دیا تھا۔اور یہ کامیابی محض سیکولر اور خدا بیزار یورپ کی مدد سے حاصل ہوسکی۔

(ایک سیکولر یورپ کسی مذہبی ریاست کی بحالی کے لئے اتنا بیتاب کیوں ہوا۔ جو 4 ہزار سال قبل داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام نے قائم کی اور صرف یورپ ہی کے یہودیوں کواس مشن سے محبت کیوں پیدا ہوئی؟)

۳۔ اسرائیلی (غیر یورپی) یہودیوں کی ارض مقدس کوواپسی جب انہیں وہاں سے بے دخل ہوئے 2 ہزار سال ہو چکے تھے۔جب اللہ تعالیٰ کے عذاب نے انہیں وہاں سے نکالا تھا۔ یورپین یہودیوں نے اسرائیلی یہودیوں کوتو وہاں آباد کر دیا مگر خود وہاں واپس نہیں گئے۔کیونکہ وہ وہاں کبھی تھے ہی نہیں۔وہ محض ظلم وزیادتی کی بنیاد پر وہاں بس گئے۔

(آخر یورپی قومیں یہودیت کی طرف مائل کیوں ہوئیں اورارضِ مقدس کو'آزاد' کرنے کی کوشش اور یورپی یہودیوں کو وہاں بسانے کیلئے ہر ظلم وستم کوروا کیونکر جانا۔)

یہ حیرت انگیز امور جو دنیا کو عجیب نظر آتے ہیں یہودیوں کو یہ یقین دلا رہے ہیں کہ ان کا دعویٰ سچا ہے اور جلد ہی خدائی وعدہ پورا ہوگا۔اور اللہ تعالیٰ ایک مسیحا بھیجیں گے جوان کے لئے یہ سب کچھ ممکن بنادے گا۔ بلکہ اس سے کہیں زیادہ۔

اس کتاب کا مدعا ہے کہ قرآن کریم نہ صرف ان عجیب واقعات کی توضیح کرتا ہے

بلکہ یروشلم کے آخری انجام کا بھی انکشاف کرتا ہے قرآن کریم بتا تا ہے کہ یہودی دعویٰ جھوٹا ہے اور اس سچ کو منکشف کرتا ہے جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ لے کر آئے۔ یروشلم کا مقدر یہ ہے کہ یہود کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی سخت سزا ملے گی جتنی تاریخ عالم میں کسی قوم کو نہیں دی گئی۔ قرآن کی نظر میں یروشلم کی قسمت اس اعلان میں پوشیدہ ہے کہ جب آخری دور آئے گا تو یہودی اقصائے عالم سے کھینچ کر ارضِ مقدس میں لائے جائیں گے جہاں سے انہیں نکالا گیا تھا۔ (بنی اسرائیل 17:104) یہ خدائی وعدہ پورا ہو چکا ہے۔ یہودی ارضِ مقدس میں واپس آ چکے ہیں اور اس پر تسلط جما چکے ہیں! ان کی کامیابی انہیں یقین دلا رہی ہے کہ مذہبی طور پر ان کا فلسطین پر قبضہ کرنا جائز ہے اور وہاں اسرائیل کا قیام بھی مبنی برحق ہے۔ اسلام واضح کرتا ہے کہ اسرائیل کے پاس اس ناجائز قبضے کا کوئی مذہبی جواز نہیں اور یہ تاریخ کا سب سے بڑا دھوکہ ہے۔ جس کے ذریعے خالص عرب اور مسلم علاقے میں دنیا بھر سے یہودی لا کر بسائے گئے اور اس جرم کی پاداش میں خداوند عالم انہیں اتنی سخت سزا دے گا جو پہلے کسی قوم کو نہیں دی گئی۔ لیکن سزا سے قبل ایک عظیم ڈرامہ ابھی باقی ہے جو ارضِ مقدس میں اور پھر پوری دنیا میں دیکھا جائے گا۔ اس کتاب میں اس ڈرامہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے جو اس وقت بھی جاری ہے۔

بلا شک وشبہ اس کتاب کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے نکتہ نظر کی وضاحت کی جائے جو ارض مقدس کے تاریخی تناظر میں ابھر کر سامنے آتا ہے۔ اس کے پیشِ نظر اسرائیل کے لئے مہلت عمل تیزی سے ختم ہو رہی ہے۔ گیلیلی کا سمندر جلد خشک ہونے والا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس آئیں گے اور ان کی واپسی سے اسرائیل کی مکمل تباہی کا آغاز ہوگا۔ (بحرِ گیلیلی میں پانی کی سطح کے متعلق اخباری رپورٹ کے لئے ملاحظہ کریں ضمیمہ اول)۔ ہماری کتاب ''ابراہیم علیہ السلام کا دین اور اسرائیلی ریاست قرآنی نقطہ نظر سے'' بھی اس موضوع پر تفصیلات فراہم کرتی ہے۔

یہودیوں کے پاس وہی صداقت تھی جو مسلمانوں کے پاس ہے مگر انہوں نے اسے مسخ کر ڈالا۔ انہیں مدینہ منورہ میں (ہجرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) کافی وقت ملا تھا۔ جس میں وہ بے لاگ سچائی کو قبول کر کے قرآن اور حاملِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کر لیتے۔ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سلسلے کے آخری نبی ہیں لیکن انہوں نے جان بوجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا۔ ان کی مہلت اس وقت تمام ہوئی جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تحویل قبلہ کا حکم نازل کیا۔ (ملاحظہ ہو سورۃ بقرہ 2:141-5)۔ ان کے لئے پھر ممکن نہ رہا کہ اس سزا سے بچ سکیں جو آج شامتِ اعمال کے سبب ان کا مقدر ہو چکی ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے سچے اور خالص دین کی حقانیت یروشلم کے مقدر اور اسرائیلی ریاست کے انجام سے نمایاں ہو کر سامنے آ جائے گی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے 17 طویل مہینوں تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تا کہ یہودیوں کو سکھا سکیں کہ اس خدا نے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا تھا' انہیں بھی اپنا نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنایا ہے۔ اور قرآن نازل کرنے والا خدا بھی وہی ہے جس نے توریت اتاری تھی۔

نبی مرسل صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کے لئے بخشش اور رحمت کا آخری ذریعہ تھے۔ (دیکھیں الاعراف 7:157) لیکن انہوں نے جان بوجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور اب اس کا وقت گزر چکا اور ان کے لئے توبہ کا یہ آخری موقع باقی نہ رہا۔

''القدس اور اختتام وقت'' مسلمانوں کے لئے عواقب

جو اہلِ ایمان اس کتاب کو آخر تک پڑھیں گے انہیں اس سے کیا حاصل ہوگا؟

پہلا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ یروشلم اور ارضِ مقدس ان کے دلوں کے لئے انتہائی عزیز

اور قابلِ تکریم ہو جائیں گے۔ اتنے مقدس اور مکرم جتنا مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ ہیں اور ارض مقدس کو سیکولر یہودی ریاست اسرائیل سے آزاد کرانے کی جدوجہد انہیں تمام تحریک ہائے آزادی سے عزیز تر نظر آئے گی۔ اگر ایک یہودی امریکہ یا یورپ یا روس چھوڑ کر اسرائیل کی فوج میں شامل ہو سکتا ہے۔ اور مسلم، عیسائی فلسطینیوں پر جبر و ستم کا باعث بن سکتا ہے تو ایک مسلم کو بھی اپنے فلسطینی بھائیوں کے دفاع کا حق ہونا چاہئے' چاہے جہاں بھی وہ رہتا ہو۔ اگر ایک مسلم کو اس آزادی سے محروم رکھا جائے اور اس کی کوشش و محنت کو دہشت گردی قرار دے کر دبانے کی کوشش کی جائے تو اسے ایسی تمام کوششوں کی مزاحمت کرنی چاہئے اور ان تمام پابندیوں کو پائے استحقار سے ٹھکرا دینا چاہئے جو اسے اپنے بنیادی حق سے محروم کرتی ہوں۔ اسے اللہ کی خاطر اپنی کشتیاں جلا دینی چاہئیں اور خدا بیزار دنیا کے خلاف علم بغاوت اٹھا لینا چاہئے۔

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گر باطل بھی تو

اس دنیا میں جو خدا سے لاتعلقی پر قائم ہے ایک مردِ مومن کی کم سے کم پہچان یہی ہو سکتی ہے کہ اس کے دل میں دین کے دشمنوں سے جہاد کی تمنّا پرورش پا رہی ہو اور وہ ارضِ مقدس کو غاصبوں سے چھڑا کر اس میں اسلام کا اقتدار بحال کرنا چاہتا ہو۔ لیکن اسے معلوم ہونا چاہئے کہ جوں ہی اس کی دلی آرزو عمل میں ڈھلنا شروع ہو گی اور وہ اس جہاد میں شامل ہو گا اسے گرفتار کر کے دوسرے مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ عبرت بنا دیا جائے گا۔ امریکا میں اس جبر و ستم کا آغاز ہو چکا ہے۔ اور اس کے حامی دیگر ممالک میں بھی اور جوں جوں دنیا کے اقتدار پر اسرائیل کی دسترس بڑھتی جائے گی دیگر ممالک اس حلقے میں شامل ہو جائیں گے۔

ثانیاً عالم اسلام کے مالی اور دیگر وسائل کو بنیادی طور پر مسلم آزادی کی تحریکوں کے لئے مختص ہونا چاہئے تاکہ وہ جبر و استبداد سے رہائی حاصل کر سکیں۔ یقیناً کشمیر، کوسوو

اور چیچینیا کے محاذ ہائے آزادی مسلمانوں کے دلوں سے قریب ہیں۔ لیکن ان کی کامیابی کے لئے کوئی خدائی وعدہ یا گارنٹی موجود نہیں ہے۔ جس طرح ارضِ مقدس کے لئے قرآن شریف میں بشارت موجود ہے۔ دونوں برابر نہیں ہوسکتیں! درحقیقت اگر مسلمانوں کی بیت المقدس کو آزاد کرنے کی مہم کامیاب ہوتی ہے تو اس کا انتہائی مثبت اثر آزادی کی دوسری کوششوں پر پڑے گا۔

ثالثاً مسلم مرد و زن کو قرآن کریم کا پیغام اور ہدایت کا جو یروشلم کی تقدیر کے متعلق مکتوب ہے، دلجمعی سے مطالعہ کرنا چاہئے اور اسے دوسروں کو سکھانا چاہئے۔ یہ اہم ترین کام ہے، زیرِ نظر کتاب اس سلسلے کی ایک حقیر کوشش ہے۔

صیہونی یہودی اسٹراٹیجی

صیہونی سازش کا ایک پہلو اسرائیل کے اردگرد واقع ریاستوں کا ایک کرپٹ اور سیکولر اتحاد بنانا ہے۔ جو عرب مسلم ریاستوں کو جو اسرائیل کے اردگرد واقع ہیں کنٹرول کر سکے۔ اس اتحاد کی مجبوری ہے اور ہمیشہ رہے گی کہ وہ اسرائیل کو محفوظ سرحدیں مہیا کرے۔ اس پر اس کے حکمرانوں کے اقتدار کا انحصار ہوگا۔ یہودی ریاست ان پر ہمیشہ دباؤ رکھے گی اور یہی ان کی دولت، اثر و رسوخ اور اقتدار کی ضمانت ہوگا۔

اسرائیل کے اردگرد واقع مسلم ریاستیں اس سے دوستانہ تعلقات رکھنے پر مجبور ہیں۔ جب اسرائیل ارضِ مقدس میں جبر و ستم بڑھاتا ہے ان کے حکمران عوامی دباؤ سے مجبور ہوکر غصّے اور ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں تاکہ اقتدار سے محروم نہ کردیئے جائیں۔ اسرائیل اور عرب حکومتوں کی یہ سازش آج اگلے مرحلے میں پہنچ چکی ہے۔ اس کی عیاری و مکاری اور شیطنت عیاں ہے۔ یہ ملت ابراہیمی سے بے وفائی اور اس کی اخلاقی اقدار سے روگردانی پر مشتمل ہے۔ یہودیوں کی یہ سازش انجام کاران عرب حکمرانوں سے ایک روز لاتعلقی پر منتج ہوگی جن سے وہ اندرون خانہ کام لے رہے ہیں۔ اسرائیل پورے خطے

پر ایک مقتدر قوت کی طرح چھا جائے گا۔ جب اس کے عالمی تسلط کا منصوبہ پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔ اور وہ امریکہ کی جگہ دنیا کی حکمران ریاست بن کر ابھرے گا۔

ان یہودی سازشوں کے جواب میں جن کے ذریعے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کی نافرمانی کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔ قرآن واشگاف انداز میں کہتا ہے:

......وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ [۵۴]

''اور انہوں نے چالیں چلیں اور منصوبے بنائے اور اللہ تعالیٰ نے بھی منصوبے بنائے اور اللہ بہترین منصوبہ بنانے والا ہے۔''

(قرآن: سورۃ آلِ عمران 3:54)

یہ اسی منصوبہ بندی اور سازش کا نتیجہ تھا کہ اسرائیل نے یاسر عرفات اور اس کی سیکولر قومی تنظیم فلسطین تنظیم آزادی کو اپنا پارٹنر برائے امن بنایا۔ اس سازش کا نتیجہ تھا کہ مصر، اردن، ترکی، اور سعودی عرب جو تمام بے خدا امریکہ کی پٹھو حکومتیں ہیں اس نام نہاد امن کی حمایت کرنے لگیں۔ لیکن یہ چالاکی ارضِ مقدس میں نہ چل سکی اور نہ شام اور یمن میں کامیاب ہوسکی۔

قارئین! یہاں نبی اکرم ﷺ کی اس دعاء پر غور فرمائیں:

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یا اللہ ہمارے شام پر رحم فرما اور ہمارے یمن پر رحم فرما''۔ لوگوں نے کہا ''اور ہمارے نجد پر'' (نجد وہ علاقہ ہے سعودی حکمران جہاں سے تعلق رکھتے ہیں۔) نبی اکرم ﷺ نے پھر فرمایا: ''یا اللہ ہمارے شام اور ہمارے یمن پر رحم فرما''۔ کچھ لوگوں نے نجد کا نام لیا۔ ''اس پر اور ہمارے یمن پر'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہاں زلزلے آئیں گے اور تباہیاں رونما ہوں گی۔ اور وہیں سے شیطان اپنا سر نکالے گا۔'' (صحیح بخاری)

یہود کی ریاست اسرائیل اپنے وجود کے 58 برس مکمل کر چکی ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسی کامیابی نہیں ہے جس پر صیہونی ریاست فخر کر سکے۔ ایک سیکولر اور بے خدا صیہونی

نے جھوٹے پروپیگنڈے کا طومار باندھ کر اسرائیل کو ممکن بنایا۔ ایسا ہی ایک جھوٹ یہ نعرہ تھا ''بغیر قوم کی زمین برائے قوم بے زمین''۔ اگر اس سرزمین میں لوگ نہیں تھے تو آج ارضِ مقدس میں کون پتھر پھینک رہا ہے؟

اگر عرب لوگ نہیں ہیں اور ''گھاس کے کیڑے'' ہیں جیسا کہ سابق اسرائیلی وزیرِ اعظم شمیر نے ایک دفعہ کہا تھا تو کیا ان عربوں نے 2000 برس یہودیوں کو اپنے درمیان نہیں رکھا؟ کیا عربوں نے یہودیوں کو زندگی اور مال ومتاع کا تحفظ نہیں دیا جب وہ عرب سرزمین میں 2000 سال سے زیادہ آباد رہے اور عربوں نے یہ اس وقت کیا جب پوری دنیا نے اپنے دروازے یہودیوں پر بند کردیئے تھے یا بادلِ ناخواستہ ان کی علیحدہ آبادیاں (Ghettos) برداشت کرلی تھیں اور عربوں نے یہ اس لئے کیا تھا کہ ان کے پاس حضرت ابراہیمؑ کے دین کا بڑا حصہ محفوظ تھا جو ان کے صاحب زادے اسمٰعیلؑ کے ذریعہ پہنچا تھا۔ اس حصے نے مہمان نوازی کی روایات کو باقی رکھا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے دین نے یہودیوں کو شکرگزاری سکھائی ہوتی اگر انہوں نے اسے مسخ نہ کرڈالا ہوتا۔

صیہونیت یہ دعویٰ لے کر اٹھی کہ یہودیت میں حق نے صرف یہودیوں کو ارضِ مقدس کی مکمل، دائمی اور غیر مشروط ملکیت عطاء کی ہے۔ اس کی دلیل یہ تھی کہ یہودی ریاست کی بحالی جسے اللہ تعالیٰ نے تقریباً 2000 سال قبل برباد کردیا تھا. اس کی حقانیت کا ثبوت ہے۔ توریت میں یہ اعلان موجود ہے کہ ہر وہ چپہ جس پر تمہارے قدم پڑیں تمہارا ہوگا (بائبل 11:24) پچاس برسوں سے دنیا حیرت سے اسرائیل کے پھیلتے ہوئے قدم دیکھ رہی ہے۔ زمین کی یہ بڑھتی ہوئی ہوس کم ہونے میں نہیں آتی بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اسرائیل چاروں طرف سے عربوں میں گھرا ہوا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ فلسطینیوں کے کیمپ تباہ کئے جارہے ہیں اور انہیں بے رحمی سے ذبح کیا جارہا ہے۔ جنین مہاجر کیمپ کے قتلِ عام سے معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیلی ریاست ڈرامائی طور پر

وسعت پذیر ہے تا آنکہ وہ عہد نامہ قدیم میں بیان کردہ ارضِ مقدس جو مصری دریا (بشمول نہر سوئیز) سے دریائے فرات (جس کے معنی خلیج کے تیل پر کنٹرول بھی ہے، جس میں شائد ایرانی تیل شامل نہیں ہے) یورپ، جاپان اور بقایا دنیا کا معتد بہ حصہ اس تیل پر انحصار کرتا ہے۔ یہ جنگ جسے نہایت احتیاط سے پلان کیا جا رہا ہے اسرائیل کو امریکہ کی جگہ دنیا کی حکمران ریاست بنا دے گی۔

لہٰذا عہد نامہ عتیق کی روشنی میں یہودیوں کی ریاست اسرائیل کو بحال کرنے میں کامیابی اور شہر مقدس یروشلم پر یہودی کنٹرول یقیناً یہودیت کے سچ کی توثیق کرتا نظر آتا ہے۔

ہمارا سوال ہے: یہ کامیابی مسیح کی موجودگی کے بغیر کیسے ممکن ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ یہ جعلی مسیحا (مسیح الدجال) کی دھوکہ دہی کے سبب ممکن ہوسکی۔

اگر اس دعوے کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سیدنا عیسیٰؑ اور سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ دونوں کی نبوت مشتبہ قرار پا جائے۔ لیکن اسرائیل قائم کرنے کی کوشش کے لئے ضروری تھا کہ صیہونیت اپنا ڈبہ ابھرتی ہوئی سیکولر، زوال پذیر جدید مغربی تہذیب کی ٹرین کے پیچھے باندھ لے۔ مغرب کی بے خدا تہذیب نے اپنا تسلط دنیا کے سٹیج پر ایک غالب اداکار کی حیثیت سے جما لیا گویا وہ 'نوع انسان پر ہر بلندی سے اترتی' نظر آئی یا 'تمام سمتوں میں بڑھتی' دکھائی دی (سورۃ الانبیاء 21:96) تاکہ تمام سمندروں، زمینوں اور فضاؤں کو کنٹرول کر سکے۔ اسرائیل کی 58 سال تک بقاء محض مغرب کی بے خدا اور زوال پذیر تہذیب کی مسلسل مدد ہی سے ممکن ہوسکی۔ درحقیقت یہ ایک تہذیب ہے جسے یاجوج اور ماجوج کی مدد سے وجود میں لایا گیا اور اسی نے اس کی پرورش کی۔

وہ یہودی جو اسرائیل کی ریاست کی حمایت کرتے ہیں اسے عہد نامہ قدیم قرار دیتے ہیں لیکن یہ باآسانی بھول جاتے ہیں کہ اس کے لئے بے سہارا اور بے یار و مددگار

فلسطینی عوام پر کس قدر ظلم و ستم ڈھایا گیا۔ فلسطینی جو مسلم بھی تھے اور عیسائی بھی جن کا واحد ''جرم'' یہ تھا کہ وہ ارضِ مقدس میں آباد تھے (جسے یہودی اپنی ملکیت سمجھ رہے تھے) یہ ناانصافی اور استحصال ان 58 سالوں پر محیط ہے۔ ہمارا سوال ایسے یہود سے یہ ہے: کیا حق کا دعویٰ ایسے زوال آمادہ' خدا بے زار' غیر منصفانہ، نسل پرستانہ اور استحصالی معاشرے سے ہم آہنگ ہوسکتا ہے؟ کیا وہ قوم جو خدائے ابراہیمؑ سے وفاداری کا دعویٰ کرتی ہے اپنا ڈبہ بے خدا ٹرین کے پیچھے باندھ سکتی ہے اور یہ دعویٰ بھی کرسکتی ہے کہ وہ خداوندِ عالم کی فرماں بردار ہے؟

یہودی دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے فلسطینیوں کو نہیں نکالا بلکہ انہوں نے خود ہی اپنے گھر چھوڑ دیئے۔ اگر ایسا تھا تو یہودیوں نے ان کے گھر ایک مقدس امانت کی طرح محفوظ کیوں نہ رکھے اور انہیں اپنے گھروں کو واپسی کی دعوت کیوں نہ دی؟ اس کے برعکس ان 58 المناک اور طویل برسوں میں وہ مسلسل ان کی واپسی کی سختی سے مخالفت کرتی رہے ہیں۔ مزید حیرت کی بات ہے کہ اسرائیل اب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ان فلسطینیوں کو پچاس برس مزید جلاوطنی اور بے گھری کا عذاب سہنا چاہئے اس کے بعد فلسطینی مسلم اور مسیحی اپنے وطن جاسکیں گے۔ لیکن انہیں اپنی زمین یہودیوں کے ساتھ شیئر کرنا ہوگی۔ اس کا تاریخ کے تسلسل سے کوئی واسطہ نہیں اور یہ محض ہوائی بات ہے۔ اسرائیل کا خوفناک اور ظالمانہ جبر جاری ہے اور روز بروز بڑھتا جارہا ہے۔ اسرائیل جلد ہی اپنے جعلی عروج کو پہنچ جائے گا۔ جب وہ دنیا پر بطور حکمران قوم کے چھا جائیگا۔ لیکن ہم اس کتاب میں ثابت کردکھائیں گے کہ دنیا اسرائیل کے المناک انجام کی ابتدا دیکھ رہی ہے۔ وہ ریاست جو حقانیت کے مصنوعی دعویٰ کے ساتھ قائم کی گئی تھی۔ جلد ہی اپنے انجام کو پہنچے گی۔ یہودیوں کو اپنی مصیبتوں کا ذمہ دار صیہونیت کو نہیں ٹھہرانا چاہئے۔ صیہونیت نے یہی تو کیا ہے کہ ہر وہ جھوٹ جو انہوں نے بائبل میں داخل کیا تھا اسے مزید کئی جھوٹوں کے پہاڑوں سے تقویت دی۔

یروشلم قرآن میں مذکور نہیں

''یروشلم قرآن'' میں جزوی طور پر ڈینیل پائپز کے اخباری مضمون کے جواب میں لکھی گئی۔اس کا یہ مضمون لاس اینجلز ٹائم میں ''یروشلم یہودیوں کے لئے مسلمانوں سے زیادہ اہم ہے'' کے عنوان سے 21 جولائی 2000ء کو شائع ہوا تھا۔اس مضمون میں امتِ مسلمہ کے یروشلم پر دعوے کو یہ کہہ کر جھٹلایا گیا تھا'' کہ یروشلم ایک مرتبہ بھی قرآن میں مذکور نہیں۔'' جب سے یہ آرٹیکل شائع ہوا بے شمار قلم کار اس دعوے کی بنیاد پر یروشلم پر یہودی تسلط کی تائید میں مصروف ہو گئے اور اخبار پڑھنے والے عوام کو بار بار دہرائے جانے والے دعوے سے زچ کر کے رکھ دیا۔ڈاکٹر پائپز اور ان کے حامی میڈیا مین اگر اس کتاب کو پڑھ لیں تو یقیناً انہیں اپنے دعوے کو واپس لینے ہی میں عافیت نظر آئیگی۔

یقیناً ایک مسلم کا فریضہ ہے کہ ایسے جارح تنقید نگاروں کو بھرپور جواب دے جو مسلسل اسلام اور قرآن کو چیلنج کرتے رہتے ہیں۔خصوصاً اپنی صلیبی جنگ کو جو وہ اسرائیل کی خاطر جاری رکھے ہوئے ہیں آگے بڑھانے کے لئے۔اور ہمیشہ اس کا جواب قرآن کریم میں موجود سچ کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔قرآن اعلان کرتا ہے کہ جب سچ باطل پر پھینکا جاتا ہے تو وہ اسے پاش پاش کر دیتا ہے۔حق ہمیشہ باطل پر غالب آئے گا۔اور مومنوں کو حکم دیا گیا ہے کہ قرآن کریم کے ذریعے باطل کے خلاف پوری قوت سے جہاد کریں۔

ہمارا یہ مقصد نہیں کہ ڈاکٹر پائپز جیسے لوگوں کو قائل کریں کہ قرآنی تعلیمات اور پیش گوئیاں اور نبی اکرم ﷺ کی متعلقہ احادیث جو یروشلم کے متعلق ہیں سچ ہیں۔ہمارا مقصد محض یہ ہے کہ قرآن اور احادیث سے یروشلم سے متعلق ارشادات بلا کم و کاست لوگوں کے سامنے پیش کریں اور ان کی تفہیم کی کوشش کریں۔ڈاکٹر پائپز ''یروشلم قرآن میں'' کو مانیں یا نہ مانیں یہ صاف ظاہر ہے کہ اس موضوع پر غور و خوض کے بغیر اسلام اور اسرائیل

کے درمیان نزاع کی بنیادیں تلاش نہیں کی جاسکیں گی جو اس کتاب کا بنیادی مقصد ہے۔

یروشلم موجودہ دنیا کو سمجھنے کی کلید ہے

یہ امر اب تک واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ موضوع ان مسلمانوں کے لئے نہایت اہم ہے جو یروشلم میں ہونے والے المناک ڈرامے پر تبصرہ کرنا چاہیں یا اس کا جواب دینا چاہیں۔ 1974ء سے مرحوم ڈاکٹر کلیم صدیقی نے جو مسلم انسٹی ٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ پلاننگ، لندن کے بانی صدر تھے اس مصنف کو بعینہ یہ کتاب لکھنے کو کہا جو یہ ظاہر کر دکھائے کہ موجودہ دنیا کو سمجھنے کیلئے یروشلم ایک کلید ہے۔ وہ تاریخی عمل جو یروشلم میں ظہور پذیر ہے بالآخر ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔ الحمدللہ یہ کام 27 سال بعد تکمیل پا گیا۔ قرآنی نظریہ جو اس کتاب سے ابھرتا ہے واضح طور پر ثابت کرتا ہے کہ کسی شخص کیلئے جدید دنیا کو سمجھنا ممکن نہیں جب تک وہ یروشلم کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو جائے!

جدید دنیا ایک ایسا اسلام چاہتی ہے جو دوسری باتوں کے علاوہ یہودی ریاست اسرائیل کو قبول کرنے پر تیار ہو اور اسے مسلمانوں سے منظور کروا سکے تاکہ وہ اس کے ساتھ امن سے رہ سکیں۔ اسی حقیقت میں اس مسئلہ کی کلید پنہاں ہے جو اس کے تاریخی پس منظر کو سمجھا سکے جس کی بدولت بین الاقوامی معاملات اس دور میں ایک مخصوص صورت اختیار کر رہے ہیں۔ یہ کتاب مغربی دنیا کی اس اسٹراٹیجی کا جواب ہے اور مکمل طور پر قرآن اور حدیث پر مبنی ہے۔ یہ کتاب انکشاف کرتی ہے کہ اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں اور مغرب کے درمیان کبھی امن نہیں ہوگا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے غاصب اسرائیل پر انشاء اللہ غالب آئیں گے۔ البتہ اسرائیل سے تعاون کرنے والے اور مسلمانوں سے غداری کرنے والے مسلمان حکمران سیکولر مغرب کے تابع بنے رہیں گے اور یہودی ریاست کی حکومت کے قیام میں مددگار ہوں گے۔

دینِ اسلام کو اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں روشناس کرنے کی کوششیں تبھی کامیابی سے ہم کنار ہوسکتی ہیں جب ہم اس تعلیم کی اساس قرآن کریم پر رکھیں خصوصاً یونیورسٹی اور اعلیٰ تعلیم کے دیگر اداروں میں۔ ان میں سب سے اہم موضوع ''یروشلم قرآن میں'' اپنے مطالعہ قرآن ہی کے ذریعے سیکولر مغرب کے اس جبر کا مقابلہ کیا جا سکے گا جس کے ذریعہ وہ ہمارے عقیدے میں ایسی تبدیلی لانا چاہتا ہے جس سے ناجائز ریاست اسرائیل کے جواز کی گنجائش نکل سکے (تفصیل کے لئے اسمٰعیل رجی فاروقی کی کتاب ملاحظہ فرمائیں)۔ موجودہ کتاب اس مقصد کے لئے ایک عاجزانہ کوشش ہے تا کہ اساتذہ کو قرآن کریم سے یروشلم کے متعلق رہنمائی فراہم کی جا سکے۔ مسلم استاد اور طالب علم کو یروشلم کے معاملے میں ایک غیر جانبدار پوزیشن کے لئے تیار کرنے کے بجائے حق سے آگاہ کیا جائے تا کہ وہ سوچ سمجھ کر اسلامی کاز کے لئے کام کر سکیں۔

یہودی' نصاریٰ اور 'یروشلم قرآن میں'

آخر کار ہم ''یروشلم قرآن میں'' کی اہمیت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے بعد نہایت شدت سے خواہاں ہیں کہ ان یہودی اور عیسائی عوام تک قرآن پہنچا سکیں جو ابھی تک اس سے محروم ہیں۔ جوں جوں وقت گزر رہا ہے اور آخری ساعت قریب آ رہی ہے ان کے علماء کے لئے مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے کہ قرآن اور احادیث کا جواب دے سکیں جو اس موضوع سے متعلق ہیں یا یاجوج ماجوج اور مسیح (دجال) اور حضرت عیسیٰؑ کی واپسی کا احاطہ کرتے ہیں۔ ان شہادتوں میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے جو قرآن کریم کی سچائی کی تصدیق کرتی ہیں۔

مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس موضوع کو یہودی اور عیسائی عوام کو پیش کریں اور اس کتاب میں ہم نے یہی کیا ہے۔ شیخ سفر الحوالی کی عمدہ کتاب ''غیظ و غضب کا دن ــــــ کیا انتفادہ محض ابتداء ہے؟'' اس کتاب کی معین ہے۔ اور قاری کو قرآن

اور بائبل کے درمیان اختلاف یا اتفاق معلوم کرنا سہل بناتی ہے۔

اس کتاب نے یہود کے درمیان تفریق کی ہے۔ایک وہ اسرائیلی یہودی ہیں جو اپنے آباؤ واجداد کا تعلق حضرت ابراہیمؑ سے جوڑتے ہیں۔ان یہودیوں کی عربوں سے نسلی قربت صاف طور پر واضح ہے۔ دوسری جانب وہ نیلی آنکھوں اور بھورے بالوں والے یورپین ہیں جنہوں نے یہودیت قبول کر لی اور جن کا حضرت ابراہیمؑ سے کوئی نسلی تعلق نہیں۔راقم کی رائے ہے، حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، کہ یاجوج اور ماجوج ان ہی یورپین یہودیوں میں موجود ہیں۔ یاجوج اور ماجوج نے یورپ کا مسیحی کلچر بے خدا معاشرے میں تبدیل کر دیا، صیہونیت کی بنیاد رکھی اور اسرائیلی ریاست قائم کر دکھائی۔ اس کتاب کے پہلے حصے کا دسواں باب مختصراً یاجوج اور ماجوج کے موضوع کا ذکر کرتا ہے جو اسلام کے عین مطابق ہے۔اس موضوع پر ہم ایک تفصیلی کتاب بھی انشاءاللہ منظرِ عام پر لا رہے ہیں جس کا نام ''سورۃ الکہف اور عصرِ جدید'' ہوگا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب نفسیاتی طور پر مغربی، عیسائی اور یہودی حتیٰ کہ بعض مسلم قارئین کے لئے ایک صدمہ ثابت ہوگی لیکن ہم وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ اس کتاب کا مقصد کسی کے جذبات مجروح کرنا نہیں صرف چند نا قابلِ تردید حقائق لوگوں کی نظروں کے سامنے لانا ہے۔

موجودہ دور کی اصل اور داخلی حقیقت جو قرآن آشکار کرتا ہے بظاہر نظر آنے والے خارجی منظر سے بہت مختلف ہے جس کی بنیاد پر لوگ عموماً رائے قائم کرتے ہیں۔ جو لوگ دو آنکھوں سے دیکھتے ہیں ایک ظاہری اور دوسری باطنی ان کی نظر حقیقت تک پہنچ جاتی ہے۔لیکن کچھ لوگ فقط ایک آنکھ سے دیکھتے ہیں کیونکہ ان کی اندرونی نظر کام نہیں کرتی اور مکمل طور پر اندھی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر خبردار کیا تھا جب انہوں نے فرمایا تھا کہ مسیح دجال کانا ہے اور صرف ایک (ظاہری) آنکھ سے دیکھتا ہے۔لیکن تمہارا رب ایک آنکھ والا نہیں۔آپؐ نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ دجال کے دور میں

حقیقت ظاہری اصل (داخلی) حقیقت سے بالکل مختلف ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص اور وفادار پیروکاروں کے سوا کوئی اصل حقیقت کو نہیں دیکھ سکتا۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا ہے:

زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا
تیرا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

تفہیم اور توضیح

بعض جگہوں پر ہم نے قرآن کریم کے متن کو خود سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ جہاں قرآن کریم میں معنیٰ کی صراحت نہیں کی گئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تشریح نہیں فرمائی وہاں ہمیں اپنے موضوع کی وضاحت کیلئے تفہیم کی ضرورت پڑی ہے۔ خدشہ ہے کہ قرآن کریم کی اس ترجمانی کو بعض لوگ مسترد کر سکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم کے لئے کسی تشریح یا تفسیر کے قائل نہیں ہیں اور صرف لفظی معنیٰ کو کافی سمجھتے ہیں۔ بعض حضرات محض اپنے پسندیدہ علماء کی تفسیر ہی پر انحصار کرنا پسند کرتے ہیں۔ ہم ایسے لوگوں کو دعوت دیتے ہیں جو ہماری تفسیر کو قبول نہیں کرتے کہ وہ خود ان آیات کی توضیح کریں جو قرآن کریم یہودیوں کی ارضِ مقدس میں واپسی کے متعلق پیش کرتا ہے۔

ثانیاً ہم نے جہاں کہیں قرآن حکیم کی تفہیم کے لئے غور و خوض کیا ہے 'ہمیشہ اللہ اعلم' یعنی اللہ ہی بہتر جانتا ہے کے ضمن میں کیا ہے۔ قرآن کریم کے معروف اور نامور مفسروں نے بھی یہی اسلوب اختیار کیا ہے۔ اور ہم نے ان کی پیروی کی ہے۔

یروشلم اور قرآن کا دعویٰ سچائی

علم کی لادینیت کے اس دور میں ابراہیم علیہ السلام کے رب کے پیغام کو بطور دلیل پیش کرنے کا فیشن نہیں رہا۔ لیکن ریاست اسرائیل کے وجود کا جواز یورپین یہودیوں نے توریت کی ان آیات کو بنایا جن میں ارضِ مقدس ان کو عطاء کئے جانے کا

وعدہ کیا گیا تھا جہاں پہلی مرتبہ ریاست حضرت داؤد علیہ السلام نے قائم کی تھی۔ اسرائیل کے پہلے وزیرِ اعظم ڈیوڈ بن گورین نے نہایت بیبا کی سے دعویٰ کیا کہ عہد نامہ عتیق ہماری ارض اسرائیل کی ملکیت کی دستاویز ہے۔

لہٰذا ہمیں بھی حق پہنچتا ہے کہ اسرائیل کے قیام کے متعلق قرآن میں جو کچھ ہے اسے اپنی دلیل کے طور پر پیش کریں۔ کسی کو ہمیں اس حق سے محروم کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے چاہے وہ اسے کتنا ہی مشکل اور سخت لگے۔ بعض لوگوں کو اس طرح کی قرآنی دلیل دیکھنے کا اتفاق پہلی مرتبہ ہوگا۔ جوں جوں تاریخ کے اس آخری دور (میں اختتامِ دنیا کا یہ) مرحلہ مکمل ہورہا ہے۔ قرآن کی سچائی ابھر کر سامنے آرہی ہے اور واقعات مسلسل اس سچ کی توثیق کررہے ہیں۔ اس کتاب کی تخلیق کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ قرآن کی سچائی کو دنیا کے سامنے لایا جائے۔

خود قرآن سورۂ حم سجدہ میں یہی دعویٰ کرتا ہے:

سَنُرِيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا فِى الۡاٰفَاقِ وَفِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمۡ اَنَّهُ الۡحَـقُّ ؕ اَوَلَمۡ يَكۡفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ‏[۵۳] اَلَاۤ اِنَّهُمۡ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡ لِّقَآءِ رَبِّهِمۡ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَىۡءٍ مُّحِيۡطٌ [۵۴]

''ہم عنقریب ان کو آفاق میں اور خود ان کی ذات میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے حتیٰ کہ ان پر واضح ہو جائیگا کہ یہ قرآن سچا ہے۔ کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ تمہارے پروردگار کو تمام اشیاء کا یقینی علم رکھنے والا مان لیں؟

آہ! یہ اب بھی اپنے رب سے ملاقات کے بارے میں شک میں پڑے ہیں۔ یقیناً اس کا علم ہر شئے پر محیط ہے۔'' (قرآن سورۂ حم سجدہ (41:53-4:

یروشلم جو مسلمانوں کا ایک مقدس شہر ہے اور جو یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے

بھی محترم ہے، 'تاریخ کے اختتام کے سلسلے میں انتہائی اہم کردار ادا کریگا۔ اسلام 'عیسائیت اور یہودیت اس پر متفق ہیں۔آج واضح نشانیاں نظر آرہی ہیں' خصوصاً انہیں جو باطنی بصیرت سے بہرہ ور ہیں کہ ہم جس دور میں آج داخل ہو چکے ہیں وہ تاریخ کا آخری دور ہے۔ یہ دور کب تمام ہوگا اور قیامت کب آئے گی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا (جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رب ہے) کوئی نہیں جانتا۔

یہ انتہائی ضروری ہے کہ ہم یہ قرآنی نکتہ نظر بار بار وضاحت سے پیش کریں کہ یروشلم نے وہ رول ادا کرنا شروع کر دیا ہے جواس کے لئے مقدر کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس رول کی تفصیلات بیان کرتی ہے یہ بھی ضروری ہے کہ یروشلم کا تاریخ کے اختتام میں کردار روحانی بصیرت کی روشنی میں جس قدر ممکن ہو واضح کیا جائے کیونکہ اسی طرح اس کی حقیقت سامنے آسکتی ہے۔

ہمارے مخاطب وہ عام لوگ ہیں جو مطالعہ کا شوق رکھتے ہیں۔ان کے لئے خاص طور پر ضروری تھا کہ یروشلم اور بیت المقدس کی تقدیر سے آگہی حاصل کریں جو قرآن کریم اور احادیث مصطفےؐ میں بیان کی گئی ہے۔ یروشلم متضاد دعووں کا مرکز ہے اور ہر فریق یہی دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا موقف درست ہے اور آنے والا وقت اس کی تصدیق کر دے گا۔

دوسرے الفاظ میں یہود یہ سمجھتے ہیں کہ یروشلم کا مقدر ہے کہ وہ مسیحا کی آمد کا مرکز بنے۔مسیحا کی آمد سے ان کے سنہرے دور کا آغاز ہوگا اور وہیں سے وہ ساری دنیا پر حکومت کرے گا۔ اس طرح یہودیوں کے برسرِ حق ہونے کے دعوے کی تصدیق ہو جائیگی اور مخالفین کے دعوے باطل ٹھیریں گے۔عیسائیوں کا عقیدہ بھی یہی ہے جب عیسیٰ علیہ السلام جو مسیحا ہیں واپس آئیں گے، وہ یروشلم کو مرکز بنا کر ساری دنیا پر حکومت کریں گے۔اور عیسائیت کے اعتقادات مثلاً تثلیث، حلول اور صلیب وغیرہ کی تصدیق کریں گے۔اس طرح عیسائیوں کے برحق ہونے کا دعویٰ ثابت ہو جائیگا۔مسلمان بھی یقین

رکھتے ہیں کہ یروشلم کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے کہ وہ اسلام کے دین حق ہونے کے دعوے کو سچا ثابت کر دکھائے اور یہودیت اور عیسائیت کے دعوؤں کی تکذیب کر دے۔ کیونکہ حقانیت کے یہ تینوں دعویدار ابراہیم علیہ السلام سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے باوجود اتنے واضح اختلافات رکھتے ہیں اس لئے ان میں سے فقط ایک ہی سچا ہوسکتا ہے۔

مسلم عقیدہ جو اس کتاب سے ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو سچے مسیحا ہیں وہ زمین پر زندہ تشریف لائیں گے۔ اور یروشلم سے حاکم عادل کی حیثیت سے دنیا پر حکومت کریں گے، نکاح کریں گے۔ انہیں اولاد ہوگی اور وفات پائیں گے۔ مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے اور انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں مدینہ منورہ میں دفن کیا جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آ کر صلیب کو توڑ دیں گے۔ اور اس طرح عیسائیت جو صلیب کا مذہب ہے مٹ جائیگی۔ اور وہ خنزیر کو قتل کر دینگے۔

> حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے عنقریب ابنِ مریم تمہارے درمیان عادل حکمران بن کر اتریں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کر دینگے۔ اور جزیہ کا خاتمہ کر دینگے۔ پھر دولت کی بہتات ہوگی اور کوئی خیرات قبول کرنے والا نہ ہوگا۔'' (صحیح بخاری)

ہمارے خیال میں خنزیر کا لفظی ترجمہ حدیث کے بقیہ مفہوم سے میل نہیں کھاتا۔ اس جگہ لفظ خنزیر غصّے اور ناراضگی کی عکاسی کرتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ وہ خنزیر کون ہیں جنہیں حضرت مسیح علیہ السلام قتل کرینگے۔ حضرت عیسیٰ کن سے اس قدر ناراض ہونگے؟ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے انہیں صلیب دینے کی کوشش کی تھی؟

محمد رسول اللہ ﷺ کے امتّی اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یعنی مسیح کس وقت لوٹیں گے۔ یہ وہ دن ہوگا جب بحر گیلیلی کا پانی تقریباً یا مکمل طور پر خشک ہو جائے گا۔

یہ وہ وقت ہو گا جب اللہ تعالیٰ مسیح علیہ السلام ابنِ مریم کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار پر اتریں گے۔انہوں نے دوزعفرانی کپڑوں کا لباس پہنا ہوا ہوگا۔ ان کے ہاتھ دوفرشتوں کے کندھوں پر ہونگے۔ جب وہ سر نیچا کریں گے تو اس سے شبنم کی طرح قطرے ٹپکیں گے اور جب وہ سر اٹھائینگے تو موتی کی طرح دانے بکھیرینگے۔ ہر کافر جوان کے جسم کی خوشبو سونگھے گا مر جائے گا اور ان کی خوشبو وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی۔ وہ دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ وہ اسے لُد کے دروازے کے قریب پائینگے اور وہ ان کے ہاتھوں قتل ہو جائیگا۔ پھر وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا ہوگا وہاں پہنچیں گے۔حضرت مسیح ابنِ مریم ان کے چہرے پونچھیں گے اور انہیں ان درجات کی نوید سنائینگے جو اللہ تعالیٰ جنت میں انہیں عطا فرمائیں گے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام سے (بذریعہ وحی) فرمائیں گے کہ میں اپنے غلاموں میں سے ایسے بندے بھیجنے والا ہوں جن سے کوئی لڑ نہ سکے گا۔تم انہیں حفاظت سے طور لے جاؤ۔ جہاں تمہیں یاجوج اور ماجوج تمام سمتوں سے آتے نظر آئینگے۔ان میں سے پہلا طبریاس جھیل سے گزرے گا اور اس میں سے پانی پئے گا۔اور جب وہاں سے آخری آدمی گزریگا تو کہے گا کہ کبھی یہاں پانی ہوتا تھا۔

بحرِ گیلیلی (جسے جھیل طبریاس یا کنبریت تالاب بھی کہا جاتا ہے) میں اب اتنا پانی رہ گیا ہے جتنا کہ تاریخ میں کبھی نہ تھا۔اور اس کے پانی میں روز بروز کمی واقع ہو رہی ہے کیونکہ اسرائیلی حکومت اس ذخیرے سے گنجائش سے زیادہ پانی لے رہی ہے۔ یہ ایک سادہ سی بات ہے۔ جب پانی بالکل خشک ہو جائے گا اور پینے کیلئے بالکل نہ رہے گا تو یہود اپنی قومی زندگی کے اس اعلیٰ ترین لمحے کی گرفت میں آجائیں گے۔جس میں وہ عربوں کو ارضِ مقدس میں اپنی حکمرانی قبول کرنے پر آمادہ کر سکیں گے۔اس شکست کا سبب جھوٹے مسیحا (یعنی دجال) کی پرستش اختیار کرنا ہوگی۔اسرائیل انہیں اس پر مجبور کرنے کیلئے ان کا پانی روک لیگا اور عربوں کے پاس اتنی رقم نہ ہوگی کہ وہ پانی خرید سکیں۔

ہم اس کتاب کے ذریعے یہودیوں پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اس وقت کا اندازہ لگانے کے لئے جو ان کی مکمل تباہی لائے گا انہیں صرف جھیل طبریاس کے پانی کی سطح کا معائنہ کرتے رہنا چاہئے۔ جس لمحے کا انتظار کر رہے ہیں وہ انہیں مکمل فتح کرے گا۔ مگر اس وقت سچے مسیحا (عیسیٰ ابنِ مریمؑ) واپس آئیں گے اور اللہ تعالیٰ یہودیوں کو مکمل طور پر تباہ کر دے گا۔ (ملاحظہ فرمائیے ضمیمہ 1 جس میں بحرِ گیلیلی میں پانی کی سطح کی موجودہ پوزیشن بتائی گئی ہے)

کتاب کی ترتیب

یہ کتاب یروشلم کے سربستہ راز' جسے قرآن کریم میں 'بستی' کہا گیا ہے شروع ہوتی ہے۔ اس طرح نام چھپا کر اللہ غافلوں اور جھٹلانے والوں کو اچانک پکڑنا چاہتا ہے۔

تیسرے باب میں اس موضوع پر قرآنی حوالوں سے بات کی گئی ہے۔

چوتھے باب میں قرآنی اعلان ہے کہ ارضِ مقدس یہودیوں کو دی گئی تھی۔ قرآن یہ بھی بتاتا ہے کہ بعد میں بار بار ارضِ مقدس میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیدیا گیا یا انہیں بزور وہاں سے نکال پھینکا گیا۔ عیسائیت کے ساتھ بھی یہی ہوا جب مسیحیوں نے ایک مختصر مدت کے لئے اسے فتح کیا۔

پانچویں باب میں وہ الوہی شرائط بیان کی گئی ہیں جن کے تحت ارضِ مقدس کی وراثت طے کی گئی ہے۔ ان شرائط کو یہودیوں نے بار بار توڑا۔ آخری مرتبہ یہ اس وقت ہوا جب انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو جھٹلایا۔ اس جرم کی پاداش میں ان کے داخلے پر ہمیشہ کے لئے پابندی عائد کردی گئی حتیٰ کہ یاجوج ماجوج نے ان کی واپسی ممکن بنادی۔

باب ششم ثابت کرتا ہے کہ قرآن کریم کے مطابق یہودیوں کو ایک بار پھر سزا ملے گی کیونکہ یہودی ان الوہی شرائط کو توڑنے کے مرتکب ہوئے ہیں جن کے تحت ارضِ مقدس کی وراثت عطا کی جاتی ہے۔

حصہ دوئم کے باب اول اور دوئم قوی دلائل کے ذریعے ثابت کرتے ہیں کہ

یہودی ریاست کی اقتصادی پالیسیاں اور اس کی سیکولر معیشت خدائی احکام کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے جو ابراہیمی دین، میں وضع کیئے گئے لہذا اس نافرمانی کے بعد جزو اول کے باب چہارم کے مطابق ارضِ مقدس کی ریاست کے حقدار یہودی نہیں ہو سکتے۔ہم نے اصل موضوع کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے انہیں علیحدہ جزو میں شامل کیا ہے۔

ساتویں باب میں قبلہ کی سمت کی تبدیلی کے مضمرات کی وضاحت کی گئی ہے۔ بیت المقدس سے مکہ معظّمہ کی طرف رخ کی تبدیلی سے مسلمانوں کا حق یروشلم سے ساقط نہیں ہوجاتا اور نہ اسرائیل کی مصنوعی ریاست کی تباہی میں کوئی دقّت پیدا ہوتی ہے۔

ساتویں باب کے بعد کتاب کا بقیہ حصہ یروشلم کی تقدیر سے متعلق اسلامی نظریے کی وضاحت کیلئے مختص کر دیا گیا ہے، جو اسلامی نقطہ نظر قرآن کریم کے اس اعلان میں پوشیدہ ہے۔ جب آخری دور آئے گا اور یہودیوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے رحم کی بھیک مانگنے کا وقت گزر جائے گا' اللہ تعالیٰ خود یہودیوں کو ارضِ مقدس میں لائیں گے تا کہ انہیں بدترین عذاب کا مزہ چکھایا جا سکے۔اس مقصد کے لئے وہ ایسے بندے اٹھائیں گے جو یہودیوں کو بدترین سزا دینگے۔مسیح الدجال یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض اللہ تعالیٰ نے اس سزا کو نافذ کرنے کے لئے پیدا کیئے ہیں۔

اس مرحلے کا اختتام عیسیٰؑ کی واپسی اور دجال کے قتل پر ہوگا۔ جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو ہلاک کر دیں گے۔اس وقت جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلم فوج خراسان سے نکلے گی اور اسے یروشلم پہنچنے سے کوئی نہ روک سکے گا۔اس طرح ارضِ مقدس کو آزاد کرالیا جائے گا۔اور حضرت ابراہیمؑ کا لایا ہوا اسلام کا حقیقی دین ارضِ مقدس میں غلبہ حاصل کرے گا۔انشاءاللہ۔

پھر سچّا مسیحؑ دنیا پر یروشلم سے حکومت کریگا۔جیسا کہ یہودی بھی یقین رکھتے ہیں لیکن وہ اس پیش گوئی کو روبہ عمل آتے دیکھنے کے لئے موجود نہیں ہونگے کیونکہ وہ جھوٹے (دجاّل) مسیح کے ذریعے گمراہ ہو چکے ہونگے۔اس دجال کے سبب انہوں نے اس کی

اطاعت اور پیروی کی ہوگی اور سچّے مسیحؑ کو جھٹلایا ہوگا۔

باب۲

یروشلم کا راز۔۔۔۔قرآن کی 'بستی'

﴿وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ[۹۵]
حَتّٰى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ
يَّنْسِلُوْنَ[۹۶] ﴾

'جس بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا تھا ان پر ہم نے حرام کر دیا کہ وہ وہاں جا سکیں حتّٰی کہ یاجوج اور ماجوج کھل جائیں اور وہ تمام بلندیوں سے اترتے نظر آئینگے' (قرآن: سورۃ الانبیاء:۹۶-۹۵)

(جب یاجوج ماجوج آئینگے تو وہ دنیا کا کنٹرول سنبھال لینگے اور انکا ورلڈ آڈر نافذ ہو جائیگا۔)

یہ انتہائی حیرت ناک اور پراسرار امر ہے کہ 'یروشلم' کا نام قران کریم میں مذکور نہیں لیکن کئی پیش گوئیاں جو قرآن میں پائی جاتی ہیں ان کا تعلق یروشلم سے ہے۔ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے علاوہ جہاں اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی ﷺ کی قائم کردہ مسجدیں موجود ہیں، یروشلم واحد شہر ہے جہاں اللہ کے کسی نبی کی بنائی ہوئی عبادتگاہ پائی جاتی ہے۔ نہ صرف اس مسجد (مسجد اقصیٰ) کا ذکر قرآن میں ملتا ہے بلکہ وہاں سے نبی اکرم ﷺ کا عالم بالا تک معجزاتی سفر بھی اس میں مذکور ہے۔ شاید اس پراسرار انداز کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی نکتہء نگاہ سے یروشلم کو تاریخ کے اختتام میں ایک اہم اور مرکزی کردار ادا کرنا ہے۔ اسی لئے ایک مقدس بادل سا اسے ڈھانپے رہا اور کسی کو اس کی موجودگی کا اندازہ نہ ہو سکا۔

یروشلم کے مستقبل سے متعلق اسلامی لٹریچر کی غیر موجودگی کی شاید یہی توجیہ کی جا

سکتی ہے۔ڈاکٹر اسمٰعیل رجی فاروقی نے اسی امر کی طرف اشارہ کیا تھا جب انھوں نے کہا تھا۔'بدقسمتی سے اس موضوع پر کوئی اسلامی لٹریچر موجود نہیں'۔حقیقت تو یہ ہے کہ اس موضوع پر کوئی قلم نہ اٹھا سکتا تھا جب تک اس کا وقت نہ آجاتا اور بادل نہ ہٹا لیا جاتا۔یہ کتاب اس یقین کے ساتھ لکھی جارہی ہے کہ یہ بادل ہٹا لیا گیا ہے۔

جب یہود نے حضرت عیسیٰؑ کو جھٹلایا اور انھیں مسیح تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور پھر یہ گھمنڈ کیا کہ انہوں نے انھیں قتل کردیا (قرآن النساء:۱۵۷) انہیں یہ یقین رہا کہ مسیحؑ موعود کی آمد اور ان کے سنہری دور کی واپسی ابھی باقی ہے۔اس سنہری دور کی واپسی کے لئے:

ارض مقدس غیر یہودیوں سے چھڑالی جائیگی۔
یہودی اپنی جلاوطنی سے ارض مقدس لوٹ آئینگے۔
اسرائیل کی ریاست بحال کردی جائیگی۔
ہیکل کو ابراہیمؑ کے رب کی عبادت کے لئے تعمیر کرلیا جائیگا۔
اسرائیل دنیا کی حکمران ریاست بن جائیگا۔
اور یہ حکومت دائمی ہوگی۔

حضرت محمدﷺ نے اعلان کیا تھا کہ قیامت کی بڑی نشانیوں میں ایک نشانی یہ ہوگی کہ اللہ سبحانہ وتعالی اخیر دور میں ایک جعلی مسیح (دجال) کو بھیجے گا تاکہ وہ یہودیوں کو یہ مغالطہ دے سکے کہ ان کا سنہرا دور آرہا ہے۔لیکن درحقیقت دجال انہیں دھوکہ دے کر تاریخ کی بدترین سزا کا حقدار بنادیگا' ایسی سزا جو ابتدائے آفرینش سے اب تک کسی مخلوق کو نہیں ملی ہوگی۔اس دجال کو مسیحیت اینٹی کرائسٹ کے نام سے جانتی ہے۔آیئے اب ان حقائق پر غور کریں۔

یہودیوں کے نکتۂ نگاہ سے ارض مقدس ترکی کی مسلمان حکومت سے برطانوی جنرل ایلن بی نے ۱۹۱۷ میں 'آزاد' کرایا تھا۔

اسرائیلی یہودی اب الوہی سزا کی دو ہزار سالہ مدت کاٹ کر ارض مقدس 'لوٹ' آئے ہیں۔ یہ بالکل قرآن مجید کے عین مطابق ہوا ہے۔

بقیہ کا سیکن یہودی بھی امریکہ وغیرہ سے جلد ہی وہاں پہنچ جائینگے۔

اسرائیل ۱۹۴۸ میں 'بحال' ہوا تھا اور اس کا دعویٰ ہے کہ وہ اسرائیل کی قدیم ریاست ہے۔

اسرائیل کیل کانٹے سے پوری طرح لیس ہے اور اس کے اسلحہ خانے میں نیوکلر اور تھر مو نیوکلر اسلحہ موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس جنگی برتری کا فائدہ اٹھا کر اور حماس کے کسی معمولی حملے کو بہانہ بنا کر اسرائیل نہایت تیزی کے ساتھ اپنی سرحدوں کو وسعت دیگا اور انھیں توریت میں بتائی گئی سرحدوں تک لے جائیگا۔ اس جنگی کامیابی کا سہارا لے کر اور ڈالر کی کمزور پوزیشن سے مدد لے کر اسرائیل دنیا کی حکمران ریاست کا مقام حاصل کر لیگا۔

تب (خاکم بدہن) مسجد اقصیٰ کی تباہی اور اس کی جگہ یہودی ھیکل سلیمانی کی تعمیر کا کام شروع ہوگا۔ نبی نتھان کی پیش گوئی (۱۵۔۱۱:۱۷) موجودہ مسجد کی تباہی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اسرائیل کی یہ کامیابیاں اسے یہ یقین دلا رہی ہیں کہ ارض مقدس میں اس کی میراث یعنی ریاست اسرائیل بحال ہوگئی ہے اور اس کا سنہرا دور لوٹ آیا ہے جیسا سلیمانؑ کے دور میں تھا۔ لیکن ہم اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ یہ عارضی کامیابی صرف دجال کی مدد سے ممکن ہوگی۔ یہ تمام سلسلہ دجال کی دھوکے بازیوں پر مشتمل ہوگا۔

اسرائیل کی ریاست محض ایک جعلی دعویدار ہے اور اس ظلم پر مبنی ریاست کا انبیاءؑ کی قایم کردہ قدیم ریاست سے کوئی تعلق نہیں۔ لادینی ریاست میں مقصد کے حصول کے لئے ہر طریقہ جائز ہوتا ہے۔ چونکہ یاجوج ماجوج کی سیاست میں نتائج ذرائع کا جواز مہیا کرتے ہیں 'ابراہیمی شریعت میں اعلیٰ مقاصد کے لئے ذرائع بھی اعلیٰ استعمال کرنے ہوتے ہیں۔ اس مصنف کو یقین ہوگیا ہے کہ وہ بادل جو خدائی راز کی حفاظت کر رہا تھا

اب ہٹا لیا گیا ہے۔ آخری دور آ پہنچا ہے اور اب یہود کے لئے واپسی کا کوئی راستہ کھلا نہیں رہا۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو لکھنا ممکن ہو سکا ہے۔

قرآن مجید میں یروشلم کا ذکر مخفی انداز میں کیا گیا ہے اور اس کا نام لئے بغیر اسے بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً یہود نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بتا دیا تھا کہ انہیں اس شرک کی نہایت سخت سزا ملے گی۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ [۱۵۲] وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ [۱۵۳]

'جنہوں نے (سنہرے) بچھڑے کی پرستش کی اور شرک کا ارتکاب کیا (اور جو بھی شرک کرینگے) وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوں گے۔ اور دنیا میں ان پر لعنت ہوگی اور ہم جھوٹ گھڑنے والوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جنھوں نے جرم کے ارتکاب کے بعد توبہ اور ایمان کی تجدید کر لی تو اس کے بعد ان کے رب نے ان کے گناہ معاف کر دیئے۔'
(قرآن: الاعراف: ۳-۱۵۲)

قرآن اس واقعہ کا ذکر جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے۔

وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا أُمَمًا وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ إِذِ اسْتَسْقَاهُ قَوْمُهُ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَأَنزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُونَا وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ

يَظْلِمُونَ [۱۶۰]

'ہم نے ان میں بارہ قبیلے بنا دیئے۔ جب انھیں پیاس لگی تو ہم نے موسیٰ کو الہام کے ذریعے ہدایت کی کہ اپنا عصا چٹان پر مارو۔ تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے' پس ہر قبیلے نے اپنا مشرب جان لیا۔ ہم نے انہیں بادلوں کا سایہ عطا کیا اور ان پر من وسلویٰ اتارا۔ کھاؤ ان پاک چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔ لیکن انھوں نے نافرمانی کی سوا اپنا ہی نقصان کر بیٹھے۔ اس کے بعد قرآن یروشلم کا ذکر محض 'بستی' کے نام سے کرتا ہے۔

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ [۱۶۱]

'اور یاد کرو جب ان سے کہا گیا کہ اس بستی میں رہو اور کھاؤ اور عاجزی کے ساتھ اس میں داخل ہو۔ ہم تمہارے گناہ معاف کر دینگے اور اچھا عمل کرنے والوں کو زیادہ اجر عطا کرینگے۔ (قرآن: الاعراف: ۱۶۱)

اس کے بعد قرآن میں یروشلم کا ذکر اس طرح ملتا ہے۔

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ [۹۵] حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ [۹۶]

'جس بستی کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا تھا ان پر ہم نے حرام کر دیا کہ وہ وہاں جا سکیں حتیٰ کہ یاجوج اور ماجوج کھل جائیں اور وہ تمام بلندیوں سے اترتے نظر آئینگے' (قرآن: الانبیاء: ۹۵)

ہم نے اس بستی کی شناخت معلوم کرنے کے لئے قرآن اور احادیث کا تمام لٹریچر کھنگال ڈالا اور دیکھا کہ جو واحد شہر یاجوج اور ماجوج کے ساتھ وابستہ ہے وہ یروشلم ہے۔ (دیکھیں باب دس) لہذا ہم نے نتیجہ اخذ کیا کہ وہ شہر یروشلم ہی ہے۔ یہودیوں کی

یروشلم میں واپسی یہ ظاہر کرتی ہے کہ یاجوج اور ماجوج کھل چکے۔ آج دنیا میں ان کے دور کا آغاز ہو چکا ہے۔ یہ یاجوج اور ماجوج ہی تھے جنہوں نے اسرائیل کا وجود ممکن بنایا۔ اب ہمارے لئے یہ آسان ہوگیا ہے کہ اندازہ کر سکیں کہ دجال کی اسکیم کیا ہے جس کے ذریعے وہ یہودیوں کو یقین دلائیگا کہ وہ ان کا سنہرا دور واپس لا رہا ہے۔ اس کی گرینڈ اسکیم کا آغاز اسوقت ہوا جب دجال برطانیہ سے نکلا (تمیم داری کی حدیث ملاحظہ فرمائیں)۔ اور اس نے یورپ کو ایک غیر مسیحی اور بے خدا معاشرے میں تبدیل کر دیا اور اپنے ناپاک عزائم کے حصول کے لئے اسباب و وسائل اکٹھے کر لئے۔ پھر اس نے صیہونی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک کے نتیجے میں اسرائیل قائم ہوا۔ اس پلان میں آخر کار مکمل ارض مقدس شامل ہو جائیگی۔ اسی طرح دجال کے لئے یہ ممکن ہوگا کہ یہودیوں کو یہ یقین دلا سکے کہ وہ ان کا سچا مسیحا ہے۔ اس ریاست کے اقتدار کا لازمی نتیجہ دولت اور پانی پر کنٹرول ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے دجال اور سود اور یاجوج اور ماجوج اور پانی کے درمیان تعلق کو واضح کیا ہے۔

اسرائیل میں یہودیوں کی واپسی ممکن نہ ہوسکتی اگر جدید مغربی تہذیب نے ان کی مدد نہ کی ہوتی (اس میں برطانیہ نے ایک نمایاں رول ادا کیا)۔ لہذا یہ بھی ثابت ہوا کہ دجال، یعنی جعلی مسیحا برطانیہ سے نکلا۔

قرآن کریم میں یروشلم کے متعلق جو رازداری برتی گئی ہے وہ اس امر سے اور پیچیدہ ہو جاتی ہے کہ یروشلم کو کہیں کہیں ارض مقدس کے نام سے پکارا گیا ہے (مثلا سورۃ انبیاء: ۹۵-۹۶) اور پھر اس کے متعلق ملفوف اطلاع دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر جب سورۃ بنی اسرائیل میں قرآن یہ اطلاع دیتا ہے بنی اسرائیل دو مرتبہ زمین میں فساد کرینگے تو اس نے ارض مقدس کے بجائے صرف 'ارض' کہنا کافی سمجھا ہے۔

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا [۴]

’اور ہم نے (صاف) بتا دیا تھا کہ تم زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور بڑے بننے کی کوشش کرو گے۔‘ (قرآن: سورۃ بنی اسرائیل: ۱۷:۴)

اور جب قرآن ارض مقدس کی وراثت کی نہایت اہم شرائط مقرر کرتا ہے تب بھی اسے صرف ’ارض‘ کہتا ہے اور یہاں بھی اسے ارض مقدس نہیں کہتا۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ [۱۰۵]

’اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد (یہ قانون) لکھ دیا تھا کہ ارض (مقدس) کے وارث میرے نیک بندے ہونگے۔‘ (قرآن: الانبیاء: ۱۰۵)

آخر قرآن قرب قیامت کے اس وقت کا ذکر کرتا ہے جب دابۃ الارض پیدا ہوگا

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ [۸۲]

’اور جب ہونے والی بات ہوگی تو ہم ایک درندہ نکالینگے جو ان کے (بنی اسرائیل کے) سامنے ان سے ہمکلام ہوگا کیوں کہ وہ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ (قرآن: النمل: ۸۲)

زمین کا یہ درندہ دجال اور یاجوج ماجوج کی طرح قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ زمین سے یہاں مراد ارض مقدس ہے کیونکہ پچھلی آیت (۲۷:۷۶) میں قرآن یہ بتا چکا ہے کہ موضوع گفتگو بنی اسرائیل ہیں۔

﴿إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝﴾

’یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل کو وہ واقعات بتاتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے‘‘

لہٰذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہودیوں کو سزا دینے کی تیاری کر چکے ہیں۔ حجت تمام ہو

چکی۔ اسرائیل ایک درندے کی مانند جوع الارض میں مبتلا ہے اور تمام ضابطوں اور قوانین کی خلاف ورزی کر کے اپنی سرحدیں وسیع کرنے میں لگا ہوا ہے۔ بین الاقوامی برادری جو یاجوج ماجوج کے زیر اثر ہے اس کی وسعت پذیری کو ممکن بنا رہی ہے۔

باب ۳

قرآن میں یروشلم کے قصے کی ابتداء

وَنَجَّيْنَٰهُ وَلُوطًا إِلَى ٱلْأَرْضِ ٱلَّتِى بَٰرَكْنَا فِيهَا لِلْعَٰلَمِينَ [۷۱]

’اور ہم نے اسے (ابراہیمؑ) اور لوط کو اس زمین کی طرف نجات دی جس میں ہم نے اہل عالم کے لئے برکتیں رکھی تھیں۔‘ (الانبیاء:۷۱)

وہ قرآنی قصہ جس سے یروشلم کے ذکر کا آغاز ہوا ہے ایک سچا واقعہ ہے جس کی ابتدا حضرت ابراہیمؑ کی بت شکنی سے شروع ہوتی ہے۔ میسوپوٹیمیا (عراق) میں واقع مندر میں انہوں نے ایک بڑے بت کے سوا تمام بت توڑ ڈالے تاکہ بت پرستوں پر بتوں کی پرستش کی قباحت واضح کر سکیں (۲۱:۵۷)۔ اگر ابراہیمؑ نے یہ کارنامہ آج سر انجام دیا ہوتا تو موجودہ سیکولر دنیا اور اس کی پٹھو مسلم ریاستوں نے ثقافتی دہشت گردی اور بابل کے ثقافتی ورثے کی تباہی کہہ کر اس کی مذمت کر ڈالی ہوتی۔ اور اقوام متحدہ نے ان پر پابندیاں لگانے کا اعلان کر دیا ہوتا۔ حضرت محمد ﷺ کے لئے بھی انکا طرز عمل چنداں مختلف نہ ہوتا، جب آپ ﷺ نے حرم مکہ سے بتوں کا صفایا کر دیا تھا۔

میسوپوٹیما کے بت پرستوں کو حضرت ابراہیمؑ کی بت شکنی اتنی ناگوار لگی کہ انہوں نے ایک وسیع وعریض آگ روشن کر کے حضرت ابراہیمؑ کو اس میں جلا دینا چاہا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور آگ کو حکم ملا کہ وہ ٹھنڈی ہو کر ابراہیمؑ کی لئے سلامتی بن جائے۔ (الانبیاء:۲۱:۹-۶۸)۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے بھتیجے حضرت لوطؑ کو ارض مقدس کی طرف نجات دی۔ اس آیت سے قرآن میں ارض مقدس کا تصور متعارف ہوتا ہے۔ اس کی اہمیت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی حکیم وعلیم ہستی نے ایک خاص

زمین کو متبرک اور مقدس کیوں بنایا؟ اس تقدس کی کیا اہمیت ہے؟ آخر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پوری زمین پر ایک چھوٹا سا خطہ منتخب کر کے اسے مقدس کیوں قرار دیدیا؟ اس نے اپنے برگزیدہ بندے اور رسول حضرت ابراہیمؑ کو سخت ترین آزمائشوں سے گذار کر تمام بنی نوع انسان کا دینی سربراہ یعنی امام منتخب کیا اور انہیں اپنا خلیل یعنی قریبی دوست قرار دیا (بقرہ:۱۲۴)۔

اس طرح یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ 'سچ' صرف ایک ہوسکتا ہے اور صرف ایک دین ہی سچا دین ہوسکتا ہے اور یہ دین دین ابراہیمی ہی ہوسکتا ہے جو پوری انسانیت کیلئے اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا ہے۔ جب سچے دین کی حقانیت طے ہوگئی تو دیگر ادیان کا بطلان خود بخود واضح ہوگیا۔ لیکن جب ہم دین حق کی سچائی کی بات کرتے ہیں تو یہودی ربیوں کو یہ گراں گزرتا ہے اور وہ ہم پر اسلامی شاونیت کا الزام لگا دیتے ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے پوری زمین سے ایک ٹکڑا منتخب کر کے اسے ارض مقدس قرار دیا اور اس کے گرد ونواح کو برکت والا بنایا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ اسے سچائی کا لٹمس ٹیسٹ (Litmus test) بنائے۔ صرف ابراہیم علیہ السلام کا دین ہی ارض مقدس میں متمکن ہوسکتا ہے۔ دیگر تمام ادیان وہاں سے نکال پھینکے جائینگے۔ بالفاظ دیگر سچائی کو ہمیشہ ارض مقدس میں فتح نصیب ہوگی۔ اور یہ فتح پوری دنیا کو نظر آئیگی۔ تاریخ اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتی جب تک حق ارض مقدس میں باطل پر غالب نہ آجائے۔ تقویٰ' خوف خدا' سچائی' طرز عمل کی راستی اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر دینا جیسے ایک غلام اپنے آقا کے حکم کی بجا آوری میں جھک جاتا ہے' دین ابراہیمی کی خصوصیات ہیں۔ آج کون سا دین ان خصوصیات پر پورا اترتا ہے؟ یہودیت' مسیحیت یا اسلام؟

یہ یروشلم کی تقدیر ہے کہ وہ سچ کی تصدیق کرے اور اس کتاب کا اہم مقصد ہے کہ وہ سچائی کو اپنے قارئین کے سامنے واضح کر دکھائے۔

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ارض مقدس میں

آئے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ انہیں اور ان کی اولادوں کو وہیں رہنا ہے جب تک انہیں کوئی دوسری ہدایت وہاں سے ہجرت کی نہ مل جائے۔ لہذا وہ زمین ان کی زمین تھی۔ اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا یہ زمین انہیں غیر مشروط طور پر دی گئی تھی؟ کیا ارض مقدس کو آباد کرنے کی دعوت اس وقت بھی باقی رہے گی جب ان کی نئی نسل دین ابراہیمؑ کو ترک کر کے بے دین ہو جائے؟ کیا ارض مقدس کو آباد کرنے کا حق اس وقت بھی باقی رہ جاتا ہے جب وہاں ایک سیکولر ریاست قائم کر دی جائے جس کی سپریم اتھارٹی' خدائے ابراہیمؑ کے بجائے ریاست کو سونپ دی جائے اور اعلیٰ ترین قانون شریعت کے بجائے ریاستی قانون قرار دیدیا جائے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام کرنے اور اس کے حرام کو حلال قرار دینے کے بعد بھی ریاست دین ابراہیم پر استوار قرار دی جاسکتی ہے؟ قارئین نوٹ کریں کہ رقم کو سود پر قرض دینا' دین ابراہیمؑ میں' اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ یہودیوں نے توریت میں ترمیم کر کے غیر یہودیوں سے سود لینا جائز کر دیا۔ آج اس پاک زمین میں نہ صرف سود جائز کر دیا گیا ہے بلکہ کئی اور محرمات کو حلال کر لیا گیا ہے۔

دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین کو پوری نوع انسانی کے لئے مقدس قرار دیا تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو انسان دین ابراہیم قبول کر لے اسے ان برکتوں اور رحمتوں میں سے حصہ ملے جو ایمان لانے والوں کے لئے مخصوص ہیں۔ پھر ارض مقدس کی کلی ملکیت یہودیوں کو کیسے مل سکتی ہے؟

جب ہم اس کتاب میں ایسے اہم سوالات کا جواب دینے کی کوشش کرینگے' قارئین کے لیے یہ سوال و جواب ذہن میں رکھنا بہتر ہوگا' جو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رب سے کیا تھا۔

وَاِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ

[۱۲۴]

’اور جب ابراہیم کے رب نے اسے بعض احکام سے آزمائش میں مبتلا کیا تو اس نے انہیں پورا کر دکھایا تب (رب نے) فرمایا: ’میں تجھے بنی نوع انسان کا امام بناتا ہوں‘ (ابراہیمؑ نے) پوچھا ’اور میری اولاد میں سے؟‘ فرمایا ’میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا‘ (یعنی ظلم واستحصال اور جبر وتشدد کرنے والے امامت کے اہل نہیں) (قرآن: سورۃ البقرہ۔۱۲۴)

قرآن جن حرکتوں کو ظلم قرار دیتا ہے ان میں عوام کو جبراً ان کے گھروں سے نکالنا اورانہیں در سے بے در کرنا شامل ہے خصوصاً جب انکا قصور اس کے سوا کچھ اور نہ ہو کہ وہ اللہ پر ایمان لائے۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ [۳۹] الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ [۴۰]

’جن لوگوں سے جنگ کی گئی انہیں اجازت دی جاتی ہے (کہ وہ بھی ہتھیار اٹھالیں) کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا۔ یقیناً اللہ سب سے زیادہ طاقتور ہے کہ ان کی مدد کرے جنھیں ان کے گھروں سے نکالا گیا صرف اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔‘ (قرآن: سورۃ الحج: ۴۰۔۳۹)

یہ بعینہ وہی طریقہ ہے جس سے اسرائیل کی ناجائز ریاست قائم کی گئی۔ ایک اور جرم جس کی سخت قرآن مذمت کرتا ہے وہ احکام الٰہی کو بدلنا ہے۔ یہودیوں نے اس ظلم کا ارتکاب اسوقت کیا جب انہوں نے توریت میں تبدیلی کی اور اللہ کے الفاظ کی جگہ اپنے الفاظ لکھ دیئے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ [۲۱]

’اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔(قرآن؛سورۃ الانعام:۲۱)

ہماری کتاب’ابراہیمؑ کا دین اور اسرائیلی ریاست‘ ایسی کئی تحریفوں کی نشاندہی کرتی ہے جو یہودیوں نے کتاب اللہ میں کیں۔

حضرت موسیٰؑ

ارض مقدس کا ذکر اگلی بار کوئی ۵۰۰ سال کے وقفے کے بعد آتا ہے جب حضرت موسیٰؑ یہودیوں سے کہتے ہیں کہ ارض مقدس پہنچ کر اس پر قبضہ کرلیں۔ وہ انھیں فرعون کی غلامی سے نکال چکے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک عظیم معجزہ پیش آچکا تھا جب سمندر دوحصوں میں تقسیم ہوگیا تھا اور انھیں بچ کر نکل آنے کا موقع مل گیا تھا اور ان کے دشمن غرق کردیئے گئے تھے۔صحرائے سینائی سے حملے کا آغاز کیا جانا تھا۔

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ [۲۱]

’اے میری قوم ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ اور (مقابلے سے) پیٹھ نہ پھیرو ورنہ سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے‘ (قرآن سورۃ المائدہ:۲۱)

یہ آیت سورۃ الانبیاء کی آیت ۷۱ کی تائید کرتی ہے۔کیوں کہ یہودی حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تھے اور ان کے دین پر عمل پیرا تھے اور اپنے پیغمبرؑ کی تعلیم کے مطابق زندگی بسر کررہے تھے انھیں ارض مقدس میں داخل ہونے کا حق تھا۔ یہ سرزمین ان کی تھی!

حضرت موسیٰؑ کی وفات کے کچھ عرصے بعد یہودی ارض مقدس میں داخل ہونے

میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن اردگرد میں رہنے والے جنگجو قبائل انھیں ہراساں کرتے رہتے۔ بعض اوقات انھیں جان بچانے کے لئے بھاگنا پڑتا۔ قرآن اس کا ذکر کرتا ہے اور ان کی اس خواہش کا کہ ان کا کوئی بادشاہ ہو جس کی قیادت میں وہ پورا فلسطین حاصل کرلیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ
الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو
فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ [۲۴۳]
وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ [۲۴۴]
مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ
أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ
[۲۴۵] أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ
مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا
قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا
وَأَبْنَائِنَا فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ [۲۴۶]

'کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو (ارض مقدس میں) اپنے گھروں سے نکالے گئے حالانکہ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے (لیکن موت سے خائف تھے)۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ 'مرجاؤ'۔ پھر اس نے انہیں دوبارہ زندگی دی کیونکہ اللہ انسانوں پر بے حد فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اللہ کی راہ میں لڑو اور جان لو کہ اللہ سب دیکھتا اور سنتا ہے۔ (یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ چاہتا ہے کہ تم ظلم واستحصال کرنے والوں سے

لڑو جو تمہیں تمہارے گھروں سے نکالتے ہیں)۔

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تا کہ اللہ اسے کئی گنا کر کے لوٹائے۔ یہ اللہ ہی ہے جو رزق کو کم کرتا ہے اور وہی ہے جو اسے بڑھاتا ہے اور اسی کی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔

کیا تم اسرائیل کے ان سربرآوردہ لوگوں سے واقف نہیں ہو جنہوں نے نبیؑ سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ بنا دیجیئے تا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کر سکیں۔ نبی نے کہا کہ ممکن ہے کہ تمہیں لڑنے کا حکم ملے اور تم لڑنے سے انکار کر دو۔ انھوں نے کہا ہم لڑنے سے کیسے انکار کرینگے جب کہ ہمیں اور ہمارے خاندانوں کو گھروں سے نکال دیا گیا ہے۔ لیکن جب انھیں لڑنے کا حکم ملا تو ایک مختصر گروہ کے سوا سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔' (قرآن سورہ البقرۃ:۲۴۳-۲)

جس نبیؑ نے ان سے لڑنے کا پیمان لیا تھا وہ سموئیل علیہ السلام تھے۔ یہودیوں نے لڑنے کا وعدہ تو کر لیا مگر اس کی پاسداری نہ کر سکے۔ بہر حال اصول یہ طے ہوا کہ جن لوگوں کو گھروں سے نکالا جائے انہیں لڑنے کا حق ہے۔ اور یہ وہ اصول ہے جو ان کی اپنی زبانوں سے بیان ہوا ہے۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ فلسطین میں ایک ریاست وہاں کے اصل باشندوں کو وہاں سے بے دخل کر کے قائم کی جائے' ان سے ان کے کھیت اور گھر بار چھین لئے جائیں اور وہ لوگ بھی جو خدائے ابراہیمؑ کی عبادت کرنے والے ہوں۔ ۵۹ برس سے زیادہ ہو چکے ہیں لیکن انھیں ان کے گھر لوٹنے نہیں دیا جا رہا۔

مصر میں ظلم وستم سے نجات حاصل کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو ایک بار پھر اس بابرکت زمین کی ملکیت ملی۔ بائبل بتاتی ہے کہ جوشوا نے ان کی رہنمائی فلسطین تک کی۔ قرآن میں جوشوا کا ذکر تو نہیں آیا لیکن ارض مقدس انھیں ملنے کی تصدیق آئی ہے۔

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ

عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ [۱۳۷]

’ان لوگوں کو جو زمین میں کمزور بنا دئے گئے تھے ہم نے اس زمین کا مشرقی اور مغربی حصہ عطا فرمایا جسے ہم نے برکت دی تھی۔ اور اس طرح تیرے رب کا وعدہ بنی اسرائیل سے پورا ہوا کیونکہ انہوں نے صبر کیا تھا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم نے جو کچھ بنایا تھا اسے غارت کر کے رکھ دیا۔‘

(قرآن: الاعراف: ۱۳۷)

اس سے پہلے بنی اسرائیل نے ارض مبارک میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا تو دو افراد نے انھیں داخل ہونے پر آمادہ کرنا چاہا تھا۔ مفسرین بتاتے ہیں کہ ان میں سے ایک جوشوا تھے۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ڬ وَعَلَي اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [۲۳]

’لیکن ان کے متقی لوگوں میں سے دو‘ اللہ نے جن پر اپنا فضل کیا تھا‘ نے کہا ان پر دروازے سے حملہ کرو جب تم (شہر کے) اندر پہنچ جاؤ گے تو تم ان پر غالب آ جاؤ گے اور اللہ پر بھروسہ رکھو اگر تم مومن ہو۔‘

(قرآن: المائدہ: ۲۳)

سلیمانؑ

۵۰۰ مزید سال گزرنے کے بعد‘ قرآن ایک مرتبہ اور ارض مقدس کا ذکر کرتا ہے جب اللہ عزوجل حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت بیان کرتے ہیں۔

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ

بٰرَكْنَا فِيْهَا وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ [٨١]

'ہم نے ہواؤں کو سلیمانؑ کے تابع کر دیا تھا اور وہ اس کے حکم کے مطابق چلتی تھیں اس سرزمین میں جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہم تمام چیزوں کا علم رکھتے ہیں۔' (الانبیاء۔۲۱:۸۱)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب اسرائیل کی (اسلامی) ریاست دنیا کی حکمران ریاست بن گئی۔ اتنی شاندار ریاست جو نہ اس سے قبل کسی کو دی گئی اور نہ بعد میں۔ حضرت سلیمانؑ کا دور اسرائیلیوں کا سنہرا دور تھا۔

محمد ﷺ

قرآن پانچویں مرتبہ ارض مقدس کا ذکر اس وقت کرتا ہے جب وہ اس معجزاتی سفر (یعنی سفر معراج) کو بیان کرتا ہے جو اللہ کے آخری رسول سیدنا محمد ﷺ کو نبوت کے بارہویں سال پیش آیا جب آپ ﷺ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا اور پھر آپ ﷺ کو آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ [١]

'پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے (محمد ﷺ) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گردونواح کو ہم نے برکت دی تاکہ اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بے شک اللہ سب سننے اور دیکھنے والا ہے۔'

(قرآن: بنی اسرائیل:۱)

مسجد اقصیٰ کے متعلق تفصیل ہمیں حضرت محمد ﷺ کی حدیث سے ملتی ہے۔ جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو یہ کہتے سنا کہ جب قریش نے

میری بات کا یقین نہ کیا تو اللہ نے یروشلم کو میری آنکھوں کے سامنے کر دیا اور میں نے اس کی تفصیل دیکھ کر بیان کی۔(صحیح بخاری)

نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ تین مقامات کے سوا ثواب کی نیت سے سفر کا قصد نہ کریں جو یہ ہیں۔مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔(صحیح بخاری)

سنن ابوداؤد میں حضور ﷺ کی یہ حدیث ملتی ہے۔

'میمونہ ابن سعد نے کہا: 'اے اللہ کے رسول ﷺ ہمیں بیت المقدس کے سفر کے بارے میں اسلامی احکام سے آگاہ فرمائیں، تو اللہ کے رسول نے فرمایا:

'وہاں جاؤ اور اللہ کی عبادت کرو۔لیکن اس وقت تمام شہر جنگ سے متاثر تھے اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا: 'اگر تم وہاں نہ جاسکو تو چراغوں کے لئے کچھ تیل ہی بھجوادو'

جنرل ٹائیٹس کے زیر کمان رومن فوج نے ۷۰ء میں یروشلم پر حملہ کیا تو حضرت سلیمانؑ کے ھیکل کو تباہ کر دیا۔جب حضرت عمرؓ کے دور میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا تو وہ اسی تباہ شدہ حالت میں تھا۔انھوں نے حکم دیا کہ ایک خالی جگہ مسجد اقصیٰ تعمیر کی جائے (تاکہ انبیاء کی سرزمین میں اللہ تعالیٰ کی عبادت دوبارہ شروع ہو سکے۔مترجم)

باب۴

قرآن کا اعلان۔ارض مقدس بشمول یروشلم بنی اسرائیل کو عطا کی گئی تھی

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ [۲۰] يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ [۲۱]

’جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تم میں سے نبی اٹھائے اور تمہیں بادشاہ بنایا اور تمہیں وہ کچھ دیا جو کسی قوم کو نہیں دیا۔اے قوم ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ اور (لڑائی سے) پیٹھ نہ پھیرو ورنہ سخت خسارہ اٹھاؤ گے۔‘ (المائدہ۔۵:۱۔۲۰)

ڈینئل پائپز اپنے لاس اینجلز ٹائمز کے آرٹیکل ’یروشلم مسلمانوں سے زیادہ یہودیوں کے لئے اہم ہے‘ (مورخہ جولائی ۲۱’ ۲۰۰۰ کی اشاعت) میں مسلمانوں کا یروشلم پر دعویٰ مسترد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یروشلم کا ذکر قرآن میں ایک مرتبہ بھی نہیں آیا۔ یہ سچ ہے کہ لفظ یروشلم قرآن میں مذکور نہیں۔

لیکن اس کا سبب یروشلم کا اہم نہ ہونا نہیں بلکہ مشیئت ایزدی کی مصلحت ہے جس کے تحت ہر راز اپنے وقت پر ہی منکشف ہوتا ہے۔قرآن یروشلم کا ذکر ایک بستی کے طور پر کرتا ہے جسے تباہ کر دیا گیا تھا اور اس کے باشندوں پر پابندی تھی کہ وہ وہاں لوٹ کر نہیں

جا سکتے اور نہ وہاں اقتدار حاصل کر سکتے تھے۔ یہ پابندی اس وقت تک تھی جب تک یاجوج وماجوج نہ کھل جائیں (الانبیاء۔۲۱:۹۵-۹۶)۔ یروشلم کا عربی نام بیت المقدس احادیث میں کئی مرتبہ آیا ہے۔ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ ڈاکٹر پائپز نے قرآن کی ان آیات کو قطعاً نظر انداز کر دیا جن میں اللہ تعالیٰ نے ارض مقدس (یروشلم جس کا دل ہے) بنی اسرائیل کو دینے کا اعلان کیا ہے۔ جب موسیٰؑ نے یہودیوں کو فرعون کی غلامی سے چھڑایا اور ایک معجزے سے ان سے سمندر پار کروایا تو انھوں نے حکم دیا کہ:

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ [۲۱] قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ [۲۲] قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۵ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [۲۳]

’اے قوم ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ اور (جنگ سے) پیٹھ نہ پھیرو (کیونکہ ایسا کرنا تمہارے عقیدے کے خلاف ہوگا)۔ ورنہ تم سخت خسارہ اٹھاؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا: وہاں جابر لوگ بستے ہیں اور جب تک وہ وہاں رہتے ہیں تب تک ہم وہاں نہ جائیں گے۔ اگر وہ وہاں سے نکل گئے تو ہم وہاں جائیں گے‘ (دیکھیں عہد نامہ قدیم۔ کتاب اعداد ۱۳:۳۲-۳۳)

’تب خدا کا خوف رکھنے والے دو افراد نے کہا (توریت کی رو سے جوشوا اور کیلب) جن پر اللہ کا فضل ہوا تھا‘ ان پر سامنے (کے دروازے) سے حملہ کرو اگر تم اندر داخل ہو گئے تو تم ضرور فتح یاب ہو گے۔ اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم اس پر ایمان رکھتے ہو‘ (المائدہ۔۵:۲۱-۲۳)

قَالُوا يٰمُوسٰى إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ
وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُونَ [۲۴] قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا
نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِينَ [۲۵] قَالَ
فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا
تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِينَ [۲۶]

انہوں نے کہا: 'ہم وہاں (یعنی ارض مقدس میں) کبھی داخل نہ ہونگے تم اور تمہارا رب جائیں اور ان سے لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ موسیٰ نے کہا' اے رب میرا اختیار صرف اپنی جان پر ہے اور اپنے بھائی پر پس تو ہم میں اور نافرمان گنہگاروں میں فرق کردے۔ تو (اللہ نے حکم دیا کہ) ان پر وہ سرزمین چالیس سال تک حرام رہیگی۔ وہ (سینائی میں) چالیس سال بھٹکتے رہینگے۔ ان نافرمان گنہگاروں کے لئے غم نہ کرو' (المائدہ۔۵:۲۴۔۲۶)

قرآن کریم میں اور مقامات پر بھی یہی بات دوہرائی گئی ہے کہ ارض مقدس یہودیوں کو دی گئی تھی۔

فَأَرَادَ أَنْ يَسْتَفِزَّهُمْ مِنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَعَهُ جَمِيعًا
[۱۰۳] وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَاءِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا
جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا [۱۰۴]

'فرعون نے ارادہ کیا کہ زمین سے بنی اسرائیل کا نام ونشان مٹادے تو ہم نے اسے اور جو اس کے ہمراہ تھے ان کو غرق کردیا۔ اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ ارض (مقدس) میں آرام سے رہو' (بنی اسرائیل۔ ۱۷:۱۰۴۔۱۰۳)

ایک بار پھر:

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ

وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ [۱۳۷]

'ہم نے اس قوم کو جو زمین میں کمزور تھی مبارک زمین کے مشرق ومغرب کا وارث بنا دیا۔اور بنی اسرائیل سے ان کے صبر کے سبب اللہ کا اچھا وعدہ پورا ہوا اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم نے جو کچھ بنایا تھا اسے غارت کر دیا'

(الاعراف۔۷:۱۳۷)

یہ بات حیرتناک ہے کہ یہودی اور صیہونی علماء نے نہایت ہوشیاری سے قرآن کے ان اعلانات کو نظر انداز کیا جن میں ارض مقدس یہودیوں کو عطا کرنے کا ذکر آیا ہے۔

'اے میری قوم ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہیں دی ہے'

'ہم (اللہ) نے اسرائیلیوں سے کہا ارض مقدس میں آرام سے رہو'

'ہم اس قوم کو جو زمین میں کمزور تھی مبارک زمین کے مشرق ومغرب کا وارث بنا دیا اور بنی اسرائیل سے ان کے صبر کے سبب اللہ کا اچھا وعدہ پورا ہوا'

ہمارے وہ قارئین جو خلوص سے فلسطین کی تقدیر سے متعلق سچ تک پہنچنا چاہتے ہیں سنجیدگی سے غور کریں کہ یورپین یہودی، صیہونی اور اسرائیلی علماء کس طرح قرآن میں موجود حقائق سے روگردانی کر رہے ہیں۔ یہ کتاب اس تعجب خیز رویے کی وضاحت کرتی ہے۔ یہ وضاحت اس امر میں پوشیدہ ہے کہ انہوں نے توریت میں رد وبدل کر کے ارض مقدس کی وراثت کی شرائط کو ہٹا کر اسے غیر مشروط وراثت میں بدل دیا۔ اس فراڈ کو جو توریت میں کیا گیا ہے قرآن بے نقاب کرتا ہے۔ یہ فراڈ کیا ہے؟

باب۵

ارض مقدس کی وراثت کی شرائط

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ [۱۰۵]

'اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد (یہ قانون) لکھ دیا تھا کہ ارض (مقدس) کے وارث میرے نیک بندے ہونگے' (قرآن: سورۃ الانبیاء: ۱۰۵)

اگر ڈاکٹر پائپز قرآن کی عبارت سے واقف ہوتے جس کے تحت ارض مقدس یہودیوں کو دیا گیا (اور یہ ناممکن ہے کہ وہ واقف نہ ہوں) تو انہیں پوچھنا چاہئے تھا کہ مسلمانوں کو کیا حق تھا کہ یہودیوں کو ارض مقدس سے نکالیں جسے اللہ تعالیٰ نے انہیں دیا تھا؟ انہوں نے یہ سوال اس لئے نہیں اٹھایا کہ اس طرح ایک پنڈورا بکس کھل جاتا۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ قرآن کی طرف توجہ نہیں کرنا چاہتے' خصوصاً جہاں وہ یہودیوں اور ارض مقدس کے متعلق کلام کرتا ہے۔ اور دوسری یہ کہ قرآن کی ایک آیت میں بتایا گیا ہے کہ ارض مقدس کی وراثت مشروط ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ قرآن نے مندرجہ بالا آیت میں 'زمین' کا لفظ پوری زمین کے لئے نہیں بلکہ زمین کے ایک خاص ٹکڑے یعنی ارض مقدس کے لئے استعمال کیا ہے۔ کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ایک صریح غلط بات ہوتی' آج بھی اور تاریخ کے اعتبار سے بھی۔ اس کتاب کے لکھتے وقت پوری دنیا کے جو حکمران ہزاریہ سربراہی کے لئے نیو یارک میں جمع ہوئے ہیں وہ انسانیت کی تلچھٹ ہیں۔ وہ اس ریاکار' زوال آمادہ' استحصالی اور یقینی طور پر خدا بیزار' بے دین نظام کے ممکنہ بہترین نمائندے ہیں۔ اور اس

خون چوسنے والے اعلیٰ طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں جس نے بنی نوع انسان کو غلام بنا رکھا ہے۔

لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ہر حرف ہمیشہ صحیح ہوتا ہے۔ وہ کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ اس لئے اس آیت میں زمین یا علاقہ کا لفظ روئے زمین کے لئے نہیں ہوسکتا۔ تو پھر وہ کس زمین کا ذکر ہے؟ اس سوال کا جواب توریت اور زبور میں واضح طور پر موجود ہے۔ حتیٰ کہ اناجیل میں بھی۔ (لیکن ان کے تراجم ایسے ہیں کہ اس کی شناخت نہیں ہوسکتی)۔ وہ ارض مقدس ہے لیکن ترجموں میں اسے زمین لکھ دیا گیا ہے۔

> 'وہ آدمی کون ہے جو خدا سے ڈرتا ہے؟ تو وہ اسے ایسا راستہ سکھائے گا جو اسے پسند ہے۔ اس کی روح سکون سے رہے گی اور اس کی اولاد (مقدس) سرزمین کی وارث ہوگی۔ مالک کے راز صرف ان کے پاس ہیں جو اس سے ڈرتے ہیں اور وہ انہیں اپنا عہد دکھائیگا۔' (انجیل: ۲۵:۱۲:۱۴)
>
> 'لیکن کمزور ارض (مقدس) کے وارث ہونگے اور ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ (بشرطیکہ وہ راست رو رہیں)۔' (انجیل: ۳۷:۲۹)
>
> 'کمزوروں پر رحمت ہوگی کیونکہ وہ (مقدس) سرزمین کی وراثت پائینگے۔' (میتھیو: ۵:۵)

لفظ زمین یا علاقہ کا ثبوت اس ضمن میں قرآن میں ملتا ہے' جہاں بتایا گیا ہے کہ اسرائیلی دو مرتبہ زمین میں فساد پھیلائیں گے (یعنی زبردست استحصال اور شقاوت کا مظاہرہ کریں گے)۔

> وَقَضَيْنَآ اِلٰی بَنِیٓ اِسْرَآءِيْلَ فِی الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا [۴]
>
> 'اور ہم نے کتاب میں اسرائیلیوں کو صاف طور پر بتا دیا تھا کہ وہ دو مرتبہ زمین میں فساد (ظلم و ستم اور استحصال) پھیلائیں گے اور بے انتہا خودسری

کا مظاہرہ کرینگے۔' (قرآن: سورۂ بنی اسرائیل: ۱۷:۴)

اس امر پر اجماع ہے کہ یہاں زمین سے مراد مقدس سرزمین ہے۔ اور یوں تمام سماوی صحیفے ایک آواز ہوکر کہتے نظر آتے ہیں کہ ایمان اور راست روی ہی وہ شرائط ہیں جن کی بنا پر یہودی ارض مقدس کا قانونی قبضہ حاصل کر سکتے ہیں اور وہاں رہ سکتے ہیں۔ لیکن کسی نے توریت کو دوبارہ لکھ کر ان شرائط کو ختم کر دیا۔ اس نے لکھا:

'اس لئے جان لو کہ تمہاری راست روی کی وجہ سے تمہیں تمہارے خداوند خدا نے یہ اچھی سرزمین نہیں دی بلکہ تم گردن اکڑانے والے لوگ ہو۔'

(کتاب استثناء: ۶:۹)

ڈاکٹر پائپز کے لئے اس جھوٹ کا دفاع کرنا ممکن نہ ہوگا جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور دین ابراہیمی پر باندھا گیا ہے۔ دراصل اس کے لئے زیادہ ذہانت' اخلاقی فراست اور روحانی بصیرت درکار نہیں کہ اس بیان کا جھوٹ ہونا معلوم ہو جائے۔ یہ اس کامل ہستی کے عدل کامل سے مناسبت نہیں رکھتا۔ یہ درحقیقت ایک جعلسازی ہے۔ اور یہ اس لئے روا رکھی گئی ہے کہ خداوند عالم کی شرائط کو نابود کیا جاسکے۔ اگر تمام زمین میں سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا اللہ تعالیٰ نے پاک سرزمین بنانے کے لئے منتخب کیا تھا تو پھر اس نے وہ 'گردن اکڑانے والے لوگوں' کو غیر مشروط طور پر کیوں دیدیا' چاہے وہ راست رو ہوں یا راست روی کے اصولوں کو بری طرح پامال کر دیں۔

ثانیاً تاریخی ریکارڈ ثابت کرتا ہے کہ یہودیوں کو ایک بار نہیں بلکہ بار بار راست روی سے بھٹک جانے کے سبب اس پاک سرزمین سے نکالا گیا۔ قرآن ان جلاوطنیوں کا ذکر کرتا ہے اور آخری جلاوطنی کے بعد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلان فرماتے ہیں کہ جب بھی یہودی ان حرکتوں کو دہرائینگے ان کی سزا کو دہرایا جائیگا (قرآن: سورۂ بنی اسرائیل: ۸) کئی اسرائیلی یہودی (جو یورپی نہیں ہیں) اعتراف کرتے ہیں کہ ان کے گناہوں کے سبب انھیں فلسطین سے نکالا گیا۔ یورپ کے بے دین صیہونی اس نظریے پر یقین کرنے

سے انکار کرتے ہیں۔

یہودی ہماری دلیل کا یہ جواب دیتے ہیں کہ کتاب استثناء کی آیت ٦:٩ کا مقصد صرف یہ تھا کہ انہیں یاددہانی کی جاسکے کہ وہ سرزمین انہیں انکے جدامجد حضرت ابراہیمؑ کی راست روی کے سبب دی گئی تھی۔ بہ الفاظ دیگر زمین کی ان کو منتقلی اوراس کی وراثت ان کی سلاست روی کے صلے میں نہیں ہوئی تھی۔ اس دلیل سے یہ عندیہ نہیں ملتا کہ وہ سرزمین انہیں غیر مشروط طور پر نہیں دی گئی تھی۔ اور قرآن اس کی تکذیب کرتا ہے۔ قرآن کا موقف واضح ہے۔ وہ سرزمین انہیں مشروط طور پر دی گئی تھی۔ اور شرائط تھیں اللہ عزوجل پر ایمان اور 'راست روی'۔ (قرآن: سورۃ الانبیاء: ۱۰۵:۲۱)۔

یہودیوں کے اخراج کے ٦۰۰ سال بعد اللہ تعالیٰ نے فلسطین کو مسلمانوں کو دینے کا انتظام فرمایا جب ایک مسلم فوج نے اسے فتح کیا۔ حضرت عمرؓ کو ذاتی طور پر یروشلم آکر چابیاں وصول کرنے کی درخواست کی گئی۔ اس دن قرآن کریم کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ [١٦٥]

وہ اللہ ہی ہے جو تم کو ارض (مقدس) کا خلیفہ بنائیگا اور تم میں بعض کے درجے بڑھائیگا تا کہ وہ تمھارا اس بخشش پر امتحان کر سکے۔ کیونکہ تمہارا رب سزادینے میں بہت سریع ہے نیز نہایت معاف کرنے والا رحیم بھی ہے۔

(قرآن: الانعام: ١٦٥)

(یادرہے کہ بنی اسرائیل کو تمام لوگوں سے زیادہ دیا گیا تھا)

اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا کہ ارض مقدس کی وراثت مسلمانوں کو ملے گی اور اسطرح اس سرزمین میں سچ غالب آیا۔ جب سے یہ وراثت انہیں ملی ہے ایک مختصر مدت

کے سوا وہ اس پر ۱۲۰۰ سال سے زیادہ سے حکومت کر رہے ہیں۔ یہ ایک صریح ثبوت ہے اس حقیقت کا کہ مسلمانوں کے اقتدار کو رضائے ربانی حاصل ہے۔ یروشلم پر اپنے دعوے کی تائید میں یہودی اسکالرز کو مسلمانوں کے فلسطین پر طویل اقتدار کی کوئی توجیہ پیش کرنی چاہیئے۔

جب یورپ کے غیر اسرائیلی صیہونیوں نے اسرائیلی یہودیوں کو یہ فریب دیا کہ فلسطین میں انکی دوبارہ آبادکاری کو آسمانی تائید حاصل ہے اور اس طرح انہوں نے ارض مقدس پر قبضہ جمانے کی ایک مجنونانہ کوشش کی تو اصلی یہودیوں کے لئے ایک کھلی نشانی موجود تھی کہ وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ کیوں کہ وہ ربِ ابراہیمؑ پر ایمان اور راست روی دونوں سے محروم تھے۔ اور جب یہ صیہونی ریاست قائم ہوئی تو وہ کسی جدید لادین ریاست کی طرح شرک اور کفر پر مبنی تھی۔ جدید بے دین ریاستیں شرک اور کفر پر قائم ہیں جو دین ابراہیمؑ کی مکمل نفی ہے اور اسرائیل کی بنیاد بھی یہی تھی۔ اس حقیقت کی مکمل صراحت آپ کو حصہ دوم میں ملیگی۔

باب۶

یہود کا وراثت کی شرائط کو توڑنا
اور بطور سزا ارض مقدس سے اخراج

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا[۴] فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا [۵] ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا[۶] اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا [۷]

’اور ہم نے یہود کو پہلے ہی سے آگاہ کر دیا تھا کہ وہ دو مرتبہ ارض (مقدس) میں فساد پھیلائینگے اور بڑا بننے کی کوشش کرینگے (اور انہیں دونوں مرتبہ اس کی سزا ملیگی)۔ جب پہلی نافرمانی سرزد ہوئی تو ہم نے اپنے ان بندوں کو بھیجا جو سخت جنگجو تھے جو انکے گھروں کے اندر گھس گئے اور ہمارا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ اس کے کچھ عرصے بعد ہم نے تمہاری اولاد اور دولت سے مدد کی اور تمہاری تعداد بڑھا کر تمہیں ان پر غالب کر دیا۔ اگر تم نیکی کروگے تو اپنے لئے اور اگر نافرمانی کروگے تو اس کا خمیازہ خود ہی بھگتوگے۔ پھر جب دوسری سزا کا وقت آیا تو ہم نے نئے دشمنوں کو تم پر غلبہ عطا کر دیا اور انہیں

اسی طرح ہیکل میں گھسنے دیا جیسے پچھلے حملہ آور گھسے تھے اور انہوں نے وہاں خوب تباہی پھیلائی۔' (قرآن: سورۃ بنی اسرائیل: ۷۔۴)

قرآن پاک کی سترہویں سورت بنی اسرائیل کی تاریخ بیان کرتی ہے اور اس فریب کو بے نقاب کرتی ہے جو توریت میں جعلسازی سے شامل کر دیا گیا ہے۔

'اسلئے جان لو کہ تمہاری راست روی کی وجہ سے تمہارے مالک خدا نے تمہیں یہ اچھی زمین تمہیں نہیں دی اس لئے کہ تم گردن اکڑانے والے لوگ ہو۔' (توریت: کتاب استثناء: ۶:۹)

یہ بیان اس لئے جھوٹا ہے کہ اس کے ذریعے اس بنیادی اسلامی عقیدے کو بدلنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اچھے اعمال کا بدلہ اچھا اور برے اعمال کا برا نکلتا ہے۔ ارض مقدس یہود کو غیر مشروط طور پر نہیں دی گئی۔ اس طرح یہود کو یہ دلیل دینے کا موقع ملتا ہے کہ اگر انہوں نے راستی اور سلامت روی سے انحراف بھی کیا تب بھی ارض مقدس ان سے نہ چھینی جائیگی۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؑ راست روی پر قائم تھے اس لئے یہ سرزمین انہیں اور ان کی آنے والی نسلوں کو دی گئی تھی۔ لہذا راست روی سے ہٹ کر بھی وہ انھیں کی ملکیت رہیگی۔

کیونکہ توریت کی اس (جعلی) آیت کی رو سے وہ انہیں غیر مشروط طور پر دی گئی تھی۔

'اس لئے ان باتوں کو تم اپنے دل اور اپنی جان میں محفوظ رکھنا اور نشان کے طور پر ان کو اپنے ہاتھوں پر باندھنا اور وہ تمہاری پیشانی پر ٹیکوں کی مانند ہوں اور اپنے بچوں کو سکھاؤ' گھر میں رہو تو انہیں پڑھتے رہو اور انہیں اپنے گھروں کے دروازے پر لکھ کر لگا لو کہ تم اور تمہارے بچے اس زمین میں رہینگے اور مالک نے قسم کھائی ہے کہ جب تک زمین کے اوپر آسمان قائم ہے تم اس زمین میں بستے رہو گے۔ اگر تم ان ہدایات کی پیروی کرو جو میں نے

تمہیں دی ہیں۔ اس کے رستے پر چلتے ہوئے اور اس سے محبت کرتے ہوئے تو تمہارا مالک ان سب قوموں کو اس (سرزمین) سے نکال دے گا۔ تم ان قوموں کو بھی وہاں سے نکال سکو گے جو تم سے تعداد میں زیادہ اور قوت میں بڑھ کر ہیں۔ ہر وہ جگہ جہاں تمہارا قدم پڑے تمہارا ہوگا تمہاری زمین ویرانوں سے لبنان تک اور فرات سے مغربی سمندر تک ہوگی۔ تمہارا خداوند خدا تمہارا خوف تمام سرزمین پر طاری کردے گا جیسا کہ اس نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ (کتاب استثناء:۱۱: ۲۵۔۱۸)

(مائیکل اویوناہ کا مضمون جو جیوش انسائیکلوپیڈیا میں شائع ہوا' بتاتا ہے کہ داؤدؑ کے دور میں فتوحات مصر سے فرات تک پھیل گئیں گو ان پر مکمل تسلط سلیمانؑ کے عہد میں ملا۔

لیکن کتاب استثناء:۹:۶ اور ۱۱: ۲۵۔۱۸ دونوں جھوٹے ہیں جہاں تک وہ سلامت روی کی شرط کو نظر انداز کرتے ہیں۔ قرآن صرف اس شرط کی تصدیق کرتا ہے (سورۃ الانبیاء:۱۰۵) بلکہ (کم از کم) دو ایسے موقعوں کی یاد دلاتا ہے جب بنی اسرائیل نے دین ابراہیمؑ کی خلاف ورزی کی اور راست روی کو ترک کر دیا تو حق تعالیٰ جل شانہ' نے انھیں اس سرزمین سے بے دخل کر دیا۔ (اس موضوع پر مزید تفصیلی گفتگو ہم نے اپنی کتاب ' دین ابراہیمؑ اور ریاست اسرائیل۔ قرآن کی نظر میں' میں کی ہے)

پہلے موقع پر جو ۵۸۷ برس قبل از مسیحؑ پیش آیا بیبیلون کی ایک فوج' جو بنوکدنذر (یا بخت نصر) کی کمان میں تھی' نے یروشلم کا محاصرہ کر لیا پھر شہر کو جلا ڈالا' شہریوں کو ہلاک کر دیا اور ہیکل سلیمانی کو تباہ کر دیا اور آبادی کے بہترین حصے کو غلام بنا کر بیبیلون لے گیا۔ نبی جرمیاہؑ نے پیش گوئی کی تھی کہ ایسا ہوگا (جرمیاہ:۳۶:۳۲)۔ یہ بالکل قرآن مجید میں اللہ سبحانہ' وتعالیٰ کے ارشاد کے مطابق تھا کہ 'ہم کسی قوم کو اس وقت تک تباہ نہیں کرتے جب تک وہاں ایک نذیر نہ بھیج دیں (قرآن: بنی اسرائیل:۱۶۔۱۵)۔ جن مصنفین نے زبور لکھی ہے' وہ خدائی سزا کو تسلیم نہیں کرتے لہذا شکایت کرتے ہیں:

'یا خدا قوموں نے آپ کی وراثت پر حملہ کر دیا' آپ کی مقدس عبادت گاہ کو تباہ کر ڈالا اور یروشلم کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا۔' (زبور: ۷۹:۱)

انہیں یہ سزا اس لئے دی گئی کہ انہوں نے اور باتوں کے علاوہ توریت کے حلال کو حرام کر دیا اور حرام کو حلال کر ڈالا۔ انھوں نے توریت کی عبارت بدل ڈالی تا کہ غیر یہود سے سود لینا حلال کر سکیں۔

''تو اپنے بھائی کو سود پر قرض نہیں دینا چاہے وہ رقم ہو یا اناج (کیونکہ بعض اوقات لین دین میں اناج بھی استعمال ہوتا تھا)۔ نہ کسی ایسی چیز کو سود پر دیگا جو سود پر دی جاتی ہے۔ کسی اجنبی (جو یہودی نہیں) کو البتہ سود پر قرض دے سکتا ہے۔' (کتاب استثناء: ۲۰-۱۹)

(ہماری دو کتابیں 'اسلام میں ربا کے حرام ہونے کی اہمیت' اور 'قرآن اور سنت میں ربا کی حرمت' اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالتی ہیں)۔

دوسرے موقع پر انہیں انبیاء کو قتل کرنے کے جرم میں ارض مقدس سے نکالا گیا (مثال کے طور پر دیکھیں سورۃ البقرہ: ۶۱)۔ انہوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو مسجد کے اندر قتل کیا۔ ان کے بیٹے حضرت یحیٰی دھوکے سے قتل کئے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی لگی لپٹی رکھی بغیر صریح الفاظ میں اس سنگین جرم کی مذمت کی۔

'ان (جرائم) کے سبب دانش خداوندی نے کہا: 'میں ان میں اپنے نبی اور رسول بھیجوں گا۔ جن میں سے بعض کو وہ ستائیں گے اور بعض کو وہ قتل کر دیں گے۔ تو میں ازل سے اب تک بہائے جانے والے تمام لہو کا انتقام یہود کی اس نسل سے لوں گا اور ہابیل سے زکریاؑ (جو قربان گاہ اور بیت اللہ کے درمیان قتل ہوئے') تک کے خون کی سزا میں اس نسل کو دوں گا۔'

(لیوک: ۱۱:۵۱-۴۹)

اس کے علاوہ انہوں نے فخر کیا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو

قتل کیا (لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا)۔

وَّقَوۡلِہِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِیۡحَ عِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ۚ وَمَا قَتَلُوۡہُ وَمَا صَلَبُوۡہُ وَلٰکِنۡ شُبِّہَ لَہُمۡ ؕ وَاِنَّ الَّذِیۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِیۡہِ لَفِیۡ شَکٍّ مِّنۡہُ ؕ مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوۡہُ یَقِیۡنًا ۙ [۱۵۷]

'انھوں نے (بڑے فخر سے) کہا: ہم نے اللہ کے پیغمبر مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا لیکن وہ درحقیقت اسے قتل نہ کر سکے اور نہ انھیں صلیب دے سکے لیکن انہیں ایسا لگا کہ وہ یہ قتل کر گزرے ہیں اور ان میں جو اختلاف کرتے ہیں شبہ میں گھرے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کوئی صریح ثبوت نہیں ہے کہ انھوں نے انہیں واقعتاً قتل کیا۔ درحقیقت وہ انھیں قتل نہیں کر سکے۔'

(قرآن: النساء: ۱۵۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیمبر کی نافرمانی اور ان کے قتل کی کوشش کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں دوسری مرتبہ سزا دی۔ ایک رومن فوج نے جنرل ٹائیٹس کی سرکردگی میں ۷۰ء میں یروشلم کا محاصرہ کر لیا۔ ٹائیٹس نے شہر تباہ کر دیا' ساکنوں کو قتل کر ڈالا اور بقیۃ السیف یہودیوں کو وہاں سے بے دخل کر دیا۔ ہیکل سلیمانی پھر سے برباد کر ڈالا گیا اور ایک ایک پتھر الگ الگ کر کے پگھلے ہوئے سونے کی تلاش کی گئی بعینہ جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ایک پتھر بھی دوسرے پر باقی نہیں رہیگا اور سب گرا دیئے جائینگے:

وَقَضَیۡنَاۤ اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ فِی الۡکِتٰبِ لَتُفۡسِدُنَّ فِی الۡاَرۡضِ مَرَّتَیۡنِ وَلَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا کَبِیۡرًا [۴] فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰہُمَا بَعَثۡنَا عَلَیۡکُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَکَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا [۵] ثُمَّ رَدَدۡنَا لَکُمُ الۡکَرَّۃَ عَلَیۡہِمۡ

وَأَمْدَدْنٰكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيْرًا[٦] إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا [٧]

'اور ہم نے بنی اسرائیل کو وحی کے ذریعے کھلی تنبیہ کی تھی کہ وہ دو مرتبہ ارض مقدس میں فساد برپا کرینگے اور بڑے تکبر میں مبتلا ہونگے (اور دونوں مرتبہ اپنے کئے کی سزا پائینگے)۔

جب پہلے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے تمہارے خلاف اپنے ایسے بندے بھیجے جو سخت جنگ جو تھے وہ تمہارے گھروں کے اندر گھس گئے اور ہمارا وعدہ پورا ہو کر رہا۔

پھر ہم نے تمہیں اولاد اور دولت سے مدد دی اور تمہاری تعداد میں ہمیشہ سے زیادہ اضافہ کر دیا۔

اور (ہم نے کہا) اگر تم نیکی کرو گے تو اپنے لئے کرو گے اور برائی کرو گے تو اپنے لئے۔ اور جب دوسری تنبیہ کے پورا ہونے کا وقت آیا تو (ہم نے نئے دشمن تمہارے خلاف کھڑے کر دیئے اور انہیں اس سے نہ روکا کہ) وہ تمہیں ذلیل کریں اور ھیکل سلیمانی میں گھس جائیں جیسے دشمن اس سے پہلے گھسے تھے اور مفتوحہ علاقے کو مکمل طور سے تباہ و برباد کر ڈالیں'۔

(قرآن: بنی اسرائیل: ١٧۔٤)

...... سَأُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ [١٤٥]

'عنقریب میں تمہیں نافرمانوں کے گھر دکھاؤنگا (کہ وہ کس طرح ویران پڑے ہیں)۔ (قرآن: الاعراف: ١٤٥)

قرآن ھیکل کا ذکر بطور 'مسجد' کرتا ہے جو دو مرتبہ تباہ کیا گیا۔ لیکن اس سے قبل وہ

رسول اکرم ﷺ کے معجزاتی سفرمعراج کا ذکر کرتا ہے (یعنی الاسراء یا معراج)۔

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ [۱]

’نہایت پاک ہے وہ ہستی جو لے گئی راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے ماحول کو ہم نے برکت عطا کی تا کہ ہم اسے اپنی بعض نشانیاں دکھاسکیں۔ بے شک وہ دیکھنے اور سننے والا ہے۔‘ (قرآن: بنی اسرائیل:۱)

قرآن جس مسجد کا ذکر کر رہا ہے وہ ہیکل سلیمانی کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتی جسے برگزیدہ نبی سلیمانؑ نے تعمیر کیا تھا اور جو دو مرتبہ تباہ ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی تصدیق کی ہے۔ قرآن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سفر کا مقصد بعض ’نشانیاں‘ دکھانا تھا (جو غالباً یروشلم کے مقدر کے بارے میں تھیں)۔

یہود کو دوسری مرتبہ سزا دینے کے بعد جس میں ارض مقدس سے ان کا خروج شامل تھا، اللہ جل شانہٗ نے ان پر واضح کر دیا کہ اگر وہ ارض مقدس کی وراثت کی شرائط کی خلاف ورزی کرینگے تو جن میں ایمان اور راست روی شامل ہیں انہیں پھر وہی سزا دی جائیگی۔

﴿......وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا......O﴾

’لیکن اگر تم نے اپنی (شرائط وراثت پامال کیں اور اپنی) حرکت دوہرائی تو ہم اپنی سزا کو دوہرائینگے (یعنی تمہیں پھر سے ارض مقدس سے نکال پھینکیں

گے)۔'(قرآن: بنی اسرائیل: ۸)

یروشلم کی تقدیر اس آیہ کریمہ میں صاف الفاظ میں بیان کر دی گئی ہے۔ اور یہ ان سب امور کے باوجود ہے:

کیمپ ڈیوڈ یا کہیں اور ہونے والے معاہدے جو فلسطین کے سیکولر قومی نمائندوں اور سیکولر یورپی یہودیت کے درمیان ہوئے۔

امریکی سینیٹ اور ایوان نمائندگان کی قراردادیں جنھوں نے برطانوی پارلیمنٹ کی جگہ اسرائیل کے ہمدرد اعظم کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔

اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل یا جنرل اسمبلی کی قراردادیں جس نے عالمی حکومت کا تاثر قائم کیا ہوا ہے۔

یروشلم کی تقدیر صاف طور سے اس بے دین' زوال پذیر اور استحصالی معاشرے میں نظر آتی ہے جو اس وقت اسرائیل میں قائم ہے اور جس نے ارض مقدس کو ناپاک کر رکھا ہے۔ اس کا کچھ حصہ اس کتاب کے حصہ دوم میں ریاست اسرائیل کے سیاسی شرک کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے اور جور با کی شکل میں اس کی معیشت میں جھلکتا ہے۔ یہ اسرائیل کی تقدیر ہے کہ وہ اسی سزا کا مستحق ہے جو پہلے بھی دوبارا سے مل چکی ہے۔ پہلی آسمانی سزا اسے اسوقت ملی جب اللہ رب العزت نے ایک عراقی فوج بھیج کر اسے تباہ کر دیا اور دوسری سزا اسے اسوقت ملی جب ایک رومن لشکر نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اور تیسری اور آخری سزا اسے اسوقت ملیگی جب ایک مسلم فوج اسے نیست و نابود کر دیگی۔

یروشلم میں جو خدائی نشانیاں رسول اکرم ﷺ کو معراج کے سفر کے دوران دکھائی گئی تھیں وہ اور باتوں کے علاوہ یروشلم کی تقدیر کے بارے میں تھیں۔ شاید یہ ڈینیئل پائیپز کی نگاہ میں نہ آسکیں۔

اللہ کے آخری رسول ﷺ نے آخری دور کو دیکھا۔ انھوں نے اپنی روحانی

نگاہوں سے یہود کو ارض مقدس میں لوٹتے اور جعلی اسرائیلی ریاست کا قیام دیکھا۔اور اس ظلم، جبر اور تشدد کا مشاہدہ کیا جو اسرائیل کے قیام کے سبب رونما ہوگا۔انھوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی واپسی دیکھی اور اسرائیلی ریاست کی مسلم فوج کے ہاتھوں تباہی کا نظارہ کیا۔اور آپ ﷺ نے اس سچائی، انصاف اور راست روی کا مشاہدہ کیا جو دین ابراہیمؑ کے نفاذ کے سبب ارض مقدس میں دیکھنے میں آئیگی۔

باب ۷

قبلے کی یروشلم سے مکہ تبدیلی

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ [۴۶]

'کیا وہ زمین میں سفر نہیں کرتے کہ وہ دانش سیکھ سکیں اور ان کے کان سننا سیکھ سکیں۔ حقیقتاً ان کی آنکھیں اندھی نہیں لیکن دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو چکے ہیں۔' (قرآن: الحج: ۴۶)

(وہ زمین میں گھومتے پھرتے نہیں تا کہ ان کے مردہ دل زندہ ہو جائیں۔ ایسے دل جو بظاہر زندہ ہیں حکمت اور دانش سیکھ کر سچ مچ حیات پالیں۔ اور ان کے کان سننا سیکھ جائیں اور داخلی سماعت حاصل کر لیں)۔

یہودی علماء اور ربی ارض مقدس سے ایک مذہبی اور جذباتی وابستگی کا دعویٰ کرتے ہیں جو یروشلم اور ھیکل سلیمانی سے محبت کے سبب ہے۔ اس عقیدے کے باعث وہ سوچتے ہیں کہ جب تک وہ فلسطین میں آباد نہیں ہو جاتے ان کا ایمان مکمل نہیں ہو سکتا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انہیں نہ صرف فلسطین پر تسلط جمانا ہو گا بلکہ وہاں اسرائیلی ریاست بھی قائم کرنی ہو گی' جس کا مرکز یروشلم ہو اور ھیکل سلیمانی کی دوبارہ تعمیر ان کا جزو ایمانی ہے۔ جبکہ صیہونیوں کو اس سرزمین' ہیکل اور شہر سے کوئی مذہبی لگاؤ نہیں ہے۔ صیہونیوں کی ان سے وابستگی صرف سیاسی' تاریخی اور سیکولر قومی ہیں۔ کیونکہ سیکولر اقدار وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں تا کہ بدلتی ہوئی سیکولر دنیا کے ساتھ چل سکیں' یہ اقدار ہمیشہ

تغیر پذیر رہتی ہیں اور کبھی جامد نہیں ہوتیں۔ اس لئے صیہونی اور یورپی یہود کا یروشلم کے ساتھ تعلق وقت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ لیکن یہود کا مذہبی طبقہ اس بنیادی عقیدے کے ساتھ سختی کے ساتھ وابستہ ہے۔

اس کے برعکس دین کا مادّہ ایمان میں پنہاں ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان' اس کے فرشتوں پر' اس کی کتابوں پر' اس کے رسولوں پر' یوم قیامت پر' موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر اور جنت ودوزخ پر ایمان۔ ایمان انسان کے دل میں ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حق (سچ) ہے۔ جب ایمان حاصل ہوتا ہے تو انسان کے دل میں سچ داخل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر سرزمین سے' ہر شہر سے اور ہر عبادت گاہ سے بڑے ہیں۔ 'میری زمینوں اور میرے آسمانوں میں اتنی وسعت کہاں کہ میں ان میں سما سکوں لیکن میں اپنے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں۔' (حدیث قدسی)

جب آخری رسول ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو علمائے یہود پر زوال آ چکا تھا اور انہوں نے محض ظاہری مراسم عبادت کو دین سمجھ لیا تھا اور دین کے داخلی تقاضوں کو سمجھنے سے قاصر تھے اس لئے انہوں نے رسول اکرم ﷺ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے علاوہ حضرت محمد ﷺ یہودی نہیں تھے اس لئے ان علمائے یہود نے بھی جو آپ کو پہچان چکے تھے یہ کہہ کر آپ کو نبی ماننے سے انکار کر دیا کہ یہود کا نبی غیر یہودی نہیں ہو سکتا۔ جب نبی اکرم یہودیوں کے عین درمیان یعنی مدینہ تشریف لے گئے تو آپ اس وقت روزہ رکھتے جب وہ روزہ رکھتے اور اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے جدھر یہودی رخ کرتے (یعنی یروشلم کی طرف)۔ لیکن ۱۷ ماہ گذر جانے کے بعد واضح ہو گیا کہ یہود آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائینگے اور اپنی دولت اور سازشوں سے مختصر سی مسلم آبادی میں انتشار پھیلائینگے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حکم دیا کہ مومن اپنا رخ یروشلم سے پھیر کر بیت اللہ شریف (مکّہ) کی طرف کر لیں۔

تحویل قبلہ کا یہ حکم یہودیوں پر نہایت گراں گذرا اور انہوں نے اس پر بڑی تنقید

کی۔ ان کا کہنا تھا کہ دین ابراہیمی یروشلم سے منسلک ہے۔قرآن نے اس کا جواب حقارت سے دیا:

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَاوَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [۱۴۲]

'انسانوں میں جو بے وقوف ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ کس چیز نے انہیں اس قبلے سے پھرادیا جس کا وہ رخ کرتے تھے۔ کہہ دو کہ اللہ ہی کے لئے ہے مشرق اور مغرب اور وہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھادیتا ہے۔

(قرآن: البقرہ:۱۴۲)

قرآن نے بتادیا کہ یہودی اتنی شدت سے یروشلم کو دین کا مرکز تسلیم کرتے ہیں کہ چاہے کتنی بڑی نشانی آجائے وہ مکہ کو قبلہ تسلیم نہیں کرینگے۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ......

'چاہے تم تمام نشانیاں لے آؤ اہل کتاب کبھی تمہارا قبلہ تسلیم نہیں کرینگے۔'

(قرآن: البقرہ:۱۴۵)

قرآن نے آخرکار واضح کردیا کہ یروشلم یا اس کا ہیکل ایمان کا مرکز نہیں رہا۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْمُتَّقُوْنَ [۱۷۷]

'نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کی طرف بلکہ نیکی یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور آخرت پر فرشتوں پر اور کتاب پر اور پیغمبروں پر اور اپنا مال (اسکی محبت کے باوجود) خرچ کرو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں پر' یتیموں پر' مسافروں پر' سائلوں پر' غلاموں کی رہائی پر اور یہ کہ تم نمازوں اور زکوٰۃ کی پابندی کرو اور ان وعدوں کی تکمیل کرو جو تم نے کئے ہیں اور صبر کرو مشکلات میں (یعنی درد و تکلیف میں اور بیماری میں اور جنگ میں اور خوف و دہشت کے لمحات میں) اور ایسے ہی لوگ درحقیقت متقی ہیں۔' (قرآن: البقرہ: ۱۷۷)

لہذا قبلے کی تبدیلی کا کوئی غلط اثر ایمان لانے والوں پر نہیں پڑا۔ بلکہ اس طرح ان (تنگ نظر) لوگوں کی اصلاح ہوسکی جنھوں نے دین کو کسی مقام یا زمین کے ساتھ مقید کر رکھا تھا۔ یہودیوں کو بتایا گیا کہ گو محمد ﷺ یہودی نہیں ہیں اور انہوں نے یروشلم سے اپنا رخ پھیر لیا ہے اور انہوں نے یروشلم کو آزاد کرانے کی کوشش بھی نہیں کی لیکن اس کے باوجود وہ خدائے ابراہیمؑ کے سچے رسول ہیں۔ اور جو دین وہ لے کر آئے ہیں وہ سچا ابراہیمی دین ہے جس پر موسیٰ' داؤد سلیمان اور مسیح ابن مریم ایمان لائے۔ تحویل قبلہ نشاندہی کرتا ہے کہ یروشلم دین کی بنیاد نہیں (نیز یہ بھی کہ قوموں کی امامت یہود سے لے کر حضرت محمد ﷺ کی امّت کو دیدی گئی: مترجم)

اگر تحویل قبلہ پر غضب الٰہی نازل نہ ہوا تو اس کے معنی ہیں کہ ایک سچا نبی یروشلم سے رخ پھیر کر بھی نبی ﷺ ہی رہتا ہے اور دین مقام کا نہیں بلکہ احکام الٰہی کا پابند ہے۔

تحویل قبلہ کے بعد نہ صرف نبی اکرم ﷺ اپنے عہدے پر فائز رہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں یہودیوں پر ایک شاندار فتح بھی عطا کی جن کا دعویٰ تھا کہ وہ اللہ کے پسندیدہ بندے ہیں۔ نہ ہی اہل اسلام کے کوئی سیاسی مفادات تھے جو تحویل قبلہ سے پورے

ہوتے ہوں۔ قرآن اس حقیقت کی تصدیق کرتا ہے کہ محمد ﷺ اور ان پر ایمان لانے والے دین ابراہیمؑ کے سچے پیروکار ہیں:

اِنَّ اَوۡلَى النَّاسِ بِاِبۡرٰهِيۡمَ لَلَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاللّٰهُ وَلِىُّ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ [٦٨]

'بلاشبہ انسانوں میں ابراہیمؑ کے سب سے قریب وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی اور وہ جنھوں نے اس نبی (محمد ﷺ) کی پیروی کی اور جو ایمان لائے اور اللہ مومنوں کا دوست (اور مددگار) ہے۔

(قرآن؛ آل عمران: ٦٨)

اس اعلان کے مضمرات واضح ہیں۔ محمد ﷺ کے پیروکاروں ہی کو یروشلم کی وراثت کا حق ہے۔ اور یہ یروشلم کی تقدیر ہے کہ وہ اس سچائی کی تصدیق کرے۔

یہود کیلئے اللہ کے رحم کا مستحق بننے کا موقع

یہود نے سنہرے بچھڑے کی پرستش کر کے، جب موسیٰ طور سینا پر تشریف لے گئے تھے اور توریت میں تحریف کر کے تاکہ حرام کو حلال کر سکیں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے قتل پر فخر کر کے اپنے عہد نامہ کی صریح، مسلسل اور شرمناک خلاف ورزی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان نافرمانیوں کا جواب اس طرح دیا کہ ان کے لئے توبہ کا ایک آخری موقع عنایت فرمایا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر وہ اپنے شرمناک گناہ معاف کرا سکتے تھے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید کر سکتے تھے۔

توبہ کا یہ آخری موقع انھیں اس وقت ملا جب آخری نبی حضرت محمد ﷺ عرب کے ان پڑھ لوگوں میں مبعوث ہوئے۔ اگر یہود ان پر ایمان لے آتے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کے امیدوار بن سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے شیطانی جرائم کے باوجود یہ موقع محض اپنی رحمت سے عطا فرمایا۔ یہ آخری موقع عرب کے پیغمبر محمد ﷺ تھے۔ ان پر

ایمان لاکر، انھیں قبول کر کے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکتے تھے۔ اور اس سخت ترین سزا سے بچ سکتے تھے جو ان کا مقدر بن چکی تھی۔ یہ وعدہ قرآن کی اس عبارت میں ملتا ہے۔

......قَالَ عَذَابِیٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ[١٥٦] اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [١٥٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: 'میں جسے چاہوں عذاب دیتا ہوں مگر میری رحمت تمام چیزوں پر محیط ہے۔ میں اپنی رحمت میں انھیں شامل کرونگا جو نیکو کار ہیں' پابندی سے زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری نشانیوں پر ایمان لاتے ہیں۔'

وہ جو اس نبی امی پر ایمان لائیں جس کا ذکر وہ اپنی کتابوں میں لکھا پاتے ہیں، توریت اور انجیل میں۔ کیونکہ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور بدی سے روکتا ہے پاک چیزیں ان کے لئے حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے۔ اور ان پر سے وہ بھاری بوجھ اتارتا ہے جن کے تلے وہ دبے ہوئے تھے۔ پس جو اس پر ایمان لائے، اس کی توقیر کی اور اس روشنی کی پیروی کی جو اس پر نازل ہوئی، وہی فلاح پائینگے۔'

(قرآن: الاعراف: ۷-۱۵٦)

صاف ظاہر ہے کہ یہ عبارت نبی کریم ﷺ کا ذکر کر رہی ہے۔

جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود کے لئے وہ موقع پیدا ہو گیا کہ انہیں قبول کرلیں، ان پر ایمان لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کے رحم کے مستحق بن جائیں۔ لیکن وہ ان کا انکار کریں تو رحمت کا دروازہ بند ہو جائیگا اور ان کی سزا شروع ہو جائیگی۔ یہ یہودیوں کی تاریخ کا سب سے نازک لمحہ تھا۔ وقت جیسے رک گیا تھا تاکہ اس تمثیل کا نظارہ کر سکے۔

جب نبی اکرم مدینہ پہنچے تو آپ نے کئی ایسی باتیں کیں جن سے ربّیوں پر یہ واضح ہوتا تھا کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں اور وہ رسول جس کا وہ انتظار کر رہے تھے۔ ۱۷ماہ تک آپ یروشلم کی طرف رخ کر کے عبادت کرتے رہے۔ یہ آپ ﷺ نے اس لئے کیا کہ یہود بھی اسی طرف منہ کر کے عبادت کرتے تھے اور اس طرح ظاہر تھا کہ آپ دین ابراہیم کے پیغمبر ہیں۔ ایک عرب کے لئے جو مکہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو یہ آسان نہ تھا کہ اپنی روایتی عبادت گاہ سے رخ پھیر کر یروشلم کر طرف منہ کر لے۔ آپ ﷺ کا یہ اقدام بتا رہا تھا کہ آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ نے یہود کے ساتھ روزے رکھے اور توریت کے قوانین کے مطابق رکھے (یعنی مغرب سے مغرب تک) کسی عرب نے اس طرح روزے نہ رکھے تھے۔ لیکن مدینہ کی پوری مسلم آبادی اب اس طرح روزے رکھ رہی تھی۔ اس طرح یہود پر یہ واضح ہو جانا چاہیئے تھا کہ حضور ﷺ دین ابراہیم کے ایک سچے رسول ہیں۔ پھر ایک ایسا واقعہ ہوا جس نے اس حقیقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ آپ ایک سچے رسول ہیں۔ یہود دو ایسے افراد کو آپ کے حضور لائے جنھوں نے زنا کیا تھا۔ انھوں نے آپ کی آزمائش کے لئے پوچھا کہ ان کی سزا کیا ہونا چاہیئے۔ آپ نے پوچھا کہ وہ اس جرم کی کیا سزا دیتے ہیں، توریت لا کر دکھائیں۔ جب یہودی ربّی توریت پڑھ رہا تھا تو اس نے اس آیت پر اپنی انگلی رکھ دی اور کہا کہ ان کا منہ کالا کر کے ان کی پٹائی کی جائے۔ اس پر عبداللہ بن سلام جو ایک

یہودی عالم تھے اور ایمان لا چکے تھے انہوں نے اس سے کہا کہ انگلی ہٹا کر پڑھے۔ جب اس نے تعمیل کی تو زانی کے لئے رجم کا حکم نکلا۔ اس واقعے کی وجہ سے یہود کو کافی شرمندگی اٹھانی پڑی۔ وہ ایسے لوگ ثابت ہوئے تھے جو خود اپنی کتاب سے روگردانی کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ دونوں کو سنگسار کر دیا جائے۔ اس طرح آپ نے اس شرعی قانون کا نفاذ کیا جس سے خود یہود روگرداں تھے۔ اس واقعے سے بھی یہود کو یقین ہو جانا چاہیئے تھا کہ آپ ﷺ ایک سچّے رسول ہیں۔

مدینہ منورہ میں رسول اکرم کی آمد کے ۱۷ ماہ بعد معلوم ہو گیا کہ یہود نے آپ کو رسول تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے اور قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے سے بھی منکر ہیں۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے دشمنانِ اسلام کے ساتھ مل کر اہل اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دی ہیں تا کہ اسلام کو مٹا سکیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مکہ کو قبلہ بنانے کا حکم نازل فرمایا۔ اس موقع پر جہاد اور صوم کی فرضیت کے احکام بھی اترے۔ یہ تینوں احکام شعبان کے مہینے میں نازل کئے گئے۔ لیکن روزے کے احکام میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے توریت والے احکام میں تخفیف فرما دی اور فجر سے مغرب تک کا روزہ فرض کیا۔ اس طرح رات کے وقت کھانے پینے اور بیویوں کے پاس جانے کی اجازت عطا فرما دی گئی۔ اس کے علاوہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے (غیر شادی شدہ جوڑے کیلئے) زنا کی سزا میں بھی تخفیف فرما کر سنگ ساری کے بجائے مجمع کے سامنے ۱۰۰ کوڑے مارنے کا حکم نازل کیا۔

قانون کی تبدیلی کا پہلا مضمر یہ تھا کہ یہود کا قانون اب اپنی قانونی حیثیت کھو بیٹھا ہے اور اس کی جگہ اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیمی کے لئے نئے اور آسان قوانین وضع فرمائے ہیں۔

لیکن اس کے زیادہ اہم مضمرات اس وقت واضح ہوئے جب نبی اکرم ﷺ نے ایک خواب دیکھا جس میں انھیں بتایا گیا کہ یاجوج اور ماجوج کی رہائی شروع ہو گئی ہے۔

آپ نے اشاروں کنایوں میں دجّال کی آمد کی بھی خبر دی جب آپ ﷺ عمرؓ کے ہمراہ ایک یہودی لڑکے کو دیکھنے تشریف لے گئے جس کے متعلق شک تھا کہ وہ دجّال ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو اس کے قتل سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: 'اگر وہ دجّال ہے تو تم اسے قتل نہ کرسکو گے اور اگر وہ دجّال نہیں ہے تو اسے قتل کرنا گناہ ہے'۔

اگر دجّال رہا ہو چکا ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ دور فتن نبی کریم ﷺ کے دور ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ قبلے کی تبدیلی کے بعد یہود پر توبہ اور رجوع کا جو دروازہ کھلا ہوا تھا، ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا اور ان پر عظیم سزا کا نفاذ لازم ہو گیا۔

اب یہود کو ارض مقدس کی وراثت کبھی نہیں ملیگی۔ انہیں ارض مقدس پر تسلط یاجوج ماجوج کی وجہ سے ملا ہے (قرآن: سورۃ الانبیاء: ۹٦) لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کی وجہ سے وہ اپنی سزا سے بچ جائینگے۔ انہیں خداوند عالم کی طرف سے اتنی سخت سزا ملیگی جتنی پہلے کسی قوم کو نہیں دی گئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

باب۸

حضرت عیسیٰ سچے مسیحا اور دجال جعلی مسیحا

وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ [۱۱۰]

’ہم ان کے دلوں اور آنکھوں پر مہر لگا دینگے کیونکہ انہوں نے پہلے ایمان لانے سے انکار کر دیا تھا اور انھیں اپنی گمراہیوں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دینگے۔‘ (قرآن: الانعام: ۱۱۰)

(ہم ان کے یہودی قلوب اور آنکھوں کو حق بینی سے محروم کر دینگے کیوں کہ اور نافرمانیوں کے علاوہ انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کا جان بوجھ کر انکار کیا۔)

عیسیٰؑ سچّے مسیحا

اللہ تعالیٰ کے انبیاء نے بنی اسرائیل کو ایک الوہی وعدے کی بشارت دی کہ اللہ تعالی ایک نبی بھیجے گا جو ان کا نبی ہوگا جسے مسیح کہا جائیگا اور جو داؤدؑ کے تخت سے دنیا پر حکومت کریگا۔ اس پیش گوئی کے معنیٰ یہ تھے کہ ان کا سنہری دور آنے والا ہے۔

کرانیکلز ۱۷: ۱۵۔۱۱ میں نتھان نبی کے ذریعے خدا نے داؤدؑ سے مسیح علیہ السلام کے بارے میں بات کی اور انھیں داؤد علیہ السلام کا بیٹا قرار دیا۔

’جب تمہارے دن مکمل ہو جائینگے اور تم اپنے آباء کے پاس رہنے چلے جاؤ گے میں تمہاری اولاد (نسل) سے ایک بندے کو منتخب کر کے اسے حکومت عطا کرونگا۔ وہ میرے لئے ایک گھر بنائیگا اور میں ہمیشہ کے لئے

اس کا تخت قائم کردونگا۔ میں (گویا) اس کا والد ہونگا اور وہ (گویا) میرا بیٹا۔ اور میں اپنی رحمت کبھی اس سے جدا نہ کرونگا جیسے اس سے پہلے والے سے کرلی تھی۔ لیکن اسے میں اپنے گھر میں اور اپنی سلطنت میں ہمیشہ کے لئے آباد کرونگا۔ اور اس کی سلطنت ہمیشہ کے لئے ہوگی۔'

برسوں بعد اسیہا نے یہ اضافہ کیا:

'ہمارے یہاں ایک طفل پیدا ہوگا جو ہمارا بیٹا ہوگا۔ حکومت اس کے شانوں پر ہوگی۔ اور اس کا نام عجیب' صلاح کار' عظیم' قادر خدا اور امن کا شہزادہ ہوگا۔

اس کی سلطنت میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہیگا اور اس میں امن رہیگا اور اس کا اختتام کبھی نہ ہوگا۔ (یعنی اس کی حکومت پوری دنیا پر ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ اور وہ داؤد کے تخت سے ہمیشہ حکومت کریگا عدل اور انصاف کے ساتھ۔ مالک کے جذبے سے یہ سب (ممکن) ہوگا)۔ (ایسیہا: ۹:۷۔۶)

یرمیاہ نے اس کا حوالہ اس طرح دیا۔

'داؤد کی راست روشاخ' (جرمیاہ: ۲۳:۶۔۵)

اسیہا میں اس کے بارے مزید آتا ہے۔

'میرے بندے کو دیکھو جس میں میری روح مسکراتی ہے۔ میں نے اپنی روح اس میں رکھی ہے: وہ غیر یہود کے لئے فیصلہ لائیگا۔

وہ چلاّ ئیگا' نہ اپنی آواز بلند کریگا نہ اسے گلی کوچوں تک جانے دیگا۔ گھاس کا تنکہ تک نہ ٹوٹے گا اور دھواں دیتی جھاڑی بجھادی جائیگی۔ وہ ہرایک سے انصاف کریگا۔

نہ وہ ناکام ہوگا اور نہ حوصلہ ہاریگا حتیٰ کہ وہ زمین کو انصاف سے بھر دے اور جزیرے بھی اس کے انصاف کی راہ دیکھیں گے۔' (ایسیہا: ۴۹:۶)

اور محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'مسیحؑ حاکم عادل ہونگے' حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری

جان ہے مریمؑ کے بیٹے تمہارے درمیان ایک حاکم عادل بن کر اتریں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دینگے اور خنزیر کو قتل کر دینگے اور جزیہ کا خاتمہ کر دینگے۔ پھر دولت کی بہتات ہوگی اور کوئی خیرات لینے والا نہ ہوگا‘۔ (صحیح بخاری)

مسیحا کے دو متضاد نقوش

یہود اپنے مسیح موعود کی خبر سن کر بہت خوش تھے۔ لیکن وہ قدرے کنفیوز بھی تھے کیونکہ وہ مسیح موعود اور انکے مشن کے دو متضاد نقوش دیکھ رہے تھے۔ ایک فاتح اور بادشاہ کے جو 'منتخب قوم' کو جو اس زمانے میں یہود تھے دوبارہ بحال کر دیگا اور پوری دنیا کا حاکم ہوگا اور دوسرے ایک عاجز اور مشکلات اٹھانے والے نبی کے۔ یہ دو متضاد نقوش جرمیاہ کی کتاب میں صاف نظر آتے ہیں اور جس میں انہیں مالک کا بندہ جو فلاح پائیگا اور اعلیٰ مقام پائیگا قرار دیا گیا ہے۔

'دیکھو میرا بندہ عقل سے کام لے گا' اس کا مرتبہ بلند ہوگا اور بہت اعلیٰ مقام پائیگا۔' (ایسیہا:۵۲:۱۳)

لیکن پھر اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس 'بندے' کی شکل اس قدر بگاڑ دی جائیگی کہ وہ پہچانا نہ جا سکے گا۔ اور وہ بندہ ایسا ہوگا جسے اعلیٰ مقام حاصل ہوگا اور جسے ذلتیں سہنا پڑیں گی:

'بہت سوں کو تجھ پر حیرت ہوگی تیری بگڑی ہوئی شکل دیکھ کر اور تیری خراب حالت دیکھ کر کہ وہ انسانوں کی طرح نہ ہوگی۔' (ایسیہا:۵۲:۱۴)

کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا ایسیہا نے پیش گوئی کی کہ 'بندہ' کے چہرے اور پشت پر مارا جائیگا۔ اس کے چہرے پر تھوکا جائیگا (ایسیہا:۵۰:۴۔۱۱)۔ حضرت عیسیٰ کے ساتھ بعینہ یہی ہوا۔ ایک عیسائی مصنف ہالینڈ سے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ تصدیق تھی ایسیہا کی پیش گوئی کی (۵۲:۳۔۱۲)

’یہ ایک معروف حقیقت ہے کہ یسوع کے ۶ ناجائز مقدموں میں اس کے ساتھ اس طرح کی بدسلوکی کی گئی۔ ہیروڈ کے مندر کے افسروں نے اس کے منھ پر تھوکا جب سانہیرڈرین نے اسے سزا سنائی۔ پھرانہوں نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور اسے طمانچے مارے۔ کانٹوں سے بھرا ایک تاج اسے زبردستی پہنایا گیا اور اسے رومن کوڑے سے مارا گیا۔ یہ ایک اذیت رساں کوڑا تھا جس میں ہڈی اور دھات لگا کر زیادہ سے زیادہ تکلیف پہنچانے کا انتظام کیا گیا تھا۔‘ (ہال لنڈسے ’مسیحا‘۔ ہاروسٹ ہاؤس پبلشرز اوریگن‘ ۱۹۸۲)

ایسیہا نے آگے بتایا کہ یہ یہودی ہونگے جو’مالک کے بندے‘ کو ایذا دینگے (یعنی مسیحا کو)۔ اس نے عبد مسیحا جس پر ستم ڈھائے گئے اور جو قوم کی نفرت کا نشانہ بنا۔ ہال لنڈسے نے لکھا ہے کہ اسم قوم واحد ہے اور جمع نہیں جیسا بعض ترجمہ کرنے والوں نے غلطی سے لکھدیا ہے۔

’یہ بڑی بدقسمتی (اور بددیانتی) کی بات ہے کہ بائبل کی تبدیل شدہ نئی طباعت میں جیوش سونکنو تبصروں میں اس عبارت کو’ جو قوموں کی نفرت کا نشانہ بنا‘ لکھا گیا ہے اور قوم کو صیغہ جمع میں لیا گیا ہے اور یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے کہ غیر یہودقوموں نے اسے نفرت کا نشانہ بنایا۔ اس طرح یہ تاثر دیا گیا کہ وہ ریاست اسرائیل ہے اور غیر یہودی قوموں نے اسے نفرت کا نشانہ بنایا۔ ممکن ہے یہ یہود کی تاریخ میں ہوا ہومگر اسے اس عبارت کے ضمن میں درست نہں کہا جاسکتا کیونکہ یہاں عبرانی لفظ’گوئی‘ استعمال ہوا ہے جو ایک قوم کے لئے کہا جاتا ہے جو اس سیاق میں صرف اسرائیل کے لئے استعمال ہوا ہے (لنڈسے: صفحہ ۱۰۹)۔

دوسری جانب بائبل کا منظور شدہ کنگ جیمز ایڈیشن اس آیت کا ترجمہ مصدقہ انداز

میں کرتا ہے:

'مالک نے کہا جو اسرائیل کا از سر نو تعمیر کرنے والا ہے اور اس کا مقدس رب: 'آدمی جس کی تحقیر کرتا ہے اور قوم جس سے نفرت کرتی ہے اسے وفادار، مقدس خدا منتخب کریگا'۔(اسیہا:۴۹:۷)

جینسز کے قدیم دور سے یہ پیش گوئی چلی آرہی ہے کہ وہ دنیا پر حکومت کریگا داؤد اور سلیمانؑ کے تخت سے۔اسے شیلوح کہا گیا ہے:

'جودہ سے پیش کار جدا نہ ہوگا اور نہ اس کے قدموں سے گدی ہٹائی جائیگی یہاں تک کہ شیلوح آجائے اور اسے قوموں کی اطاعت حاصل ہوگی'۔

(پیدائش:۴۹:۱۰)

اس پیش گوئی میں صراحت سے اس قبیلے کی نشان دہی کردی گئی ہے جس سے مسیحا آئیگا بلکہ یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ بادشاہ جودہ کی نسل سے ہونگے۔ یہ بھی بتایا گیا کہ شیلوح اس کا لقب ہوگا۔کنفیوژن کی بنیاد وہاں سے پڑی جہاں تحریف کرکے ایسیہا میں یہ لکھا گیا کہ وہ ایک بچے کی طرح پیدا ہوگا لیکن پھر بھی کہ وہ ہمہ طاقتور خدا ہوگا۔تحریف شدہ عبارت میں مسیحا کو خدا اور آدمی دونوں دکھایا گیا ہے:

'ہمارے یہاں ایک بچہ پیدا ہوگا' ہمیں ایک بیٹا ملے گا اور حکومت اس کے کندھے پر ہوگی۔اس کا نام تعجب خیز' مشیر' طاقتور خدا' ہمیشہ رہنے والا والد اور امن کا شہزادہ ہوگا۔(ایسیہا:۹:۶)

دو ہزار سال قبل جب اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرمایا اور مسیحا یعنی عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) کو بنی اسرائیل میں بھیجا تو اس نے انھیں دین کی ظاہری شکل کو اختیار کئے ہوئے اور داخلی سچائی کو افسوس ناک طرح سے فراموش کئے ہوئے پایا۔ یہاں تک کہ خارجی ہیئت بھی تبدیل کرکے مسخ کردی گئی تھی تا کہ ان کی مرضی کی شکل اختیار کرسکے۔ کچھ یہود نے اسے قبول کرلیا اور اس پر ایمان لے آئے مگر ان کی اکثریت نے اسے

مسترد کر دیا۔ آج بھی وہ اسے مسترد کر رہے ہیں قرآن بتاتا ہے کہ انہوں نے اس کے قتل (صلیب دیئے جانے) پر فخر کیا:

وَّقَوۡلِهِمۡ اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِيۡحَ عِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ......

'انہوں نے (فخریہ) کہا: ہم نے عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا'

(قرآن: النساء: ۱۵۷)

جب انہوں نے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے 'مرتے' ہوئے دیکھا تو انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر وہ اللہ کا رسول ہوتا تو اس بے بسی سے نہ مرجاتا۔ چنانچہ انہوں نے اسے رسالت کا ایک جھوٹا دعوے دار سمجھ لیا۔ کیوں کہ توریت نے بتایا تھا کہ جو بھی صلیب پر مرے وہ اللہ تعالیٰ کا لعنت زدہ ہے۔ (کتاب استثناء: ۲۱: ۲۳)۔ ثانیاً اگر وہ مسیحا ہوتا تو ارض مقدس کو ان گنت خداؤں کو ماننے والے رومنوں سے آزاد کرائے بغیر نہ مرجاتا۔ ثالثاً اس نے داؤد علیہ السلام کے تخت سے حکومت بھی نہیں کی۔

لہٰذا انہوں نے اس کا انتظار جاری رکھا۔ ہر وہ یہودی جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور اس وقت سے مسیحا کا انتظار جاری رکھا' ان کے صلیب دیئے جانے میں بالواسطہ طور پر ملوث ہے۔ اس لئے کہ اس کے مسیح ہونے کے دعوے کو جھٹلانے کا عمل ان کی موت کا سبب بنا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہود نے یسوعؑ کے صلیب دیئے جانے کے بارے میں دھوکا کھایا:

وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ وَلٰـكِنۡ شُبِّهَ لَهُمۡ‌ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ لَفِىۡ شَكٍّ مِّنۡهُ‌ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ‌ وَمَا قَتَلُوۡهُ يَقِيۡنًا [۱۵۷]

'لیکن وہ اسے نہ قتل کر سکے اور نہ صلیب دے سکے لیکن انہیں یہ گمان ہے کہ انہوں نے ایسا کیا اور جو اس میں اختلاف کرتے ہیں شکوک سے بھرے

ہوئے ہیں اور انہیں کوئی یقینی علم حاصل نہیں ہے۔' (قرآن: النساء:۱۵۷)

تو پھر عیسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھ کیا ہوا؟ قرآن اس کی توضیح کرتا ہے اور پانچ وضاحتی بیان دیتا ہے:

سب سے پہلے قرآن اعلان کرتا ہے کہ یہود نے یسوعؑ کو قتل نہیں کیا:

وَمَا قَتَلُوْهُ (قرآن: النساء:۱۵۷)

ثانیاً وہ کہتا ہے کہ انہوں نے اسے صلیب بھی نہیں دیا:

وَمَا صَلَبُوْهُ (قرآن: النساء:۱۵۷)

ثالثاً وہ کہتا ہے کہ اللہ عز وجل نے اسے (یعنی اس کی روح کو) واپس بلا لیا۔ درحقیقت ایسے دو بیان قرآن میں وارد ہوئے ہیں:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ [۵۵]

'اور دیکھو' اللہ نے کہا: 'میں تمہیں واپس بلا لونگا (یعنی تمہاری روح کو واپس لے لونگا۔ اور تمیں اپنی طرف اٹھا لونگا اور تمہیں اس (جھوٹے) الزام سے پاک کردونگا جو تم پر لگاتے ہیں)'۔ (قرآن: آل عمران: ۵۵)

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ [۱۱۶] مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا

دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ
وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ [۱۱۷]

'اور اللہ یوم جزا کے دن کہے گا: اے عیسیٰ، مریم کے بیٹے' کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ میری اور میری والدہ کی پرستش کرو اللہ کو چھوڑ کر؟' تو وہ کہے گا' پاک ہے تو اے اللہ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو آپ کو ضرور علم ہوتا۔ آپ جانتے ہیں جو میرے دل میں ہے مگر میں نہیں جانتا جو آپ کے دل میں ہے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں غیب کی تمام باتیں۔ میں نے ان سے کچھ نہ کہا سوائے اس کے جو آپ نے مجھے کہنے کا حکم دیا: اللہ کی عبادت کرو جو رب ہے میرا اور تمہارا۔ میں جب تک ان میں تھا ان کا گواہ تھا مگر جب آپ نے مجھے واپس لے لیا (یعنی وفات دی) تو آپ ان کے نگران تھے اور آپ سب باتوں کو جانتے ہیں۔'' (قرآن: المائدہ: ۷۔۱۱۶)

اگر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کی روح کو بلا لیا اور اسے واپس نہ کیا تو موت اور کیا ہے؟ لیکن قرآن اصرار کرتا ہے کہ انہیں قتل نہیں کیا گیا:

﴿......وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا۝﴾

'یقیناً انہوں نے اسے قتل نہیں کیا۔' (قرآن: النساء: ۱۵۷)

پھر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے روح کے ساتھ کیا کیا؟ کیا یہ ممکن ہے کہ اس نے روح جسم میں لوٹا دی۔ یہ ممکن ہے قرآن کہتا ہے۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

قرآن بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ روحوں کو لینے کے بعد جسم میں لوٹا دیا:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا
فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى
أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ [۴۲]

'اللہ موت کے وقت جانوں کو واپس لے لیتا ہے اور جو زندہ ہیں ان کی

روح نیند کے وقت لے لیتا ہے پھر جن کی موت کا فیصلہ ہو جاتا ہے انہیں
روک لیتا ہے اور باقی کی روح کو مقررہ مدت کے لئے واپس کر دیتا ہے۔
بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور کرتے ہیں۔' (قرآن:
الزمر:۴۲)

کیا یہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے معاملے میں بھی ہوا؟ جواب قرآن کی اگلی دو آیات میں ملیگا۔

رابعاً قرآن نے بتایا کہ قادر مطلق اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یسوع (علیہ السلام) کو ایسا دکھایا گویا وہ مر چکے ہوں۔ یہ اس طرح ممکن ہوا کہ ایک چیز کی جگہ دوسری دکھائی گئی۔ یا ایک شخص کی جگہ دوسرا شخص دکھایا گیا۔اس طرح دیکھنے والوں نے یہ سمجھا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) سچ مچ مر گئے ہیں:

﴿......وَلَـٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ......O﴾

'اور انہیں اسطرح دکھایا گیا' (یوسف علی)

'یہ صرف انہیں محسوس ہوا' (محمد اسد)

'لیکن انہوں نے ایسا دیکھا' (محمد پکتھل)

اب اس سوال کا جواب دینا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کی روح کے ساتھ کیا کیا جب اسے اللہ نے لے لیا: ایک ممکنہ جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بدل دیا (تشبیہ) اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کی روح کو لے لیا جب وہ ابھی صلیب پر تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اس طرح دیکھنے والوں کو قائل کیا کہ وہ مر چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پھر اس روح کو واپس کر دیا جب اسے صلیب سے اتارا گیا جب آس پاس کوئی دیکھنے والا نہیں تھا۔ پھر اسے آسمانوں پر لے گیا جہاں سے ایک دن اس کا نزول ہوگا۔

واحد فرق جو مسلمہ عیسائی عقیدے اور مندرجہ بالا تفسیر میں ہے وہ یہ ہے کہ جب

یسوع (علیہ السلام) صلیب پر تھا عیسائی اسے مردہ سمجھ رہے تھے۔لیکن قرآن کی اس تشریح میں اسے مردہ نہیں سمجھا جاسکتا کیوں کہ روح کوجسم میں لوٹا دیا گیا۔

لیکن جو ہماری اس تشریح سے اختلاف کرینگے ان کا خیال ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کوصلیب کبھی ہوئی ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں جب قرآن یہ کہتا ہے کہ اسے صلیب ہوئی ہی نہیں تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ اسے کبھی صلیب پر لٹکایا ہی نہیں گیا۔انکا خیال ہے کہ صلیب پر جانے کا لازمی نتیجہ موت نہیں کیوں کہ مصلوب کو پہلے بھی اتارا جاسکتا ہے۔ جبکہ سورۃ المائدہ کی تشریح کرتے ہوئے ابن کثیر کہتا ہے کہ صلیب کے معنی یقینی موت ہیں۔

اس کا متبادل مطلب یہ لیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کی جگہ دوسرا شخص پہنچادیا (تشبیہ) یعنی یسوع (علیہ السلام) کی جگہ کسی اور نے لے لی اور اسی کوصلیب ہوئی۔ یہ بھی ایک رائے ہے اور ہر رائے کی طرح اس سے اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ اسلام کے کئی ممتاز علماء اس سے اختلاف کرتے ہیں کیونکہ ان کے مطابق اس طرح اللہ تعالیٰ پر ناانصافی کا گمان ہوتا ہے کیونکہ ایک بے گناہ شخص کواس جرم کی سزا دینا جو اس نے کیا ہی نہ ہو اللہ تعالیٰ کی شان کریمی سے بعید ہے۔اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے کہ کوئی نفس کسی اور کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائیگا۔ (الانعام:۱۶۴' بنی اسرائیل: ۱۵' الفاطر:۳۵' الزمر:۷' النجم:۳۸) (یہاں مصنف نے اس رائے کونظر انداز کردیا ہے جس میں حواری یہودا اسکریوطی کو' جس نے عیسیٰ علیہ السلام کی مخبری ۳۰ سنہرے سکّوں کے عوض کی تھی' اس غداری کی سزا صلیب پر پہنچا کر دی گئی۔مترجم)

خامساً قرآن بتاتا ہے کہ اللہ عزوجل نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا:

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا [۱۵۸]

'نہیں بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا اور وہ نہایت قوت والا اور حکمت سے معمور ہے۔' (قرآن: النساء:۱۵۸)

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ......[۵۵]

'دیکھو! اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ میں تجھے (یعنی تیری روح کو) لے کر اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تجھے کافروں کی اس توہین سے پاک کردونگا جو وہ تیرے متعلق کرتے ہیں' (یعنی اللہ کا سچا رسول ہونے کے باوجود تجھے صلیب دی گئی)۔ (قرآن: آل عمران: ۵۵)

قرآن پھر بتاتا ہے کہ ہر روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ [۱۸۵]

'ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر فیصلے کے دن تمہیں تمہارے اعمال کا پورا صلہ دیا جائیگا۔ صرف جو آتش سوزاں سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل ہوا' وہی کامیاب ہے' یہ دنیا کی زندگی تو بس ایک (ادنیٰ سی) متاع ہے۔'

(قرآن: آل عمران: ۱۸۵)

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بتادیا ہے کہ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اس لئے عیسیٰ (علیہ السلام) کو بھی موت کے مرحلے سے گزرنا ہوگا اگر وہ نفس رکھتے ہیں۔ لہذا سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا وہ نفس رکھتے تھے۔ کیا وہ ایک انسان تھے؟ اور جیسا کہ ہم جانتے ہیں وہ مریم (سلام اللہ علیھا) کے بیٹے ہیں' کیا مریم انسان تھیں؟

قرآن اس سوال کا جواب دونوں کے انسان ہونے پر پورا زور دیتے ہوئے ادا کرتا ہے:

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ

الْاٰیٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ [۷۵]

'مریم کا بیٹا مسیح کیا تھا سوائے اس کے کہ ایک رسول جیسے رسول اس سے قبل ہوئے اور اس کی والدہ ایک صدّیقہ تھی۔ وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ غور کرو ہم کیسے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں (ان لوگوں کے لئے) اور یہ بھی دیکھو کہ کس طرح وہ حقیقت کو جھٹلاتے ہیں۔'

(قرآن: المائدہ: ۷۵)

ایک چشم کشا بیان 'وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے' میں قرآن کلّی طور پر اس امکان کو رد کر دیتا ہے کہ مریم (سلام اللہ علیہا) اور مسیح علیہ السلام انسان کے علاوہ کچھ اور تھے۔

قرآن یہ بھی واضح طور پر اور بالکل کھل کر بتا دیتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے ایک بندے اور غلام سے زیادہ کچھ اور نہ تھے۔

یٰاَہْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰہَآ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ اِنْتَہُوْا خَیْرًا لَّکُمْ اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا [۱۷۱]

'اے اہل کتاب (یہودیو اور عیسائیو) دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کے بارے میں سچ کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح، ابن مریم اللہ کا رسول تھا، اس کا کلمہ جسے اس نے مریم پر اتارا اور اس کی (نازل کردہ) روح۔ تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور تثلیث نہ کہو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ کیوں کہ اللہ فقط ایک الٰہ ہے، پاک ہے وہ اس سے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ اسی کا ہے جو کوئی زمینوں اور آسمانوں میں ہے اور وہی کارساز ہونے کے لئے کافی ہے۔

(قرآن: النساء: ۱۷۱)

(یعنی نہ تو اللہ کو انسانوں کی طرح بیٹوں کی تائید اور مدد کی ضرورت ہے اور نہ اس سے اپنے مسائل کے حل کرانے کے لئے انسانوں کو سفارش کے لئے کسی بیٹے کی ضرورت ہے بلکہ وہ اکیلا ہی کارسازی کے لئے کافی ہے۔ مترجم)

﴿اِنۡ ھُوَ اِلَّا عَبۡدٌ ......O﴾

'یقیناً وہ (یسوع) بندے کے سوا کچھ اور نہیں' (قرآن: الزخرف: ۵۹)

اس طرح قرآن کی نظر میں عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت اور بندگی میں کوئی شک نہیں رہ جاتا۔ چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے کائناتی قانون کی رو سے موت کا مزہ چکھیں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام واپس آئینگے

قرآن نے زور دے کر کہا کہ حضرت عیسیٰؑ مرے نہیں (یعنی نہ وہ مصلوب ہوئے اور نہ انہیں قتل کیا گیا) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔ اور کیونکہ قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے انہیں زمین پر واپس آنا ہوگا اور دوسرے انسانوں کی طرح موت کے تجربے سے گذرنا ہوگا۔ اور اُن کی طرح اِن کی تدفین عمل میں آئیگی۔ قرآن کریم کی انتہائی خوبصورت آیت ہے:

مِنۡہَا خَلَقۡنٰکُمۡ وَفِیۡہَا نُعِیۡدُکُمۡ وَمِنۡہَا نُخۡرِجُکُمۡ تَارَۃً اُخۡرٰی [۵۵]

'ہم نے اسی (زمین) سے تمہیں بنایا' اس میں ہی تمہیں ہم لے جائینگے اور اسی میں سے تمہیں ایک بار پھر نکال لائینگے۔' (قرآن: سورۃ طٰہٰ: ۵۵)

لیکن قرآن نے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا ذکر کیا ہے وہاں یہ بتانا بھی ضروری سمجھا ہے کہ ان کی موت سے قبل تمام یہودی اور عیسائی ان کی صداقت پر

ایمان لے آئینگے۔ لٰہذا اس آیت میں عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی کے متعلق صراحت ملتی ہے اور اس الوہی منصوبہ کا اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی وفات سے قبل ان کو مسترد کرنے والوں کو انہیں ماننا پڑیگا:

وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤۡمِنَنَّ بِهٖ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ‌ ۚ وَيَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا ۚ‏ [۱۵۹]

'اور اہل کتاب میں کوئی ایسا فرد نہ رہیگا جو ان (عیسیٰؑ) کی موت سے قبل ان پر ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔'

(قرآن: النساء: ۱۵۹)

(یعنی ان کو مسترد کرنے والا ہر یہودی اور انہیں خدا کے درجے پر بٹھانے والا ہر عیسائی انہیں اللہ کا بندہ ورسول اور مامور من اللہ ماننے پر مجبور ہوگا)

محمد رسول اللہ ﷺ نے بہت زور دے کر حضرت عیسیٰؑ کی واپسی کا اعلان کیا ہے:

'ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ابن مریمؑ عنقریب تم میں عادل حکمران بن کر اتر ینگے۔ وہ صلیب کو توڑ دینگے اور خنزیر کو ہلاک کر دینگے اور جزیہ کا خاتمہ کر دینگے۔ اس کے بعد دولت کی فراوانی ہوگی اور کوئی خیرات لینے والا نہ ملیگا۔' (صحیح بخاری)'

بے شک حضرت مسیحؑ کی واپسی قیام قیامت کی دس بڑی نشانیوں میں سے ایک ہے:

'حذیفہ ابن اسید غفاریؓ نے روایت کیا کہ: اللہ کے رسول ﷺ اچانک ہمارے پاس آئے جب ہم باتوں میں مصروف تھے اور پوچھا کہ ہم کیا باتیں کر رہے تھے۔ ہم نے بتایا کہ ہم قیامت کے متعلق بات کر رہے تھے۔ اس پر حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

'قیامت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ دھواں'

دجال' دابۃ الارض' سورج کا مغرب سے نکلنا' عیسیٰ بن مریمؑ کا نزول' یاجوج اور ماجوج' تین مقامات پر زمین کا دھنس جانا: ایک مشرق میں' ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں جس کے بعد یمن سے آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کر میدان حشر تک لے جائیگی۔' (صحیح مسلم)'

پس قیامت کی دس نشانیاں یہ ہیں:

دجال یعنی جھوٹے مسیحا کا خروج۔

یاجوج اور ماجوج کا کھل جانا۔

حضرت عیسیٰؑ کی واپسی۔

دھویں کا ظہور۔

دابۃ الارض کا ظاہر ہونا۔

سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔

تین مقامات پر زمین کا خسف: مشرق' مغرب اور جزیرۃ العرب میں۔

یمن سے ایک آگ نمودار ہوگی جو لوگوں کو دھکیل کر مقام حشر تک لے جائیگی۔

براہ کرم نوٹ کریں کہ یہ نشانیاں تاریخ ظہور کے لحاظ سے نہیں درج کی گئیں۔

قرآن زور دیکر کہتا ہے کہ عیسیٰؑ کا آنا قیامت کی اہم علامت ہے:

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ[٦١]

'اور یقیناً اس (عیسیٰ) کا آنا ساعت (قیامت) کی نشانی ہے۔'

(قرآن: الزخرف: ٦١)

یسوعؑ نے خود علامات کی ایک فہرست بتائی جو ان کے آنے کے وقت کی نشاندہی کرینگی۔

ایسے لوگ پیدا ہونگے جو مسیحا ہونے کا دعویٰ کرینگے۔

اس دور میں جنگیں ہونگی اور جنگ کی افواہیں ہونگی۔

ایک عدیم النظیر قحط جو پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا۔

طاعون پھیل جائیگا۔

لاقانونیت کا دور دورہ ہوگا اور انسان کشی عام ہو جائیگی۔

زلزلوں کی تعداد اور قوت میں اضافہ۔

اب ہم جان گئے ہیں کہ عیسیٰؑ کے متعلق دو مختلف باتیں صحیفوں میں کیوں پائی جاتی ہیں۔ ایک کمزور اور مظلوم جو سخت ظلم سہے گا اور دوسرا انتہائی طاقتور فاتح۔

جب عیسیٰ علیہ السلام واپس آئینگے تو ان کے بارے میں دوسری پیش گوئی درست ثابت ہوگی۔

سیدنا محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کی واپسی سے قبل اللہ ایک جھوٹے مسیحا (مسیح الدجال) کو آخری دور میں رہا کریگا۔

دجّال کون ہے؟

یہودیوں کا دو ہزار برس سے سب سے بڑا خواب یہ ہے کہ وہ دنیا کے حکمران بن کر ارض مقدس لوٹیں۔ تا کہ وہ اسرائیل کی ریاست بحال کر کے اس پر حکومت کر سکیں' اس ریاست کی تجدید کر سکیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں قائم کی گئی تھی۔ اور خدائے ابراہیمؑ کی عبادت ہیکل سلیمانی میں دوبارہ شروع کر سکیں۔ یقیناً یہ ایک انتہائی قابل تعریف خواب ہے۔ اور جو لوگ اس خواب کی تعبیر حاصل کرنے کا عزم رکھتے ہیں یقیناً نہایت نیک اور خدا ترس لوگ ہونگے۔ اور روحانی ترقّی کی عروج پر پہنچ چکے ہونگے۔ وہ ایسے لوگ ہونگے جو آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے ہوں اور جن کی روحانی بصیرت یہ صلاحیت رکھتی ہوگی کہ اشیاء کے ظاہری خول سے اصل حقیقت معلوم کرلے۔ کم از کم انہیں یہ احساس ہونا چاہئے کہ ایک خدا نا آشنا' سیکولر اسرائیلی ریاست اس خدا

پرستانہ خواب کی تعبیر پانے میں ہرگز معاون ثابت نہیں ہوسکتی۔ اور نہ دہشت گردی، خون خرابہ اور جبر وستم کی حکومت خدائے رحمان کی خوشنودی کا باعث بن سکتی ہے۔ ارض مقدس میں یہ جبر واستحصال اور قہر مانیاں ۵۹ برسوں سے جاری ہیں اور اس طویل عرصے کے ہر سال کا دامن لہو آلودہ ہے۔ خدائے رحمان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وحشت و بربریت کا یہ ہولناک دور مزید ۵۹ برس جاری رہ سکیگا۔

(سڑکوں پر دوڑتے اسرائیلی ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں، ان پتھر پھینکنے والے نوعمر لڑکوں پر یوں گولیاں برساتے ہیں جیسے ازمنہ وسطیٰ میں زمیندار سوّروں کا شکار کیا کرتے تھے۔ مترجم) یقیناً ایک ہولناک انجام ان ظالموں کا منتظر ہے۔

اسرائیلی یہود یقین رکھتے ہیں کہ ان کا عظیم خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا جب تک ان کا خاص رسول مسیحا نہیں آجاتا۔ وہ وقت کے اختتام پر نجات دہندہ بن کر آئیگا اور اس کے سر پر دنیا کے بادشاہ کا تاج رکھا جائیگا۔ مسیحا کا یہ عہد زرّیں تمام صحیفوں میں مذکور ہے۔ (اینوک :۴۵:۳، ۱۰۵:۲، ۲۹:۲۸، ۳۲:۱۳۔۳۵، ۹:۱۴)۔ یقیناً یوروپی یہودی جنہوں نے صہیونیت کی داغ بیل رکھی اس عقیدت میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے جو ان پیشن گوئیوں سے وابستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ جھوٹا مسیحا (المسیح الدجّال) یہودیوں کو دھوکے سے یہ تاثر دیگا کہ انکا عظیم خواب پورا ہوگیا یعنی ان کی مقدس سرزمین میں واپسی، ریاست اسرائیل کی بحالی، ان کے لئے ایک بادشاہ کا تقرر جو ان پر حکومت کرے: (ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرّر کر تاکہ ہم اللہ کی راہ میں لڑسکیں۔ قرآن: البقرہ:۲۴۶) اور ہیکل سلیمانی کی بحالی۔ یہ حقیقت کہ وہ اسرائیل کی جعلی ریاست سے دھوکہ کھا چکے ہیں، ان کی روحانی بے بصیرتی کی نشاندہی کرتی ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ
مَاۗءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ

حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ [۳۹]

'ان لوگوں کے اعمال جو اس (قرآن اور اسے لانے والے رسول ﷺ) پر ایمان نہیں رکھتے اس سراب کی مانند ہیں جسے پیاس کے مارے لوگ پانی سمجھ کر اس کی طرف دوڑتے ہیں لیکن جب وہاں پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہاں کچھ بھی نہیں مگر اللہ ہے جو انہیں ان کے اعمال کا حساب بتائے گا اور اللہ حساب کرنے میں بہت تیز ہے' (قرآن: سورۃ النور:۳۹)

اسرائیل کی ریاست اس سراب کے سوا کچھ بھی نہیں جسے پیاسا پانی سمجھ کر اس کے پیچھے لپکتا ہے اور نامراد ہو جاتا ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ [۷٦]

'بلاشبہ یہ قرآن بنی اسرائیل کے لئے ان امور کی وضاحت کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور جو ایمان لے آئیں ان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔' (قرآن: سورۃ النمل:۷۷-۷٦)

آج سراب یہ ہے کہ عظیم ترین خواب تقریباً پورا ہو گیا ہے۔ یہود ارض مقدس میں لوٹ آئے ہیں یا آنے کے لئے آزاد ہیں' دنیا بھر میں جہاں سے آنا چاہیں۔ ریاست اسرائیل ۱۹۴۸ء میں قائم ہوئی تھی اور آج حقیقت بن چکی ہے۔ جو کچھ باقی رہ گیا ہے وہ بادشاہ کا تقرر ہے یا مسجد اقصیٰ کی بربادی تاکہ اس کی جگہ ہیکل سلیمانی تعمیر کیا جا سکے۔

'جب تم اس سرزمین میں آؤ گے جو تمہارا مالک' تمہارا خدا تمہیں دیگا اور اس پر تسلط پا لو گے اور اس میں رہنے لگو گے تو کہو گے: 'میں اپنے لئے ایک بادشاہ مقرر کرونگا جیسا تمام قوموں کے بادشاہ ہیں جو میرے اردگرد رہتی ہیں' ۔تمہارا خدا تمہارے لئے ایک بادشاہ پسند کریگا جسے تم بادشاہ بنا لو گے'۔ (اس میں یہ امر مضمر ہے کہ وہ داؤد (علیہ السلام) کے گھرانے سے ہوگا۔)

(کتاب استثناء:۱۷:۱۴۔۱۵)

اس کے علاوہ اسرائیل دنیا کی حکمران جماعت بن کر رہیگا اور اسرائیل کا بادشاہ تمام دنیا کا حکمران بن جائیگا۔ گویا مکمل طور پر قائل کرنے والا مضمر یہ ہے کہ یہ تمام ممکن نہ ہوسکتا تھا جب تک مسیحا کی مدد حاصل نہ ہوتی۔ یہ محض فریب نظر ہے۔ حقیقت کیا ہے؟

حقیقت یہ ہے دجّال (جھوٹے مسیحا) نے یہود کو یقین دلایا ہے کہ خدا کے کرم نے انہیں اپنے دیرینہ خواب کی تعبیر سے اس قدر قریب کر دیا ہے۔' حقیقت یہ ہے کہ ان کی روحانی بے بصیرتی انہیں ایک خدائی پھندے میں گرفتار کر چکی ہے جس سے فرار ممکن نہیں ہے۔ وہ جبر واستحصال کی مخالفت کرتے ہیں لیکن اپنے لئے اسے جائز قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ ظلم اس یقین کے ساتھ کرتے ہیں کہ انہیں خداوند عالم کی نظروں میں ایک بلند مقام حاصل ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ارض مقدس ان کی ملکیت ہے اس لئے وہ اسے ان لوگوں سے چھین سکتے ہیں جو صدیوں سے وہاں رہتے آئے ہیں۔ مقاصد ذرائع کو جائز بناتے ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ دجّال نے انہیں مکمل طور پر گمراہ کر کے ان سے ایسے انسانیت سوز جرائم کرائے ہیں کہ انسانیت ماتم کناں ہے۔

دجّال (جھوٹا مسیحا) اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جو مسیح (علیہ السلام) بن کر یہود کو دھوکا دیگا۔ دجّال کو اللہ نے بہت سی قوتیں عطا کی ہیں جنہیں وہ فریب دہی اور جھوٹے تاثر دینے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ مسیحی اسے اینٹی کرائسٹ کے نام سے جانتے ہیں۔ دجّال ایک روز انسانی شکل میں دنیا میں نمودار ہوگا۔ جس دن یہ ہوگا وہ ایک یہودی جوان بن کر آئیگا۔ اس کے بال گھنگریالے ہونگے اور وہ مضبوط جسامت کا ہوگا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو ایک یہودی جوان پر دجّال ہونے کا شبہ ہوا جس کا نام ابوصیاد تھا اور وہ مدینہ میں رہتا تھا۔ اسوقت آپ ﷺ نے بتا دیا کہ:

دجّال رہا ہو چکا ہے اور دنیا میں ایک دن نمودار ہوگا بطور:

ایک انسان

ایک یہودی

ایک جوان

سچا مسیحا حضرت سلیمانؑ کی طرح تخت سلیمانی سے دنیا پر حکومت کریگا۔ یعنی یروشلم سے۔ اس کے لئے اس پر ضروری ہوگا کہ وہ یہ حاصل کر دکھائے:

ارض مقدس کو ان لوگوں سے آزاد کرائے جو حضرت ابراہیم کے دین پر یقین نہیں رکھتے۔

منتخب قوم کو جو اس وعدے کے وقت یہودی تھی ارض مقدس میں لا بسائے۔

اسرائیل کی ریاست' جسے داؤد (علیہ السلام) اور سلیمانؑ نے قائم کیا تھا' کو بحال کردے۔

اسرائیل کو دنیا کی حکمران ریاست بنادے۔

صرف اسی وقت سچّے مسیحا کے لئے ممکن ہوگا کہ وہ تخت داؤدی سے دنیا پر حکومت کر سکے۔

اگر دجّال خود کو مسیحا بنا کر پیش کرتا ہے تو لازماً اسے بھی یہی سب کر دکھانا ہوگا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر دجّال (جعلی مسیحا) یہ سب کچھ کر رہا ہے اور سچّے مسیحا کی نقالی اتنی کامیابی سے کر رہا ہے اور پہلے ہی رہا ہو چکا ہے تو وہ ہے کہاں؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا (جسے سب معموں کی ماں کہا جا سکتا ہے) کہ دجّال:

> 'نواسؓ ابن سمعان نے کہا ہم نے پوچھا' اے اللہ کے رسول وہ زمین میں کتنا عرصہ قیام کریگا؟' تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ' چالیس دن! ایک دن ایک سال کی طرح' ایک دن ایک ماہ کی طرح' ایک دن ہفتے کی طرح اور باقی دن تمہارے دنوں کی طرح (صحیح بخاری۔ سنن ترمذی)

اس طرح اس کی عمر کے اختتام پر اس کے دن ہمارے دنوں کی طرح ہونگے۔

تب جا کر وہ وقت کی اس بُعد میں ہوگا جس میں ہم ہیں۔ لہٰذا اس وقت وہ ہمیں نظر آنا شروع ہوگا۔ جب وہ اپنے مشن کو (یعنی مسیحا کی نقالی) مکمل کرنے کے لئے دنیا میں نمودار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ مسیحا داؤدؑ کے تخت سے دنیا پر حکومت کریگا۔ یعنی یروشلم سے جو ارض مقدس کا دل ہوگا۔ اس طرح اپنی زندگی کے اختتام پر وہ یروشلم میں ہوگا۔ اور اس وقت کیوں کہ اس کا دن ہمارے دن کی طرح ہوگا ہم اسے دیکھ سکیں گے۔ اس وقت ہم اسے ایک جوان یہودی کی حیثیت سے دیکھیں گے جو مضبوط جسم کا ہوگا اور جس کے بال گھنگریالے ہونگے۔ وہ دنیا کا حکمران ہوگا جو دنیا پر یروشلم سے حکومت کریگا۔ یہ جواب ہے اس سوال کا کہ یروشلم وقت کے خاتمے پر کیا اہم رول ادا کریگا؟

اس سے پیشتر وہ ہم میں اسی طرح رہیگا جس طرح فرشتے اور جن رہتے ہیں۔ وہ ہمارے اردگرد ہوتے ہیں لیکن ان کا تعلق ہماری دنیا سے نہیں ہوتا اور ان کے وقت کی بُعد ہم سے مختلف ہوتی ہے اس لئے وہ ہمیں نظر نہیں آتے۔ وہ ہم پر متواتر حملہ کریگا تاکہ ہمارے عقیدے کی مضبوطی آزما سکے۔ وہ اپنی جعلسازی کا جالا بن رہا ہے مگر اس وقت ہمیں آنکھوں سے نظر نہیں آرہا۔ کیونکہ اس کے وقت کی بُعد ہم سے الگ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اسے رہا فرمائیگا جس کا پہلا دن ایک سال کی طرح ہوگا تو وہ کہاں ہوگا؟ ہم جانتے ہیں کہ وہ زمین پر ہوگا لیکن کس جگہ؟

خوش قسمتی سے ہمارے پاس پہلے سوال کا جواب ہے۔ اور یہ جواب مزید جوابوں کا در کھولتا ہے۔ پہلے سوال کا جواب تمیم الداری کی حدیث میں ملتا ہے۔ تمیم الدّاری ایک عیسائی تھے جنہوں نے مدینہ میں اسلام قبول کیا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور دجّال کے متعلق جو کچھ دیکھا تھا بتایا۔ یہ واضح نہیں ہے کہ یہ ایک خواب تھا یا انہوں نے حقیقتاً دجّال کو دیکھا تھا۔ نبی اکرم نے لوگوں سے کہا کہ وہ نماز کے بعد سنیں کہ تمیمؓ نے کیا دیکھا۔ جب تمیم الدّاری نے اپنا تجربہ بیان کیا تو رسول مقبول ﷺ نے فرمایا 'یہ اس کی تصدیق کرتا ہے جو میں نے تم سے کہا تھا۔ حدیث یہ ہے:

امیر ابن شراحل نے کہا: 'فاطمہؓ بنت قیس اول ہجرت کرنے والی خواتین میں سے تھیں۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے وہ حدیث سنائیں جو انہوں نے براہ راست رسول کریم ﷺ سے سنی تھی اور درمیان میں مزید کوئی ذریعہ نہ تھا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے اگر تم سننا چاہتے ہو۔ میں نے سعید بن مغیرہ سے شادی کی جو قریش کے ایک پسندیدہ جوان تھے۔ لیکن وہ اللہ کے رسول ﷺ کے ہمراہ کافروں سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (یہ بدر کا واقعہ ہے)۔ عبدالرحمان بن عوفؓ نے میرے لئے پیغام بھیجا۔ اللہ کے رسول نے بھی اپنے آزاد کردہ غلام اسامہؓ بن زید کے لئے پیغام بھیجا۔ مجھے بتایا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے اسے اسامہ بن زیدؓ سے بھی محبت کرنی چاہئے۔ پھر جب میری رسول اللہ ﷺ سے اس ضمن میں بات ہوئی تو میں نے کہا کہ میرے معاملات آپ کے اختیار میں ہیں۔ آپ جو مناسب سمجھیں فیصلہ فرمائیں اور جس سے چاہیں میرا نکاح کر دیں۔ تو رسول اللہ نے فرمایا کہ بہتر ہے تم امّ شریک کے گھر رہائش اختیار کر لو۔ وہ انصار کی ایک مالدار خاتون تھیں۔ وہ نہایت سخاوت سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتیں اور مہمانوں کی بہت خاطر تواضع کرتیں۔ لیکن پھر حضور ﷺ کی رائے بدل گئی اور آپ نے فرمایا کہ ان کے یہاں بہت مہمان آتے رہتے ہیں اس لئے ایسا نہ ہو کہ تمہاری بے پردگی ہو۔ اس لئے بہتر ہے تم اپنے خالہ زاد عبداللہ ابن عمرؓ کے گھر چلی جاؤ۔ جب میری عدّت کے دن پورے ہوئے تو میں نے ایک منادی کو سنا جو اجتماعی نماز کا اعلان کر رہا تھا۔ لہذا میں نماز کے لئے نکلی اور میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور میری صف مردوں کی صف (عورتیں پیچھے نماز پڑھا کرتی تھیں) سے نزدیک ہی تھی۔ نماز کے اختتام پر رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور آپ کے چہرہ انور پر مسکراہٹ تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص اپنی جگہ پر موجود رہے۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ انہوں نے کہا: 'اللہ کی قسم میں

نے تمہیں نذر انذار کے لئے نہیں بلایا ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تم تمیم الدّاری کی بات سن لو وہ ایک عیسائی تھے' میرے پاس آئے اور اسلام قبول کرلیا۔ انہوں نے مجھے کچھ بتایا ہے جو اس سے مشابہت رکھتا ہے جو میں نے تمہیں بتایا ہے۔ وہ ۳۰ آدمیوں کے ساتھ ایک کشتی میں بیٹھ کر گئے جن کا تعلق بنولخم اور بنو جودھم سے تھا۔ سمندر کی لہروں نے کشتی کو ایک ماہ تک بھٹکائے رکھا۔ پھر موجیں مغرب کے وقت اسے ایک جزیرے کے قریب لے گئیں۔ وہ ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں پہنچے۔ وہاں انہوں نے ایک عجیب مخلوق دیکھی جس کے سر پر اتنے گھنے بال بکھرے ہوئے تھے کہ چہرے اور گردن میں تمیز دشوار تھی۔ انہوں نے کہا تم پر تف ہو۔ کون ہو تم؟۔ اس نے جواب دیا میں جساسہ ہوں۔ انہوں نے پوچھا وہ کیا ہوتی ہے؟ اس نے کہا تم اس آدمی کے ساتھ رہبان خانے جاؤ وہاں ایک آدمی تمہارے بارے میں جاننا چاہتا ہے۔ پھر اس نے ان کے ایک فرد کا نام لیا تو وہ خوف زدہ ہوگئے کہ کہیں وہ شیطان نہ ہو۔ پھر وہ تیزی سے اس کے ہمراہ رہبان خانے گئے جہاں انہوں نے ایک تنومند شخص دیکھا جس کے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ اور اس کے پاؤں میں ٹخنے تک بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کہا' تمہارا ناس ہو۔ تم کون ہو؟' اس نے کہا: 'تم جلد ہی مجھے جان لو گے۔ تم اپنے بارے میں بتاؤ تم کون ہو'۔ انہوں نے بتایا: 'ہم عرب ہیں'۔ ہم ایک کشتی میں سوار ہوئے تھے مگر موجیں ہمیں ادھر ادھر لے جاتی رہیں اور ہم ایک ماہ سے سفر میں ہیں۔ آخر وہ ہمیں اس جزیرے میں لے آئیں۔ ہم چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کر یہاں آ گئے۔ یہاں ہمیں وہ مخلوق ملی جس کے گھنے بالوں کے سبب ہم نہ جان سکے کہ اس کا چہرہ کدھر ہے اور گردن کدھر۔ ہم نے اس سے کہا تمہارا ناس ہو تم کون ہو؟ اس نے بتایا کہ وہ جساسہ ہے اور کہا کہ تم بے چینی سے ہمارا انتظار کر رہے ہو۔ اس لئے ہم تیزی سے تمہارے پاس آئے یہ سمجھ کر شاید تم شیطان ہو۔' اس بندھے ہوئے شخص نے کہا: 'مجھے بیسان کے کھجور کے درختوں کے بارے میں بتاؤ۔' تم ان کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہو؟' انہوں

نے پوچھا۔اس نے کہا: 'میں تم سے پوچھتا ہوں ان درختوں میں پھل آنے لگے ہیں یا نہیں؟ انہوں نے کہا 'ہاں' ۔اس پر اس نے کہا: 'میرا خیال تھا کہ ان میں پھل نہیں آئیں گے ۔ یہ بتاؤ طبریہ جھیل میں پانی ہے؟ انہوں نے کہا: 'اس میں بہت زیادہ پانی ہے۔'

پھر اس نے ضغر جھیل کے بارے میں پوچھا۔انہوں نے کہا: 'اس میں بھی بہت پانی ہے' ۔اس نے کہا 'کیا اس سے زراعت ہوتی ہے؟' ۔انہوں نے کہا: 'ہاں اس میں بہت پانی ہے اور مدینہ والے اس سے زراعت کرتے ہیں' پھر اس نے کہا: 'مجھے بے پڑھے لکھے نبی کے بارے میں بتاؤ۔اس نے کیا کیا ہے؟' انہوں نے بتایا: 'اس نے مکہ چھوڑ دیا ہے اور یثرب پہنچ گیا ہے۔' اس نے پوچھا کیا عرب اس سے لڑتے ہیں؟' انہوں نے کہا: 'ہاں' تو اس نے پوچھا: 'وہ ان کے ساتھ کس طرح پیش آتا ہے؟' انہوں نے بتایا کہ اس نے آس پاس کے علاقوں کو تسخیر کر لیا ہے اور انہوں نے اس کی برتری تسلیم کر لی ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا: 'کیا یہ واقعتاً ہو چکا ہے؟' انہوں نے جواب دیا 'ہاں' ۔اس نے کہا: 'ان لوگوں کے لئے یہی بہتر ہے کہ اس کی اطاعت کریں۔اب میں اپنے بارے میں بتاتا ہوں۔ میں دجّال ہوں۔اور مجھے جلد ہی یہاں سے رہائی مل جائیگی۔ لہٰذا میں یہاں سے نکلونگا اور چالیس دن میں کوئی بستی اور قریہ نہ چھوڑونگا۔ سوائے مکہ اور طیبہ (مدینہ) کے۔

یہ دو مقام میرے لئے ممنوع ہیں اور میں وہاں داخل نہ ہونگا۔ایک فرشتہ تلوار لئے میرا مقابلہ کریگا اور ہر رستے میں فرشتے میری راہ روکیں گے۔''

پھر اللہ کے رسول ﷺ نے منبر پر اپنا عصا مارا اور کہا: طیبہ کے معنی مدینہ ہیں۔کیا میں نے تم سے دجّال کے متعلق یہی بات نہیں کہی تھی؟' لوگوں نے کہا 'ہاں' ۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے تمیم الدّاری کا یہ بیان پسند ہے کیونکہ وہ میری اس بات کی تصدیق کرتا ہے جو میں نے دجّال کے مکہ اور مدینہ نہ جاسکنے کے بارے میں کہی تھی۔ دیکھو دجّال شام کے سمندر

(بحر متوسط) یا یمن کے سمندر (بحر عرب) میں ہے۔لیکن نہیں وہ مشرق میں ہے۔ وہ مشرق میں ہے۔ وہ مشرق میں ہے۔' پھر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے مشرق کی جانب اشارہ کیا۔' میں (فاطمہ بنت قیس) نے اسے ذہن میں محفوظ کرلیا۔ (صحیح مسلم)

اس حدیث سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جب دجّال کو رہا کیا جائیگا تو وہ اس جزیرے میں ہوگا۔ اوراس جزیرے سے وہ مسیحا بن کر ارض مقدس کو آزاد کرانے آئیگا۔ یہ جزیرہ کون سا ہے؟

جزیرہ برطانیہ ہے۔

ہماری رائے ہے کہ حدیث میں جس جزیرہ کا ذکر ہوا وہ برطانیہ ہے۔ جو شہادت اس کی تصدیق کرتی ہے۔ وہ انتہائی حیرت انگیز ہے۔ ذرا غور فرمائیں ۱۹۱۷ میں جزیرہ برطانیہ نے بالفور اعلامیہ کے ذریعے دنیا کو یہ بتا کر حیران کردیا کہ برطانوی حکومت ارض مقدس میں یہود کی قومی حکومت قائم کرنا چاہتی ہے۔ پھر ۱۹۱۸ء میں ایک برطانوی فوجی جنرل ایلنبی نے ترکی کی فوج کو شکست دے کر ارض مقدس کو مسلمانوں سے چھین لیا۔ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۴۸ء تک برطانیہ نے ارض مقدس پر حکومت کی ۔ اس اثناء میں دنیا نے یورپین یہودیوں کو بڑے پیمانے پر ارض مقدس میں ہجرت کرتے دیکھا۔ جرمنوں کی یہودیوں سے شدید نفرت جس کی بنیاد یہود کی وہ غداری تھی جس کے باعث یہودیوں نے برطانیہ سے مل کر جرمنی کے حق میں امریکہ کو ہموار کیا اوران سے یہ وعدہ لیا کہ وہ اس کے بدلے جنگ کے بعد یہودیوں کو ارض مقدس دیدیں گے۔ نتیجتاً ہٹلر برسر اقتدار آیا اوراس نے یہودیوں سے انتقام لینے کے لئے ان پر ظلم وتشدد کیا جس کی وجہ سے یہود زیادہ تیزی سے ارض مقدس منتقل ہونا شروع ہوگئے۔ اور ۱۹۴۸ء میں برطانیہ نے ایک دائی کا کردار ادا کرتے ہوئے اسرائیلی ریاست کی تخلیق کی اوراس کی آزادی کا اعلان

کرنے میں امداد دی۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ برطانیہ بحرمتوسط کے پار کوئی ایک ماہ کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ برطانیہ نے جاسوسی اور سراغ رسی میں کمال پیدا کیا ہے۔ شرلاک ہومز اور جیمز بانڈ کے نام فکشن کی دنیا میں لارنس آف عربیہ کے ہم مرتبہ ہیں۔

ممکن ہے کچھ لوگ ہمارے ان دلائل سے اتفاق نہ کرتے ہوئے برطانیہ کو وہ جزیرہ سمجھنے سے اجتناب کریں حدیث میں جس کا ذکر آیا ہے۔ ایسے لوگوں سے ہم ادب سے یہی عرض کر سکتے ہیں کہ براہ کرم ہماری تصحیح کریں اور خود اس جزیرے کی نشاندہی فرمائیں۔ اور اس کیلئے دلیلیں پیش فرمائیں۔

اس طرح ہم نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ حدیث کی رو سے دجّال جب رہا ہوا تو اس نے مسیحا بن کر ایک ایسے دن میں اپنا کام شروع کیا جس کی مدت ایک سال تھی۔ وہ اس اثنا میں برطانیہ میں رہا جو اس دوران دنیا کی حکمران ریاست رہا۔ اور یہی حکمران ریاست تھی جس کی عملداری دنیا کی دولت پر تھی۔ یہ بینک آف انگلینڈ کے ذریعے کیا گیا۔ یقیناً لندن اس وقت دنیا کا مالیاتی دارالحکومت تھا۔

لیکن پھر ہم نے محسوس کیا کہ ایک ساعت ایسی آئی جب برطانیہ انتہائی حیرتناک اور پراسرار طور پر حکمران ریاست نہیں رہا اور اس کی جگہ متحدہ ریاستہائے امریکہ نے لے لی۔

تبدیلی کا یہ عمل دو جنگوں کے درمیان واقع ہوا، پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے درمیان۔ ہماری رائے ہے کہ اس دوران دجال کا دن سال کی جگہ مہینے کا ہو گیا اور وہ برطانیہ سے نکل کر امریکہ منتقل ہو گیا۔ یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اس تبدیلی کے عمل کو غور سے دیکھیں تاکہ ہمیں سراغ مل سکے کہ کب اس کا دن مہینے سے ہفتے میں بدلیگا۔

۱۹۱۴ء میں دہشت گردی کا ایک واقعہ ہوا جس میں فرانز فرڈیننڈ، آسٹریا اور ہنگری کے آرک ڈیوک قتل کر دیئے گئے۔ بظاہر یہ قتل ایک سرب نے کیا تھا لیکن جو نقوش

یا چھوڑے گئے وہ روس کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔ جس کے سبب آسٹریا اور ہنگری روس کے خلاف جنگ چھیڑ سکتے تھے۔ اصل ہدف روس نہیں بلکہ اس کا حلیف برطانیہ تھا۔ ترکی کی عثمانی حکومت اس کا دوسرا ہدف تھی۔ اس کو تباہ کیا جانا تھا اور یہ کام برطانیہ کو کرنا تھا۔ جب آسٹریا و ہنگری نے روس کے خلاف اعلان جنگ کیا برطانیہ اور فرانس فوراً روس کی حمایت میں میدان میں اتر آئے۔ پلان یہ تھا کہ جنگ کے ذریعے برطانیہ کی معیشت کمزور کی جائے تاکہ وہ حکمران ریاست کا مرتبہ برقرار نہ رکھ سکے۔ سازش کنندگان اتنے چالاک اور مکّار تھے کہ وہ اسی وقت ترکی پر حملہ کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ اقتصادی طور پر کمزور ہو جانے کے بعد بھی خلافت عثمانی ارض مقدس کی یہودیوں کو منتقلی اور وہاں ان کی آبادکاری میں زبردست رکاوٹ تھی۔ اس رکاوٹ کو دور کرنے کا واحد ذریعہ جنگ تھی۔ لہذا اندرونی سازش کے ذریعے ترکی کو جنگ میں کودنے پر آمادہ کیا گیا۔ پھر برطانیہ کو استعمال کر کے نہ صرف سلطنت عثمانیہ بلکہ اسلامی خلافت کو تباہ کر دیا گیا۔ (دیکھیں ہماری کتاب' خلافت حجاز اور سعودی قومی ریاست')۔

لیکن ۱۹۱۴ سے ۱۹۱۶ تک جنگ برطانیہ کے لئے سخت تباہ کن ثابت ہوئی۔ اولاً جرمن آبدوزوں نے برطانیہ سے سمندروں کی حکمرانی چھین لی۔ ثانیاً جرمنی نے فرانس پر قبضہ کر لیا اور ایک جرمن نواز حکومت پیرس میں قائم کر دی۔ ثالثاً روسی فوجیں پیچھے ہٹنے لگیں اور ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ رابعاً برطانیہ اتنی سنگین صورتحال میں مبتلا ہو گیا کہ اسے فاقہ کشی کا خدشہ لاحق ہو گیا۔ پھر صورتحال میں ایک ڈرامائی تبدیلی آئی۔ یہودی سرمایہ داروں نے برطانوی حکومت سے رابطہ کیا اور اسے پیش کش کی کہ اگر وہ وعدہ کرے کہ جنگ کے خاتمے پر وہ یہودیوں کو ارض مقدس دے دیگا تو وہ اس کی حمایت میں امریکہ کو جنگ میں اترنے پر آمادہ کر سکتے ہیں۔ برطانیہ نے یہ آفر قبول کر لی۔ تو یہودیوں نے امریکہ میں اپنی زبردست پروپیگنڈہ مشینری کو بھرپور طور پر استعمال کر کے اور سرمائے کی قوت کا زور لگا کر امریکی فیصلہ کاروں کی ڈوریاں کھینچیں اور اسے ۱۹۱۶ میں جنگ میں

اترنے پر آمادہ کرلیا۔ برطانیہ نے ایک سال بعد بالفور ڈیکلئیریشن جاری کر کے اپنا وعدہ پورا کیا۔ ۱۹۱۶ء ہی میں برطانوی جاسوسوں نے جزیرہ نما عرب میں زبردست کامیابی حاصل کی۔

برطانیہ کی دونہایت اہم اسٹراٹیجک کامیابیاں یہ تھیں۔پہلی برطانوی حکومت اور عبدالعزیز ابن سعود کے درمیان معاہدہ جسے 'باہمی تعاون فلاح اور غیر جانبداری' کا معاہدہ قرار دیا گیا۔ برطانوی حکومت کو اس کی قیمت صرف ۵۰۰۰ برطانوی پاؤنڈ اسٹرلنگ فی ماہ ادا کرنی پڑی۔ دوسری طرف شریف مکّہ کے ساتھ معاہدہ جو ترکی کا مقرر کردہ گورنر تھا' کہ وہ ترک خلافت سے بغاوت کر کے ترکی سے آزادی کا اعلان کر دیگا جس کے لئے اسے ۷ملین پاؤنڈ اسٹرلنگ کی شاہانہ رقم ادا کی گئی۔ (دیکھئے ہماری کتاب 'خلافت' حجاز اور سعودی وہابی قومی ریاست)۔ دونوں ترکی کی اسلامی حکومت کے لئے ضرب شدید کی حیثیت رکھتی تھیں۔

اس طرح ۱۹۱۶ء میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ امریکہ' برطانیہ اور یہود کو فتح ہوئی۔ نہ صرف جرمنی شکست سے ہم کنار ہوا بلکہ خلافت عثمانی کا خاتمہ ہوگیا اور اس کی جگہ ترکی کی سیکولر ریاست ابھری۔ جو یہود کے لئے زیادہ اہم کامیابی تھی۔ اس کی قیادت نے ترکی کو شکست دینے والی طاقت برطانیہ سے ایک دفاعی اور جارحانہ معاہدہ کرنے میں تاخیر نہیں کی۔ لیکن جنگ سے برطانیہ اس قدر بدحال ہو چکا تھا کہ اس کی جگہ امریکہ نے عالمی حکمران ریاست کی جگہ سنبھال لی۔ اس کی تصدیق دونوں جنگوں اور ان کے بعد کے حالات سے ہوتی ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں ایک امریکی جنرل آئیزن ہاور نے اتحادی قوتوں کی کمان کی۔ اسی طرح برٹین وڈز کی کانفرنس میں جو نیا عالمی معاشی نظام تشکیل دیا گیا اس میں برطانیہ کے سکے پاؤنڈ اسٹرلنگ کی جگہ امریکی ڈالر کو دیدی گئی۔ بینک آف انگلینڈ کی جگہ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک نے لے لی اور واشنگٹن نے لندن کی مرکزیت حاصل کرلی۔ جنگ ختم ہونے کے بعد یہ امریکہ تھا جسے برطانوی اور یورپی معیشت کو

مارشل پلان کے ذریعے سنبھالنا پڑا۔ ۱۹۵۶ء کے سوئیز کنال بحران اور کیوبا کے میزائل بحران میں بھی امریکہ کی برتری کھل کر سامنے آ گئی۔

جس طرح برطانیہ کی حکمران ریاست ارضِ مقدس کے بارے میں نہایت جذباتی تھی (مثلاً بالفور ڈیکلئیریشن) اور خود برطانوی عوام بھی آگاہ نہیں تھے کہ اتنی یہود نواز پالیسیاں کیوں بنائی جا رہی ہیں اسی طرح نئی حکمراں ریاست بھی ارضِ مقدس کے بارے میں جانبدارانہ، جذباتی فیصلے کرتی رہی۔ اور امریکی عوام خود نہ جان سکے کہ ان کی حکومت یہود کی اس قدر طرف داری کیوں کر رہی ہے۔ مثال کے طور پر یہ امریکہ تھا جس نے دنیا میں سب سے پہلے اسرائیل کی ناجائز ریاست کو تسلیم کیا۔ وہ دن ہے اور آج کا دن امریکہ اسرائیل کی ہر جارحیت، ظلم و تشدد حتیٰ کہ قتل عام تک کی غیر مشروط حمایت کرتا آیا ہے اور اسے بے پناہ معاشی، اقتصادی اور فوجی امداد دی ہے۔ اسرائیل کو امریکی امداد تمام دنیا کو دی گئی امریکی امداد سے تجاوز کر چکی ہے۔ امداد کا بڑا حصّہ امریکی حکومت کے ذریعے اسرائیل پہنچا ہے مگر اس امداد کے علاوہ امریکہ میں بسنے والے یہودیوں نے بھی اسرائیل کو بھرپور امداد بہم پہنچائی ہے۔ ملٹری مدد کا کچھ حصّہ سامنے والے دروازے سے دیا گیا لیکن اس سے کہیں زیادہ اور وقیع امداد پچھلے دروازے سے فراہم کی گئی۔ (جوناتھن پولارڈ کا قصّہ جس نے امریکی نیوکلئیر راز اسرائیل کے حوالے کئے خاصا معروف ہے۔ اس امداد کے سبب اسرائیل ایک نیوکلئیر اور تھرمو نیوکلئیر قوت بن گیا جیسی دنیا کی بڑی ایٹمی قوتیں ہیں۔)

اسرئیل اور امریکہ کے ناقابل فہم، گہرے اور پراسرار تعلقات ۱۱ ستمبر کے واقعے سے کچھ پہلے مزید واضح ہو کر سامنے آ گئے۔ دربان کی عالمی کانفرنس برائے نسل پرستی اور نسلی امتیاز نے اسرائیل کی سخت مذمّت کی کیونکہ وہ فلسطینیوں سے بدترین بدسلوکی کر رہا تھا۔ اسرائیل نے اس پر کانفرنس کا بائیکاٹ کر دیا۔ اس کے ساتھ صرف ایک ریاست نے کانفرنس کا بائیکاٹ کیا اور وہ ریاستہائے متحدہ امریکہ تھا!

اس گفتگو سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ دجّال اس وقت امریکہ میں ہے اور اس کے دن کی مدت ایک ماہ ہے۔ ہم آگے چل کر دکھائینگے کہ ہم وقت کے اس لمحے میں ہیں جب دجّال کا دن ایک ہفتے کے برابر ہونے والا ہے جس میں امریکہ کی جگہ اسرائیل دنیا کی حکمران ریاست کی جگہ سنبھال لے گا۔ درحقیقت ۱۱ستمبر ان واقعات کا آغاز ہے جن کی بدولت یہ تبدیلی عمل میں آئیگی۔

کیونکہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ وہ قیامت تک پیش آنے والے واقعات کی توضیح کرتا ہے (قرآن: سورۃ النحل :۱۶: ۸۹) اس لئے وہ اس محیر العقل واقعے کی وضاحت بھی کرسکتا ہے جو انسان کی مذہبی تاریخ میں منفرد ہیں یعنی ریاست اسرائیل کی ۲۰۰۰ سال بعد بحالی جب اسے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے عذاب نے تباہ کردیا تھا۔قرآن کی طرف رجوع کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان اس اہم معاملے میں ہدایت الٰہیہ حاصل کرسکیں اور ان عجیب واقعات کا مناسب اور متفقہ جواب دے سکیں۔

اس سے قبل کہ ہم اس پیش گوئی کی طرف آئیں جو پوری ہوچکی ہے یعنی اللہ تعالیٰ آخری ساعت میں یہود کو ارض مقدس لائیگا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے موضوع پر بات کریں جو مسیح (علیہ السلام) کی واپسی کے متعلق اب تک سب سے بڑا افریب اور دجل ہے۔

باب۹

مرزا غلام احمد۔ایک جھوٹا مسیحا

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبیﷺ نے کہا: 'قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یقیناً (عیسیٰ) ابن مریم جلد ہی تم میں نازل ہونگے اور عدل سے تمہارے درمیان حکومت کرینگے۔ وہ صلیب کو توڑ دینگے اور خنزیر کو ہلاک کر دینگے اور جزیے کو ساقط کر دینگے۔ دولت کی اتنی بہتات ہوگی کہ کوئی خیرات لینے والا نہ ملے گا اور ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر سمجھا جائے گا' پھر آپﷺ نے فرمایا۔'اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو:

وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا [۱۵۹]

'اور اہل کتاب (یہود اور عیسائی) میں سے کوئی ایسا نہ ہوگا جو ان کی موت سے قبل ان پر ایمان نہ لے آئے۔ اور فیصلے (قیامت) کے دن وہ ان پر گواہ ہونگے۔' (قرآن: النساء: ۱۵۹)

مرزا غلام احمد ہندوستان کے قصبے قادیان کے ایک پنجابی مسلم خاندان میں بیسویں صدی کے اوائل میں پیدا ہوا۔ اس کا انتقال پہلی جنگ عظیم شروع ہونے سے ذرا قبل ہوا۔ وہ دنیا کی ایک حکمران قوم (برطانیہ) سے دوسری حکمران قوم (امریکہ) کو اقتدار کی منتقلی، جو پہلی جنگ عظیم کے دوران ہوئی) دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہا۔ نہ اسے یہود کی ارض مقدس کو واپسی اور ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کا قیام دیکھنے کا وقت ملا۔ اور نہ اسے وہ کچھ دیکھنے کو ملیگا جو جلد ہی ہم سب دیکھنے والے ہیں یعنی امریکہ سے عالمی اقتدار کی

یہودی ریاست اسرائیل کو منتقلی۔ ہمارا اندازہ ہے کہ یہ آنے والے ۵ سے ۱۰ برسوں میں ہوجائیگا۔

مرزا نے مسیح علیہ السلام کی واپسی کے متعلق کئی پیش گوئیاں کرکے دنیا کو حیرت زدہ کردیا۔ اس نے احمدی تحریک کی بنیاد رکھی اور بڑی تیزی سے یہ تحریک مغربی ممالک میں بھی پھیل گئی۔ اس نے یورپین لوگوں کو احمدیت کی تبلیغ شروع کردی اور انہیں احمدی بنانا شروع کردیا۔ اس کے علاوہ اس نے افریقی امریکی 'نیشن آف اسلام' کو بھی جس کی قیادت عالیجاہ محمد کررہا تھا' احمدیت کا قائل کرنے میں کامیابی حاصل کرلی۔ اس طرح اس نے لوئیس فرخان اور امام وارث الدین کی زیر قیادت افریقی نژاد امریکیوں میں قادیانیت کا پرچار کرنے میں سبقت حاصل کرلی۔ اس لئے ہمارے لئے ضروری ہوگیا کہ ایک باب مرزا کے دعووں کی صداقت جانچنے کے لئے وقف کریں۔

اب جب کہ تاریخ اپنی آخری منزلیں طے کررہی ہے اس کے ماننے والوں پر اور اس سے متاثر لوگوں پر یہ حقیقت واضح تر ہوتی جائیگی کہ اس کے مندرجہ ذیل دعوے بالکل جھوٹے تھے:

وہ امام مہدی ہے جو مسلمانوں کا رہنما ہوگا جب حضرت عیسیٰؑ واپس آئینگے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی اس کی شخصیت کے ذریعے پوری ہوگئی۔

وہ اللہ تعالیٰ کا نامزد کردہ رسول ہے جس کی نبوت محمد ﷺ کی نبوت کے تابع ہے۔

ہم امید کرتے ہیں کہ احمدی ہماری دعوت پر سنجیدگی سے غور کریں گے کہ وہ قرآن اور احادیث کے ذریعے ان واقعات کو سمجھنے کی کوشش کریں گے جو مرزا کے مرنے کے بعد واقع ہوئے ہیں (جنہیں اوپر درج کیا گیا)' خصوصاً یہود کی فلسطین میں واپسی اور اسرائیلی ریاست کا قیام۔ اگر وہ غور کریں تو انہیں حالات کی ایک نئی تفہیم حاصل ہوگی اور وہ دجال (جعلی مسیح) اور یاجوج ماجوج' امام مہدی اور حضرت عیسیٰؑ کی واپسی کے متعلق بہتر طور پر جان سکیں گے اور دیکھ سکیں گے کہ مرزا کے دعوے قبل از وقت اور غلط تھے۔ اس

کتاب کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ان احمدی حضرات کی مدد کی جائے جو فی الواقع قرآن اور حدیث کی روشنی میں ان واقعات کو سمجھنا چاہیں جو اسرائیل کے قیام سے شروع ہوئے اور جو دنیا کی مذہبی تاریخ میں عدیم النظیر ہیں۔ کسی احمدی کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس کتاب کے بنیادی دلائل اور ان سے اخذ کردہ نتائج کو سمجھ سکے جب تک مرزا غلام احمد کے دعوؤں کو کلّی طور پر مسترد نہ کردے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جسے چاہے نور ہدایت عطا فرماتا ہے۔

غلام احمد نے صرف یہود ہی کو گمراہ نہیں کیا۔ بلکہ کئی نیک اور صالح مسلم جن کی عبادت اور اطاعت مرعوب کن ہے' اس کے دھوکے کا شکار ہوگئے۔ انہوں نے بڑی نیک نیتی سے یہ یقین کرکے کہ اسلام کی سب سے مناسب اور موزوں تعبیر یہی ہے احمدیت قبول کی۔ لیکن درحقیقت وہ دجّال کے پھندے میں پھنس گئے۔ انہیں یہ دھوکا کیسے دیا گیا؟

احمدی یہ سمجھتے ہیں کہ مسیحؑ کی واپسی کی پیش گوئی مرزا غلام احمد کی شخصیت میں پوری ہوئی۔ ایک نہیں کئی وجوہات ہیں جن کی بنا پر یہ دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے۔ اولاً وہ مریمؑ کے بیٹے ہونگے جبکہ مرزا ایک پنجابی عورت کا بیٹا تھا۔ ثانیاً جن احادیث میں مسیح علیہ السلام کی واپسی کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ صراحت بھی کرتی ہیں کہ وہ اپنی زندگی میں دجّال کو ہلاک کردینگے۔ اس سلسلے میں حدیث شریف میں نبی اکرمﷺ کا ارشاد واضح ہے۔ قارئین کے استفادے کے لئے ہم پوری حدیث نقل کرتے ہیں۔

نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے:

اللہ کے رسولﷺ نے ایک صبح دجّال کا ذکر کیا۔ کبھی آپ کی گفتگو سے لگتا کہ وہ کوئی بڑا خطرہ نہیں اور کبھی اس کی مصیبت بہت بڑی لگتی اور یوں محسوس ہوتا کہ وہ قریب ہی کھجوروں کے جھنڈ میں چھپا ہوا ہے۔ جب ہم شام کو آپﷺ کے حضور پہنچے تو آپ نے ہمارے چہرے پر خوف کے آثار دیکھ کر پوچھا: 'تمہیں کیا ہوا؟' ہم نے کہا

'اے اللہ کے رسول ﷺ آج صبح آپ نے جس طرح دجّال کا ذکر کیا اس سے کبھی ہمیں لگا کہ وہ کوئی بڑی مصیبت نہیں لیکن کبھی ایسا محسوس ہوا کہ (وہ اس قدر نزدیک ہے گویا) قریب ہی کسی جھنڈ میں پوشیدہ ہے۔' تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'میں دجّال کے سوا تمہارے لئے کئی اور فتنے دیکھ رہا ہوں۔ اگر وہ میری زندگی میں آیا تو میں تمہاری طرف سے اس سے مقابلہ کرونگا۔ لیکن اگر وہ اسوقت آیا جب میں تم میں موجود نہ ہوں تو ہر شخص کو اپنا دفاع خود کرنا ہوگا اور اللہ ہر مسلم کی مدد میری طرف سے کریگا (اور اسے دجّال کے شر سے بچائیگا)۔ دجّال ایک جوان آدمی ہوگا جس کے بال گھنگریالے ہونگے اور اس کی ایک آنکھ اندھی ہوگی۔ اس کی مشابہت عبدالعزّیٰ ابن قطان سے ہوگی۔ تم میں سے جو اسے دیکھے وہ سورۃ الکہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔ وہ شام اور عراق کے درمیان نمودار ہوگا اور ہر طرف فتنے پھیلائیگا۔ اللہ کے بندو! سچائی کے رستے پر قائم رہو'۔ ہم نے کہا: 'اللہ کے رسول ﷺ وہ زمیں پر کتنا عرصہ قیام کریگا؟' آپ ﷺ نے فرمایا: 'چالیس دن! ایک دن ایک سال کی طرح' ایک دن ایک مہینے کی طرح' ایک دن ایک ہفتے کی طرح اور باقی دن تمہارے عام دنوں کی طرح'۔ ہم نے پوچھا' یارسول اللہ ﷺ کیا ایک دن کی نمازیں ایک سال کے لئے کافی ہونگی؟' اس پر آپ ﷺ نے فرمایا' نہیں لیکن تم وقت کا حساب لگا کر نماز ادا کرنا' ہم نے پوچھا' اے اللہ کے رسول ﷺ وہ زمین پر کتنا تیز چلے گا؟'۔ انہوں نے فرمایا: 'جیسے ہوا کے دوش پر بادل چلتا ہے۔۔ وہ لوگوں کے پاس جائیگا اور انہیں اپنے دین کی دعوت دیگا۔ جو لوگ اسے مان لینگے اور اس پر ایمان لے آئینگے تو وہ بادلوں کو حکم دیگا اور بارش ہونے لگے گی اور فصلیں ہری ہوجائینگی۔ شام کو ان کے دودھ دینے والے جانور دودھ سے بھرے ہوئے آئینگے۔ پھر وہ دوسرے لوگوں کے پاس جائیگا اور وہ اسے مسترد کردینگے تو وہ ان کے پاس سے چلا جائیگا تو وہاں قحط پڑ جائیگا اور کھانے کے لئے کچھ نہ ملیگا۔ پھر وہ صحرا سے گذریگا اور اسے کہیگا 'اپنی دولت نکال' اور زمین اپنی دولت نکالیگی۔ خزانے یوں نکل آئینگے جیسے شہد کی مکھیاں جمع

ہوتی ہیں۔ (یہ تیل اور دوسری معدنیات کا ذکر ہے)۔ پھر وہ ایک جوان آدمی کو تلوار کا وار کر کے قتل کریگا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیگا اور انہیں بکھیر دیگا اتنے فاصلے پر جتنا تیر انداز اور اس کے ہدف کے درمیان ہوتا ہے۔ پھر وہ اسے آواز دیگا تو وہ (زندہ) ہو کر ہنستا ہوا آ جائیگا اور اس کا چہرہ (خوشی سے) چمک رہا ہوگا۔ اسی وقت اللہ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار پر اترینگے۔ انہوں نے زعفران سے ہلکے رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوئے ہونگے۔ ان کے دونوں ہاتھ فرشتوں کے بازووں پر رکھے ہوئے ہونگے۔ جب وہ اپنا سر نیچے کرینگے تو پسینے کے قطرے ٹپکیں گے۔ ہر کافر جو ان کے پسینے کی بو سونگھے گا مر جائیگا۔ وہ پھر دجّال کو تلاش کر کے اسے لد کے قریب پائینگے اور اسے قتل کر دینگے۔

پھر ایک قوم جس کی حفاظت اللہ نے کی ہوگی عیسیؑ کے پاس آئیگی۔ وہ ان کے چہرے پونچھیں گے اور جنت میں ان کے درجات کی بشارت دینگے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ عیسیؑ پر وحی فرمائیگا کہ میں نے اپنے بندوں میں سے وہ تمہیں بھیجے ہیں جن پر کوئی فتح نہ پا سکے گا۔ تم انھیں بحفاظت طور کے پاس لے جاؤ۔ پھر اللہ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر بلندی سے اترتے نظر آئینگے۔ ان میں سے پہلا طبریاس کی جھیل سے گذریگا اور اس سے پانی پیئے گا۔ اور جب ان کا آخری شخص وہاں سے گزریگا وہ کہے گا کہ کبھی یہاں پانی ہوتا تھا۔ وہ یسوعؑ اور ان کے ساتھیوں کا محاصرہ کرلینگے اور ان کے حالات اتنے سخت ہونگے کہ ایک بیل سو دینار سے زیادہ مہنگا ہوجائیگا۔ اللہ کے رسول عیسیٰ اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کرینگے تو اللہ تعالیٰ ان پر جراثیم نازل کریں گے۔ صبح تک وہ اس طرح ہلاک ہو جائینگے جیسے تنہا آدمی مر جاتا ہے۔ اللہ کے نبی یسوعؑ اور ان کے اصحاب زمین پر آئینگے تو زمین پر ذرا سی جگہ بھی باقی نہ ہوگی جس میں لاشوں کا تعفن اور بدبو نہ ہو۔ پھر وہ (پاک ہستیاں) اللہ کے حضور دعا کرینگی اور اللہ تعالیٰ لمبی گردن والے پرندے اتارینگے تو وہ ان لاشوں کو لے جا کر کہیں پھینک آئینگے۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل کرینگے تو زمین

میں مٹّی یا اینٹ کا کوئی گھر نہ ہوگا جو اس سے دھل نہ جائے اور زمین آئینے کی طرح صاف ہوجائیگی۔ پھر اسے حکم دیا جائیگا اور وہ اپنے ثمرات نکالیگی۔ اس کی رونقیں بحال ہوجائینگی۔ اتنا بڑا انار پیدا ہوگا جو آدمیوں کی ایک جماعت کو کافی ہوگا۔ اونٹنیاں اتنا دودھ دیا کرینگی کہ وہ پورے قبیلے کے لئے کافی ہوگا اور بھیڑیں اتنا دودھ دینگی کہ پورے خاندان کو کفایت کریگا۔ پھر اللہ ایسی خوشگوار ہوا بھیجیں گے جس سے لوگ ٹھنڈک محسوس کرینگے۔ اس ہوا سے سب مسلم وفات پا جائینگے اور صرف بدکار باقی رہ جائینگے جو گدھوں کی طرح بدکاری کرینگے اور قیامت ان ہی پر آئیگی۔ (صحیح مسلم)

یہ حدیث بالکل واضح ہے۔ سچّا مسیحا جھوٹے مسیحا (دجال) کو قتل کردیگا۔ 'وہ تلاش کرکے اسے لد کے قریب پائینگے اور اسے قتل کردینگے'۔ اگر مرزا سچّا مسیح ہوتا تو اس نے دجّال کو تلاش کرکے اسے قتل کردیا ہوتا۔ ملاحظہ ہو حدیث مسلم۔ 'وہ اسے تلاش کرکے قتل کردینگے۔' اگر مرزا نے اس حدیث کے مطابق دجّال کو قتل کردیا ہوتا تو دجّال اپنا مشن جاری نہ رکھ پاتا۔ دراصل مرزا صیہونی تحریک کی ابتدا ہوتے ہی مرگیا اور وہ اس کی محیرالعقل کامیابی کو نہ دیکھ سکا اس کے مشن میں کوئی رکاوٹ ڈالنا تو الگ رہا۔ دراصل مرزا اس سارے ڈرامے سے قطعی غیر متعلق رہا جس کے ہیرو ہونے کا اس نے دعویٰ کیا تھا۔ اسرائیل کی جعلی ریاست کا قیام ادیان کی تاریخ میں ایک منفرد واقعہ ہے اور اس کی تکمیل میں مرزا کا کردار صفر ہے۔ نہ اس کے بنانے میں اور نہ اسے روکنے میں۔ (حتیٰ کہ وہ بطور تماشائی بھی اسے نہ دیکھ سکا۔ مترجم)

ثالثاً ثبوتوں کا ایک انبار جمع ہو چکا ہے (خصوصاً ان کے لئے جو دونوں آنکھوں سے دیکھتے ہیں) کہ ہم دجّالی دور میں رہ رہے ہیں۔ مثال کے طور پر:

جدید دنیا کا فلسفیانہ شرک جس نے نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق بندگی اور اطاعت اللہ کے بجائے دجّالی سیکولر سیاسی نظام کو دینی چاہی۔ مادیت کا سارا فتنہ برطانیہ کے جزیرے سے ابھرا۔ تمیم الداری کی حدیث وضاحت کرتی ہے کہ جب دجّال رہا ہوگا

تو وہ اس جزیرے سے اپنا حملہ شروع کریگا۔

جدید مادیاتی نظام کا وہ سیاسی شرک جو نبی اکرم کی اس پیش گوئی کے مطابق ہے جس میں سروری خدائے بے ہمتا کے بجائے غالب سیاسی نظام کو عطا کی گئی ہے۔ جدید یورپی تہذیب نے سیاست سے خدا ترسی' انصاف اور انسان دوستی کی جگہ وطن پرستی کی وحشت اور بربریت داخل کر دی جہاں ایک قوم دوسری پر غلبہ پانے کے لئے ایٹمی حملے سے بھی باز نہیں آتی اور بقول اقبال غارت گری جہاں میں ہے اقوام کی معاش۔ پوری دنیا اقوام متحدہ کے سیاسی شرک کو اپنا چکی ہے اور اپنے سیاسی اور اقتصادی معاملات میں دین سے کوئی رہنمائی قبول کرنے کو تیار نہیں۔ جدید مادہ پرستی جس کے سبب انسان صرف ظاہری نگاہ سے حالات کو دیکھتا ہے اور داخلی نظر سے محروم ہونے کے سبب آنکھ سے نظر آنے والے حقائق ہی کو سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔ جدید لادین ریاست کا شرک عالمگیر ہے۔ اس میں سربراہی اللہ تعالیٰ کی نہیں بلکہ ریاست کی ہوتی ہے جو اس کے حرام کو حلال اور اس کے حلال کو حرام کر سکتی ہے۔ اس طرح اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ ریاست کو حاصل ہوتا ہے۔ حیرتناک امر ہے کہ مسلمانوں کو بھی اسے سمجھنے میں دقت پیش آ رہی ہے۔ اسلام میں قانون سازی کا حق فقط اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اور انسان اس کے نائب کی حیثیت سے ان حدود میں رہ کر قانون بنا سکتا ہے جس کی نشان دہی کتاب اور سنت کرتے ہیں۔ غیر اللہ کے قانون پر راضی ہو جانا غیر اللہ کو معبود بنانے کے مترادف ہے۔ اور قرآن کریم اس سلسلے میں صریح نص فراہم کرتا ہے۔ یہ برطانیہ ہی تھا جس نے لادینی ریاست کی بنیاد رکھی اور اب ساری دنیا اسے قبول کر چکی ہے اور اقوام متحدہ بھی ایک لادین ادارہ ہے جو قومی لادین ریاست کی رہنمائی کر رہا ہے۔

سائنس کی فراہم کردہ جدید راحتیں انسان کو جدیدیت کے فوائد بڑھا چڑھا کر دکھاتی ہیں اور اسے قطعی احساس نہیں ہوتا کہ وہ ان کے ساتھ ایسے نظریے بھی اپنا رہا ہے جو اس کے دین کے منافی ہیں۔ ٹیلی فون' ہوائی سفر' ای میل' موبائل اور فیکس جیسی

سہولیات انسان کو زندگی کے اصل مقصد یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی سے غافل کر دیتی ہیں جو اسکی تخلیق کا مقصد ہے۔ احادیث میں ان آسائشوں کو دجّالی عہد کا فتنہ کہا گیا ہے۔ مثال کے طور پر بتایا گیا ہے کہ دجال کا گدھا بادلوں کی طرح تیز سفر کریگا اور جس کے کان دور تک پھیلے ہوئے ہونگے۔ یہ جدید ہوائی جہازوں کا ذکر ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں۔ یعنی اپنا نائب انسان کو بنا رہا ہوں جو میری مرضی کے مطابق اس کا نظام چلائیگا۔ اسلامی خلافت نے بعینہ یہی کیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی سروری تسلیم کی' اسے قانون ساز مطلق مانا اور اس کے قانون کو اعلیٰ ترین قانون قرار دیا۔ اسے جدید سیکولر ریاست نے تباہ کر دیا اور یہ باطل تصور دیا کہ انسان اپنا قانون بنانے کے لئے آزاد اور خود مختار ہے۔ نئی ریاست نے پہلے مرکز خلافت ترکی کو لادین بنایا پھر اس نے جزیرہ نما عرب پر قبضہ جمایا اور آج یہ پورے عالم اسلام کو محیط ہے۔ ساری اسلامی دنیا نے اس شرک کو اپنا لیا۔ اور یہ مرزا کی وفات کے بعد ہوا۔

سیاسی شرک کی طرح اقتصادی شرک نے اسلامی معیشتوں پر قبضہ جمالیا اور ربا کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا تھا' اپنی معیشت کی بنیاد بنالیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ آنے والے زمانے میں ایک وقت آئیگا جب کوئی سود سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ اگر کوئی سود سے اجتناب کر رہا ہو تب بھی اسے اس کا غبار پہنچ کر رہیگا۔ یہ پیش گوئی آج پوری ہو چکی ہے مگر مرزا اسے دیکھنے کے لئے موجود نہیں ہے۔

جدید تحریک نسواں نے عورتوں سے بچّوں کی تعلیم و تربیت اور محبت بھری دیکھ بھال چھڑا کر انہیں اپنے کیریر سازی پر لگا دیا اور اس طرح خاندان کی بنیاد ہی ڈھا دی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ آخری لوگ جو دجّال کے شکنجے میں آئینگے وہ خواتین ہونگی: 'آخری لوگ جو دجال کے پاس آئینگے وہ عورتیں ہونگی یہاں تک کہ ایک مرد کو اپنی ماں' بہن' بیٹی اور خالہ کو باندھنا

پڑیگا تا کہ اسے دجّال کے پاس جانے سے بچا سکے۔' (کنز العمال۔ جلد ۷۔۲۱۱۶)

'سب سے زیادہ جو لوگ اس (دجّال) کے پاس آئینگے وہ یہودی ہونگے اور عورتیں۔' (کنز العمال۔ جلد ۷۔ ۲۱۱۶)

تحریک آزادیٔ نسواں کی بنیاد برطانوی خواتین نے رکھی اور مرزا کی وفات کے بعد وہ مسلم معاشروں میں داخل ہونے میں کامیاب ہوئی۔

ماحولیاتی آلودگی جس نے زمین کے موسموں کو بدل دیا' جس کی رسول اکرم ﷺ نے پیش گوئی کی تھی اور جس کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ دجّال کے دور میں واقع ہوگی' حقیقتاً ہو چکی لیکن مرزا آج جب ہم یہ لکھ رہے ہیں موجود نہیں۔

جدید دور کا وہ خوفناک دجل اور فریب جس میں حقیقت ظاہری شکل سے یکسر جدا ہے اور جہنم کا راستہ جنت نظر آتا ہے اور جنت کا راستہ جہنم دکھائی دیتا ہے واقع ہو چکے ہیں۔ اسرائیل کی مصنوعی ریاست وجود پذیر ہو چکی ہے اور اس کی تشکیل میں عیسائی جزیرے برطانیہ نے پورا کردار ادا کیا ہے جو تقریباً ایک ماہ کے سمندری فاصلے پر واقع ہے (حدیث تمیم الداری) اور یہ بھی مرزا کی موت کے بعد ہوا ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید ثبوت ہے کہ دجال مرزا کے مرنے کے طویل عرصہ بعد بھی اپنے کام میں مشغول رہا اور مرزا کا دنیا کے اختتام کے سلسلے میں کوئی کردار نہیں۔

عنقریب ریاست اسرائیل دنیا کی حکمران ریاست کی حیثیت سے امریکہ کی جگہ لے لیگی اور سلیمانؑ کے سنہری دور کی واپسی کا دعویٰ کریگی۔ اس طرح دجال اپنے دجل و فریب کے مشن میں مزید پیش قدمی کریگا اور یہ بھی مرزا کی غیر حاضری میں ہوگا۔

یہ سارے کام دجال کے ہیں جو سرگرمی سے اپنے مشن کی تکمیل میں لگا ہوا ہے اور مرزا کو مرے ہوئے تقریباً سو سال ہونے کو آئے۔ اگر مرزا نے دجال کو قتل کر دیا تو اس کے ماننے والے ان سب باتوں کی توجیہ کس طرح کرینگے؟ ہم امید کرتے ہیں کہ حقیقت

کا ادراک کر لینے کے بعد وہ اس کے اقرار میں دیر نہیں کرینگے اور اسے تسلیم کر کے اپنی
دنیا اور عاقبت بہتر بنا لیں گے۔ آمین!

باب۱۰

یاجوج ماجوج قرآن وحدیث میں

قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا [۹۴]

’انہوں نے کہا اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج نے زمین میں زبردست فساد پھیلایا ہوا ہے۔ ہم تمہیں خراج دینگے تاکہ تم ہمارے اور ان کے درمیان ایک (ناقابل عبور) رکاوٹ تعمیر کردو۔‘ (قرآن: الکہف: ۹۴)

خداداد حافظہ رکھنے والے ہمارے استاد فضیلت مآب ڈاکٹر محمد فضل الرحمٰن انصاریؒ نے علم کی تلاش کے لئے ہمیں ایک اہم رہنما اصول ذہن نشین کرایا تھا۔ خصوصاً سچائی کی تلاش کے لئے انہوں نے ہدایت کی تھی کہ معلومات کے ادھورے حصّے کو سامنے رکھ کر کوئی رائے نہ قائم کی جائے‘ جب تک تمام حقائق نظروں کے سامنے نہ آجائیں۔ انہوں نے یہ بھی نصیحت کی تھی کہ کسی موضوع پر حقائق جمع کرنا شروع کرو تو انہیں اس طرح منطقی انداز میں ترتیب دو کہ نتائج اخذ کرنے میں کوئی دشواری نہ رہے۔ لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب ان کی تہ میں کارفرما وحدانی اصول معلوم کرلیا جائے۔ انہوں نے اس وحدانی اصول کو ’معنیٰ کا نظام‘ کا نام دیا تھا۔ یاجوج اور ماجوج کے متعلق بھی یہی معنیٰ کا نظام دریافت کرنا ضروری ہے۔ جب تک اس تک رسائی نہ ہو بڑے سے بڑا اسکالر یا عالم گمراہ ہوسکتا ہے۔

ایک تنہا حدیث میں جو صحیح مسلم میں ملتی ہے اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ یاجوج ماجوج حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی آمد کے بعد ہی نظر آسکیں گے۔

'ان حالات میں اللہ عیسیٰؑ پر الہام فرمائیگا کہ میں نے اپنے بندوں میں سے ایسے لوگ تمہاری مدد کے لئے بھیجے ہیں جن سے کوئی جنگ نہ کر سکے گا۔تم انہیں بحفاظت طور تک لے جاؤ۔ پھر اللہ یاجوج و ماجوج کو بھیجے گا جو تمام بلندیوں سے اترتے محسوس ہونگے۔' (صحیح مسلم)

لیکن قرآن اور صحیح بخاری کی کم از کم ۱۸ احادیث سے جو معلوم ہوتا ہے وہ اس کے برعکس ہے۔ وہ بتاتی ہیں کہ یاجوج و ماجوج نبی اکرم ﷺ کی زندگی ہی میں رہا ہوگئے تھے جو عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی سے بہت پہلے کی بات ہے۔

قرآن کریم میں یاجوج اور ماجوج کا ذکر صرف دو جگہ ملتا ہے:

قَالُوا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا [۹۴]

'انہوں نے کہا اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج نے زمین میں زبردست فساد پھیلایا ہوا ہے۔ ہم تمہیں خراج دینگے تاکہ تم ہمارے اور ان کے درمیان ایک (ناقابل عبور) رکاوٹ تعمیر کردو' (قرآن: الکہف: ۹۴)

قرآن میں ان کے پہلے حوالے ہی میں بتا دیا گیا ہے کہ وہ فسادی لوگ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بتا دیا تھا کہ وہ فسادی اولادِ آدم سے ہیں۔ نیز یہ بھی فرما دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی صلاحتیں عطا کی ہیں کہ دنیاوی لحاظ سے وہ تقریباً ناقابل تسخیر ہیں:

'ان حالات میں اللہ عیسیٰؑ پر الہام فرمائیگا کہ میں نے اپنے بندوں میں سے ایسے لوگ تمہاری مدد کے لئے بھیجے ہیں جن سے کوئی جنگ نہ کر سکے گا۔تم انہیں بحفاظت طور تک لے جاؤ۔ پھر اللہ یاجوج و ماجوج کو بھیجے گا جو تمام

بلندیوں سے اترتے محسوس ہونگے۔ ان میں سے پہلا جھیل طبریاس (یعنی بحر گیلیلی) سے گزریگا اور اس میں سے پانی پیئے گا۔ اور جب ان کا آخری آدمی وہاں سے گزریگا تو وہ کہے گا کبھی یہاں پانی ہوتا تھا۔ عیسیٰؑ اور ان کے ساتھی وہاں محصور ہوجائینگے۔ (محاصرے کی سختی اور خوراک کی کمی کے سبب) ایک بیل سو دینار سے زیادہ مہنگا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرینگے اور اللہ تعالیٰ کیڑے (یا جراثیم) بھیجے گا اور صبح کو وہ ایک آدمی کی طرح فنا ہوجائینگے۔ اللہ کے نبی عیسیٰ پھر زمین پر آئینگے تو زمین پر ذراسی جگہ بھی نہ ہوگی جس پر سخت بدبو نہ ہو۔ اللہ کے نبیؑ تب دعا کرینگے اور اللہ تعالیٰ لمبی گردن والے پرندے بھیجیں گے جو لاشوں کو دور لے جا کے پھینک دینگے۔ (صحیح مسلم)

سورۃ الکہف سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین نے لوگوں اور ان مفسدوں کے درمیان ایک ناقابل عبور رکاوٹ کھڑی کی تھی۔ انہوں نے لوہے کے بلاک اور پگھلا ہوا تانبہ استعمال کرکے ان کا سدباب کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ یہ خدا کی رحمت ہے۔ اور جب اللہ کے وعدے (یعنی قیامت) کا وقت آئیگا تو اللہ اسے گرا کر یاجوج ماجوج کو کھول دیگا:

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّىْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّىْ حَقًّا [۹۸]

'اس نے کہا: 'یہ ایک رحمت ہے میرے رب کی طرف سے لیکن جب تنبیہ کا وقت آئیگا تو وہ اسے مٹی بنا دیگا اور میرے مالک کا وعدہ سچا ہے۔' (قرآن: الکہف: ۹۸)

وہ کس تنبیہ کا ذکر کر رہے تھے؟ اس کا جواب اس مشہور حدیث میں ملتا ہے جس میں رسول اکرم ﷺ نے قیامت کی دس بڑی نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ ان میں ایک

نشانی یاجوج ماجوج کی رہائی ہے۔

حذیفہ ابن اسید غفریؓ سے روایت ہے:

'اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے اور پوچھا کہ ہم کیا باتیں کررہے تھے۔ ہم نے جواب دیا' آخری قیامت کے بارے میں' ۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:' قیامت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ دھواں' دجّال' دابۃ الارض' سورج کا مغرب سے طلوع ہونا' عیسیٰ ابن مریم کا نزول' یاجوج وماجوج' تین مقامات پر خسف الارض' ایک مشرق' ایک مغرب اور ایک جزیرۃ العرب میں جس کے بعد یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو ہانک کران کے اجتماع کی جگہ لے جائیگی۔(صحیح مسلم)

بہ الفاظ دیگر جب سد یاجوج ماجوج ٹوٹی اور وہ رہا ہوئے تو قیامت کی ایک عظیم نشانی رونما ہوئی اور نوع انسان اپنے وجود کے آخری دور میں داخل ہوئی۔سوال یہ اٹھتا ہے کہ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ وہ دیوار ٹوٹ گئی ہے اور یاجوج ماجوج کی رہائی شروع ہوگئی ہے۔آیئے ہم ان ۱۸ احادیث کا مطالعہ کریں جو تمام صحیح بخاری سے لی گئی ہیں۔ان احادیث میں بار بار کسی بات کے آنے سے قاری کو پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔دراصل یہ ایک ہی حدیث ہے جس کے راوی مختلف ہیں۔لہذا یہ ایک متواتر حدیث ہے جس سے اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

حضرت' ابوہریرہؓ سے روایت ہے:

ایک دن اللہ کے نبی ﷺ ہمارے پاس خوف کے عالم میں آئے اور کہا: 'عربوں پر آفت آگئی ہے کیونکہ آج یاجوج ماجوج کے بند میں ایک سوراخ ہوگیا ہے' پھر آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے ایک حلقہ بنا کر دکھایا۔(صحیح بخاری)'

'زینب بنت جحشؓ روایت کرتی ہیں:

ایک دن اللہ کے رسول ان کے گھر خوف کے عالم میں داخل ہوئے اور ارشاد فرمایا: 'اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ آج یاجوج ماجوج کے بند میں سوراخ ہو گیا ہے'۔ پھر آپ ﷺ نے انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر دکھایا۔ حضرت زینبؓ نے پوچھا: 'اے اللہ کے رسول کیا ہم تباہ ہو جائینگے جب کہ ہم میں راست رو لوگ موجود ہوں؟' رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: 'ہاں اگر گناہ گاروں کی تعداد بڑھ جائے'۔ (صحیح بخاری)

'زینب بنت جحشؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ ان کے پاس خوف کی حالت میں آئے اور کہا: 'اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ عربوں پر آفت قریب آ گئی ہے ایک فتنے کی وجہ سے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں ایک سوراخ ہو گیا ہے'۔ زینبؓ نے کہا 'یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم تباہ کر دیئے جائینگے حالانکہ ہم میں نیک بندے بھی موجود ہیں؟' انہوں نے کہا: 'ہاں اگر برائی بڑھ جائے'۔ (صحیح بخاری)

'زینب بنت جحشؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ خوف زدگی کے عالم میں میرے پاس آئے اور فرمایا: 'اللہ کے سوا کسی کو عبادت روا نہیں۔ ایک خطرے کے سبب' آفت عربوں کے قریب آ گئی ہے۔ یاجوج اور ماجوج کی دیوار میں ایک سوراخ ہو گیا ہے'۔ آپ ﷺ نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے ایک دائرہ بنا کر دکھایا۔ زینب بنت جحش نے پوچھا: 'کیا ہم تباہ کر دیئے جائینگے جبکہ ہم میں نیک بندے موجود ہیں'۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا؛ 'ہاں اگر برے لوگ بڑھ جائیں'۔ (صحیح بخاری)

'ام سلمیٰؓ سے روایت ہے:

نبی صلعم نیند سے بیدار ہوئے اور فرمایا: 'پاک ہے اللہ۔ کتنے خزانے نازل کئے گئے اور کتنی آفتیں اتاری گئیں'۔ (صحیح بخاری)

'ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: نبی کریمﷺ نے کہا: 'اللہ نے یاجوج اور ماجوج کی دیوار میں ایک شگاف ڈالدیا ہے'۔ پھر آپﷺ نے اشارے سے بتایا۔(صحیح بخاری)

'ابن عبّاسؓ نے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسولﷺ نے طواف کیا اور آپ اونٹ پر سوار تھے۔ جب بھی آپ حجراسود کے قریب آتے آپ اس کی طرف اشارہ کرتے اور کہتے: اللہ اکبر۔ زینب نے کہا؛ رسول اللہﷺ نے فرمایا یاجوج و ماجوج کی دیوار میں ایک سوراخ ہوگیا ہے۔ اور آپﷺ نے انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے ۹۰ کا ہندسہ بنا کر دکھایا۔

(صحیح بخاری)

صحیح بخاری کی یہ آٹھ احادیث جو چار مختلف ذرائع سے ملی ہیں۔ ابو ہریرہؓ زینب بنت جحشؓ ام سلمیٰؓ اور عبداللہ ابن عباسؓ نہایت صراحت سے یاجوج ماجوج کی رہائی سے متعلق بتاتی ہیں کہ وہ نبی کریمﷺ کی حیات مبارک ہی میں عمل میں آگئی تھی۔ آپﷺ نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ آج رہا ہوگئے۔ لہٰذا آخری دور یا دورِفتن آپؐ کی زندگی ہی میں شروع ہو چکا تھا۔ اور یہ تشریح ہے اس مشہور ارشاد کی جو آخری ساعت سے آپﷺ کے تعلق کو واضح کرتی ہے:

'سہلؓ بن سعد کہتے ہیں: 'میں نے رسول اللہﷺ کو اپنی درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کے ذریعے یہ دکھاتے اور یہ کہتے سنا کہ: 'میری آمد اور عظیم فتنہ (یعنی دورِفتن) اس طرح ہیں۔ عظیم فتنہ ہر شے پر محیط ہوگا۔'

(صحیح بخاری)

قرآن کریم نے ایک نمایاں نشانی بتائی ہے جس سے نہ صرف یاجوج اور ماجوج کی رہائی کا علم ہوجائیگا بلکہ یہ بھی معلوم ہوجائیگا کہ دنیا اس وقت یاجوج ماجوج کے کنٹرول میں ہے۔ اس طرح مومن جان لینگے کہ دنیا یاجوج اور ماجوج کے زیرِتسلط ہے۔

یاجوج وماجوج سے متعلق یہ انکشاف سورۃ الانبیاء میں آیا ہے:

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ [۹۵] حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ [۹۶]

'جس بستی کو ہم نے تباہ کر دیا تھا اس کے باشندوں پر پابندی ہے کہ وہ وہاں نہیں جا سکتے جب تک یاجوج و ماجوج نہ کھل جائیں اور وہ تمام بلندیوں سے اترتے نظر آئینگے (یا ہر سمت میں بڑھتے نظر آئینگے)'۔

(قرآن: سورۃ الانبیاء: ۹۵-۹۶)

جب یاجوج ماجوج رہا ہو جائینگے اور ہر سمت میں چھا جائیں گے تو وہ لوگ جو عذاب سے تباہ کئے گئے تھے دوبارہ لاکر اس بستی میں بسائے جائینگے۔ اور ایسی بستی صرف ایک ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تباہ کر دیا تھا اور جو یاجوج ماجوج کے ساتھ احادیث میں مذکور ہے اور وہ ہے یروشلم۔

'نواس ابن سمعانؓ سے روایت ہے: 'ان حالات میں اللہ عیسیٰؑ سے کہیگا: 'میں نے ایسے بندے تمہارے پاس بھیجے ہیں جن کا کوئی مقابلہ نہ کر سکیگا۔ تم انہیں حفاظت سے طور لے جاؤ۔' پھر اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ تمام بلندیوں سے اترتے نظر آئینگے۔ جب ان میں سے پہلا طبریاس کی جھیل سے گذریگا تو اس میں سے پانی پیئے گا۔ اور جب ان کا آخری آدمی گذریگا تو کہیگا: 'یہاں کبھی پانی ہوا کرتا تھا'۔ عیسیٰ علیہ السلام طور میں محصور ہو جائینگے اور (خوراک کی کمی کے سبب) ایک بیل کی قیمت سو دینار سے زیادہ ہو جائیگی۔ (صحیح مسلم)

جب یاجوج ماجوج گیلیلی کے سمندر سے گذریں گے تو وہ طور پہاڑ کی طرف جائینگے۔ یہ یروشلم کا ایک پہاڑ ہے۔ (صحیح مسلم)

'یاجوج ماجوج چلتے جائینگے حتیٰ کہ الخمر پہاڑ پہنچ جائینگے جو بیت المقدس کا ایک

پہاڑ ہے۔ کیونکہ یروشلم کے سوا کوئی شہر یا قریہ ایسا نہیں جو عذاب الٰہی سے تباہ ہوا ہو اور اس کا ذکر یاجوج ماجوج سے متعلق احادیث میں ملتا ہو اس لئے ہم نے نتیجہ اخذ کیا کہ سورۃ الانبیاء (آیات ۹۶۔۹۵) میں جو بستی مذکور ہے وہ یروشلم کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتی۔

اس نتیجے سے اور یروشلم کی شناخت واضح ہوجانے سے، یہودیوں کی ارض مقدس میں واپسی جو فی الواقع ہوچکی ہے، یہ بات ڈرامائی طور پر اور یقینی طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ یاجوج ماجوج کا بند اللہ تعالیٰ نے توڑ دیا ہے اور ہم یاجوج ماجوج کے دور میں سانس لے رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیوں کی یروشلم واپسی اور اسرائیلی ریاست کا قیام ان کا وہ مشن مکمل کرتے ہیں جس کا ذکر سورۃ الانبیاء (۲۱:۹۶) میں کیا گیا ہے۔ وہ ہر بلندی سے اترتے نظر آئے ہیں یا ہر طرف چھا گئے ہیں۔ جس عالمی نظام نے یہودیوں کو ارض مقدس میں تمکن عطا کیا ہے یقیناً یاجوج ماجوج کا بنایا ہوا ہے۔ وہ کون ہیں؟ کیا ہم ان کی شناخت کرسکتے ہیں؟ ہمارا طریقہ، مطالعہ یہودیوں سے حد سے زیادہ ہمدردی اور نبی کریم ﷺ کے پہلے اور بعد میں ان کے رویے میں واضح فرق کی تلاش ہوگا۔

یورپ کی ارض مقدس کے لئے ناقابل فہم بےقراری

جب ابراہیمؑ نے ارض مقدس کو ہجرت کی اس وقت بیبیلون، فارس، مصر اور چین عظیم تہذیبی مراکز تھے اور یونان اور روم اس وقت تک اس وقت تک ابھرے نہیں تھے۔ یورپ وحشی قبائل کی شکل میں پایا جاتا تھا۔ اس کی مہذب دنیا کے ساتھ آمد و رفت نہ تھی اور نہ اس کی تجارت تہذیب یافتہ دنیا سے تھی۔ اس وجہ سے دنیا یورپین زبانیں نہ سیکھ سکی اور نہ یورپ دنیا کے اسٹیج پر کوئی رول ادا کرسکا۔ قرآن نے یورپ کی اس خصوصیت کا ذکر سورۃ الکہف میں کیا ہے جب ذوالقرنین اپنے تیسرے سفر پر روانہ ہوتے ہیں اور ایسی قوم سے ملتے ہیں جن کی زبان کوئی سمجھ نہیں سکتا (سورۃ الکہف:۹۳)۔

ایک عجیب اور پراسرار انقلاب نے یورپ کو یکسر بدل دیا۔ مظاہر پرست یونانی اور رومن تہذیبیں ابھریں اور انہوں نے تیزی سے دنیا پر چھانا شروع کر دیا۔ دونوں تہذیبوں کو ارض مقدس سے خاص لگاؤ رہا۔ سکندر اعظم نے یروشلم فتح کیا اور یہودیت میں دلچسپی لی۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں بلکہ اس کے بعد بھی، رومن شہنشاہیت کی حکمرانی ارض مقدس پر تھی۔ ان مظاہر پرستوں کو اپنے خداؤں سے کوئی خاص لگاؤ نہ تھا۔ جس آسانی سے انہوں نے مظاہر پرستی اختیار کی تھی اسی آسانی سے چھوڑ بھی دی۔ جبکہ ہندوستان میں بت پرستوں نے اسلام کی آمد کے بعد بھی بتوں سے آشنائی ترک نہ کی۔

پھر عیسائیت سے ایک عجیب معانقہ سیاسی ضروریات کے تحت کیا گیا جو یورپین چرچ کی شکل میں ظاہر ہوا جس میں روم چرچ کے نئے مرکز کی شکل میں سامنے آیا۔ یہ عیسائیت تھی جس نے بقیہ یورپ کے بڑے حصے کو وحشی قبائل کی حیثیت سے نکال کر متحد یورپ کی شکل میں مسیحیت کے تحت اکٹھا کیا۔ نیا یورپی چرچ اپنی آزادی پر اس قدر مصر تھا کہ اس نے حضرت عیسیٰؑ کی سالگرہ کے لئے ۲۵ دسمبر کی تاریخ خود مقرر کی۔

لیکن نئی عیسائیت بازنطینی قدامت پرست عیسائیت سے نمایاں طور پر مختلف تھی۔ جوں ہی اس نے یورپ پر اپنی گرفت مضبوط کی اس نے ارض مقدس کے لئے ایک زبردست جذبے کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ صلیبی حملے عیسائی حملے نہ تھے بلکہ وہ یورو عیسائی حملے تھے۔ ایک کے بعد ایک حملے مسلمانوں سے ارض مقدس کی حکومت چھیننے کے لئے کئے جاتے رہے۔ یورپی صلیبی جنگجو بازنطینی علاقوں سے گزر کر یروشلم جاتے رہے مگر عیسائی ہونے کے باوجود وہ ان میں شامل نہ ہوئے۔ اس طرح ارض مقدس پر تسلط حاصل کرنے کا جذبہ عیسائی سے زیادہ یورپی جذبہ تھا۔ آخر ارض فلسطین سے یورو عیسائی قوموں کو اس قدر لگاؤ کیوں؟

اس کے علاوہ جب یورپین عیسائی ایک مختصر عرصے کے لئے مسلمانوں سے ارض مقدس چھیننے میں کامیاب ہوئے تو انہوں نے وہاں خون کی ندیاں بہادیں۔ انہوں نے

یروشلم کے تمام باشندوں کو قتل کر دیا' بچے' جوان' بوڑھے اور مرد و زن کی تمیز کئے بغیر۔ (حتیٰ کہ مسجد اقصیٰ میں پناہ گزیں ۳۰۰۰۰ مرد و زن کو بھی نہ چھوڑا گیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے خون کی فراوانی کا یہ عالم تھا کہ صلیبیوں کے گھوڑے گھٹنے تک ان میں ڈوب گئے)۔ یہ قتل عام صریحاً غیر عیسائی تھا۔ مسیحی دنیا کے طول و عرض میں اس قتل عام پر صدمہ محسوس کیا گیا۔ وہ صلیبی جو ایک اعلیٰ اور مقدس مقصد لے کر اٹھے تھے' خوفناک دہشت گردی کے مرتکب ہوئے۔ یوں محسوس کیا گیا کہ عیسائیت ایک نقاب تھا جسے ان یورپیوں نے اوڑھ لیا تھا اور کامیابی حاصل کرنے کے بعد ان کی اصل حقیقت سامنے آ گئی۔

(اس کے برعکس جب صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس صلیبیوں سے واپس لیا تو ایک شخص بھی قتل نہیں کیا گیا۔ جو غریب باشندے برائے نام تاوان دینے سے قاصر تھے ان کا تاوان سلطان اور ان کے بھائی نے اپنی جیب سے ادا کیا۔ مالدار عیسائی سردار اور اسقف لاکھوں اشرفیاں' زر و جواہر گھوڑوں پر لاد کر لے گئے مگر ان سے کوئی تعرض نہ کیا گیا۔ مترجم) صلیبیوں نے عیسائیت کی نقاب ہٹا کر اپنا خوفناک' بے رحم' بے خدا' اخلاق باختہ یورپین چہرہ دکھا دیا۔ یورپی عیسائی ایک خدا ناآشنا تہذیب کے سرخیل تھے اور ان کا رویہ مہذب انسانوں کے بجائے وحشی قبائل کی عکاسی کرتا تھا۔ جوں جوں وقت گزرتا رہا ان کی حقیقت کو چھپا کر خود کو اس کے برعکس دکھانے کی صلاحیت ترقی کرتی گئی۔

مسلمانوں نے اس دہشتناک قتل و غارت گری پر زیادہ غور و خوض نہ کیا۔ شاید اس لئے کہ انھیں اس کا وقت ہی نہ ملا۔ یورپ نے منگول حکمرانوں کو مسلمانوں کی دولت اور خزانوں کا لالچ دے کر ان کے دارالحکومت بغداد بھیجا اور انہوں نے ان ہی کی طرح وہاں خون کے دریا بہا دیئے۔ کیونکہ مسلمان علماء اور دانشوروں نے یورپین ذہن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی اس لئے وہ اس سے بھی زیادہ عجیب اور حیرتناک امر یعنی عیسائی یورپ

میں سیکولرازم کا فروغ اور وہاں کی حکومتوں کی لادین پالیسیوں اور دین کے عین خلاف قوانین کے نفاذ کی وجوہات بھی معلوم نہ کر سکے۔ اس انقلاب نے یورپ کو ایک سائینس اور ٹکنولوجی انقلاب عطا کیا جس نے وہاں صنعتی انقلاب کی بنیاد رکھی۔ برطانیہ جو ارض مقدس سے ایک ماہ کی مسافت پر ایک غیر اہم جزیرہ تھا' یورپ کی تمام طاقتوں کو پیچھے چھوڑ کر ایک اہم قوت بن کر نمودار ہوا۔

لیکن ایک خدا نا آشنا' بظاہر عیسائی یورپ نے ارض مقدس کے لئے ویسی ہی بے تابی دکھائی جیسی صلیبی یورپ نے دکھائی تھی۔ اس نے یورپ کے سیکولر خضر قبائل کے ساتھ ارض مقدس کے حصول کے لئے ساز باز کر لی۔ اس وقت سے یہ نا قابل فہم اور ناپاک اتحاد جاری ہے۔ لیکن یہ جزیرہ برطانیہ تھا جس نے بالفور اعلانیے کے ذریعے یہ اعلان کیا کہ وہ فلسطین میں ایک یہودی قومی وطن کے قیام کے لئے کام کریگا۔ صرف دو برسوں میں اس نے اس اعلان پر عمل درآمد کر کے دکھا دیا۔ ۱۹۱۷ میں انگریز جنرل ایلنبی نے ترک فوج سے جو فلسطین کا دفاع کر رہی تھی' بیت المقدس چھین لیا۔ (ترک آخری آدمی اور آخری گولی تک لڑے۔ پاک فوج کے ایک میجر جنرل جو جنگ عظیم اول میں برطانوی فوج کی طرف سے لڑے' بتاتے ہیں کہ جب وہ یروشلم میں داخل ہوئے تو صرف ہسپتال کا عملہ اور چند زخمی فوجی انھیں زندہ ملے۔ ان کا نام میجر جنرل اکبر خان رنگروٹ ہے۔ مترجم)

یروشلم اور ارض مقدس کو مسلمانوں سے چھیننے کی دونوں کوششیں یورپی تھیں۔ دونوں صلیبی جنگیں تھیں۔ جنرل ایلنبی نے شہر میں فاتحانہ داخلے کے بعد خود اعلان کیا کہ' آج صلیبی جنگیں اختتام کو پہنچیں۔ لیکن چونکہ برطانیہ اور یورپی حکومتیں لادین تھیں لہذا ثابت ہوا کہ یروشلم پر قبضے کا مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ یہ دنیا کے اسٹیج پر اس اجنبی نئے اداکار یعنی یورپ کا کارنامہ تھا۔

ارض فلسطین پر قبضہ جما کر برطانیہ نے لیگ آف نیشنز سے اس کے انتظام و

انصرام کا مینڈیٹ حاصل کر لیا اور اپنے مقصد کے حصول کے لئے سرگرم ہوگیا۔ اس کتاب کا سوال یہ ہے کہ جب یورپ سیکولر ہو چکا تھا اور مادہ پرستی اختیار کر چکا تھا تو اس نے ارض مقدس سے اس قدر جذباتی وابستگی کیوں دکھائی؟

اگر یورپ کا عیسائیت اختیار کرنا عجیب تھا تو اس کا یہودیت اختیار کرنا عجیب تر۔ شاید ساتویں صدی میں مشرقی یورپ کے خضر قبائل نے یہودیت اختیار کی۔ انھوں نے ایسا سیاسی ضرورت کے سبب کیا۔ ایمان کا ان کے تبدیلئ مذہب میں کوئی دخل نہ تھا۔ یہودی ہونے سے قبل انہوں نے ایک عجیب قوت کا مظاہرہ کر کے مسلمانوں کو یورپ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔

یورپی عیسائیوں کی طرح یورپی یہود اسرائیلی یہود سے مختلف تھے۔ اسرائیلی یہود کے برعکس یورپی یہود ارض مقدس پر تسلط جمانے کے لئے بے قرار تھے۔ یہ یورپی یہود تھے جنھوں نے صیہونی تحریک کی داغ بیل رکھی اور وہی نصب العین اختیار کیا جو صلیبی یورپیوں نے کیا تھا۔ یہ کتاب سوال کرتی ہے یہودی اور عیسائی یورپیوں کا ارض مقدس سے یہ جذباتی لگاؤ کیوں؟

برطانیہ کی مدد سے صیہونی تحریک یہودیوں کی فلسطین 'واپسی' میں کامیاب ہوگئی۔ جب برطانوی دائی نے اسرائیل کا بچہ جنوایا تو دنیا کو اسرائیل کی قدیم ریاست بحال ہوتی نظر آئی جسے اللہ تعالیٰ نے ۲۰۰۰ سال قبل تباہ کر دیا تھا۔

جب برطانیہ کو سپر پاور بنے چند قرن گذرے تو حیرت انگیز طور پر امریکہ ایک عالمی قوت بن کر ابھرا۔ اس کا بیّن ثبوت پہلی جنگ عظیم میں ملا جب امریکی افواج نے برطانیہ کو شکست سے بچایا۔ دوسری جنگ عظیم میں یہ حقیقت اور نمایاں ہوکر سامنے آئی جب امریکی جنرل آئزن ھاور اتحادی افواج کا سپریم کمانڈر چنا گیا جو برطانوی نسل سے بھی نہ تھا۔

پھر ۱۹۴۴ء میں نیویارک ریاست کے مقام بریٹن وڈز میں نئے عالمی مالیاتی نظام

کی تشکیل کے لئے ایک بین الاقوامی کانفرنس ہوئی۔ برطانوی کرنسی پاؤنڈ اسٹرلنگ جو دنیا کی کاغذی کرنسی تسلیم کیا جاتا تھا امریکی ڈالر کو اپنی جگہ دینے پر مجبور ہو گیا۔ بعینہ لندن کی مرکزیت ختم ہو گئی اور اس کی جگہ نیو یارک نے سنبھالی۔ اس نئی سپر پاور نے ارض مقدس کے لئے اسی جذبے اور جوش کا مظاہرہ کیا جو اس سے قبل یورپ کرتا رہا تھا اور فی الحقیقت اس نے وہیں سے کام کی ابتدا کی جہاں سے پہلی عالمی قوت نے اسے ترک کیا تھا۔ جب اسرائیل کو غیر قانونی طور پر ایک ریاست بنایا گیا تو سب سے پہلے نئی عالمی طاقت امریکہ نے اسے تسلیم کیا۔

نئی سپر پاور نے صاف بتا دیا کہ برطانیہ کی جگہ اس نے اسرائیل کی سرپرستی سنبھال لی ہے۔ فی الحقیقت اس نے انتہائی اہانت انگیز انداز میں یہ انکشاف کیا۔ مصر میں ایک انقلاب نے ۱۹۵۲ء میں بادشاہت کا خاتمہ کر دیا اور ۱۹۵۶ء میں کرنل جمال عبدالناصر نے جنرل نجیب کی جگہ سنبھال لی۔ اپنی قوم پرستی کا ثبوت دینے کے لئے اس نے نہر سویز کو قومیا لیا۔ اسرائیل نے اسے اپنے تزویراتی مفاد کو خطرہ سمجھا جبکہ برطانیہ نے اسے اپنی سپر پاور کی حیثیت کو چیلنج جانا۔

ایک مشترکہ حملے میں، جو امریکہ کو اعتماد میں لئے بغیر کیا گیا، برطانیہ اور اسرائیل نے مصری فوج کو سویز سے بے دخل کر دیا۔ امریکی صدر آئیزن ھاور نے حکم جاری کیا کہ برطانوی، فرانسیسی اور اسرائیلی فوجیں فوراً علاقے سے نکل آئیں۔ سابقہ سپر پاور برطانیہ کو واپسی پر مجبور ہونا پڑا اور وزیر اعظم انتھونی ایڈن کی حکومت ٹوٹ گئی۔ اس وقت سے اب تک امریکہ اسرائیل کے سرپرست اعلیٰ کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ ہم پھر پوچھتے ہیں آخر ان سیکولر امریکی یورپی طاقتوں کو ارض مقدس سے اس قدر جذباتی وابستگی کیوں ہے؟۔

اگر یورپین اور امریکی (بشمول یورو مسیحی اور یورو یہودی) جذبہ عجیب ہے تو مستقبل مزید حیرتناک امور اپنے دامن میں رکھتا ہے۔ ہماری رائے ہے کہ دنیا جلد ہی

یورپی اسرائیلی ریاست کو ایک عالمی طاقت کا روپ اختیار کرتے دیکھے گی۔ یہ یورپی صیہونی تحریک کے زیر اثر ہوگا اور امریکہ سے عالمی طاقت کا مرتبہ چھین کر اس کی جگہ لے لے گا۔ اسرائیل اور یورپ کافی سے زیادہ نیوکلیئر اور تھرمو نیوکلیئر ہتھیار رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی فوجی قوت کی ٹکنولوجی دنیا کی بہترین ٹکنولوجی سے کسی طرح کم نہیں۔ یورپی حکومتیں اور یہودی بینکار اور سرمایہ کار اس قدر اثاثوں کے مالک ہیں کہ با آسانی ڈالر کے زوال کی راہ ہموار کر سکتے ہیں۔ جب امریکی ڈالر ڈوبے گا تو اپنے ساتھ عالمی کاغذی کرنسی نظام کو بھی لے ڈوبے گا۔ اسکا منصوبہ فوجی قوت کے ایک شاندار مظاہرے کے ساتھ بنایا جا سکتا ہے جو فلسطین اور عرب علاقوں پر حملے کی شکل میں ہو۔ یہ نئی طاقت اپنی فتح کے ثمرات سے محروم ہونا پسند نہیں کریگی اور اس طرح خود کو ایک عالمی قوت منوالیگی۔ جب یہ وقوع پذیر ہوگا عرب یہودیوں (بنی اسرائیل) کو یہی محسوس ہوگا کہ ان کا سنہرا دور واپس آ گیا ہے۔

کیا قرآن ان واقعات کی وضاحت کرتا ہے اور اگر کرتا ہے تو اس کی توضیح کیا ہے؟

ہم بالکل شروع ہی میں یہ اعتراف ضروری خیال کرتے ہیں کہ اس کتاب کا لکھا جانا یہودیوں کی ارض مقدس کو واپسی سے قبل ممکن نہ تھا۔ اور بظاہر یہود کی یروشلم واپسی کے بعد یہ پہلی کتاب ہے جو اس موضوع کا احاطہ کرتی ہے۔ اس لئے ہم جب ان واقعات کی وضاحت کے لئے قرآن اور احادیث کا حوالہ دیتے ہیں تو بہت سے لوگوں کو اس پر تعجب محسوس ہوگا خصوصاً اسلام کے محققین کو۔ اس مصنف کو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآنی علم جو یہودیوں کی ارض مقدس واپسی کی توضیح کرتا ہے اس سے پہلے یہ عالم امکان میں ناپید تھا۔ اس لئے یہ علم ان لوگوں کو جو پہلی مرتبہ اس سے بہرہ ور ہوئے اور وہ جنہیں پہلے ہی یہ علم عطا کر دیا گیا تھا' مجبور کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی سے جھک جائیں جو تمام گذرے اور آنے والے واقعات جانتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی کو تمام

چیزوں کا علم ہے اور 'وہ جسے چاہتا ہے اپنے نور سے نوازتا ہے۔ (قارئین ذرا غور کریں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دے کر سمندر کے پار اتارا یعنی تقریباً ۳۵۰۰ برس قبل تو اس وقت بھی باری تعالیٰ کو علم تھا کہ یہودی کس طرح نافرمانی کرینگے اور یہ بھی کہ قرب قیامت میں انھیں دوبارہ اکٹھا کر کے ارض مقدس میں آباد کر دیا جائیگا۔ (بنی اسرائیل: ۱۰۴) اس کے باوجود انھیں کتنی نعمتوں سے نوازا گیا اس علم اور حلم کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟۔مترجم)۔

جن لوگوں کو ہمارے اخذ کردہ نتائج سے اتفاق نہیں ہے ہم ان سے عرض کرینگے کہ یہ سوچیں کہ کیا اس محیر العقول واپسی کی کوئی توجیہ قرآن پاک میں نہیں اور اگر ہے تو وہ کیا ہے اور اسے سامنے لائیں۔

جو لوگ اسلام کو نہیں تسلیم کرتے اور ان کا دعویٰ ہے کہ صداقت کے امین وہ ہیں تو اس صداقت کو بروئے کار لاتے ہوئے یہود کی ارض مقدس کو واپسی کی وضاحت کریں۔ چاہے وہ جدید سیکولر ریاست ہو یا یہودیت' عیسائیت' ھندومت' جین مت' بدھ مت' کنفیوشش' تاؤازم' بہائی دین' احمدیت' لا مذہب انسانیت' لبرل ازم' مادہ پرستی یا لادینیت ان کا دعویٰ اسی وقت قابل غور ہوسکتا ہے جب وہ اس مسئلے پر روشنی ڈال سکیں۔ اس کتاب کی سب سے زیادہ اہمیت اس امر میں پنہاں ہے کہ وہ اسلام کے دعوئ حقانیت کی تصدیق کرتی ہے۔

قرآن کریم آگاہ کرتا ہے کہ دنیا اب قیامت آنے کی گھڑیاں گن رہی ہے:

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا
يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ [۹۷]

'تب یوم حساب کی ساعت قریب آجائیگی اور تم دیکھوگے کہ (اس دن) کافروں کی آنکھیں دہشت سے پھٹی رہ جائینگی اور وہ کہیں گے 'ہائے ہماری کم بختی ہم اس دن کی آمد سے غافل تھے بلکہ ہم تھے ہی ظالم۔' (قرآن:

سورۃ الانبیاء:۹۸)

جب یاجوج اور ماجوج رہا ہونگے تو وہ تمام سمتوں پر چھا جائینگے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں اتنی طاقت عطا کی جائیگی کہ انھیں دنیا پر تسلط جمانے میں مشکل پیش نہیں آئیگی۔اس وقت تاریخ کا یہی لمحہ ہے جس میں ہم سانس لے رہے ہیں۔

یاجوج اور ماجوج کا دور فساد کا دور ہوگا (یعنی ظلم واستحصال کا)۔سورۃ الکہف میں فساد کی دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں جو ذوالقرنین کے نظام کے برعکس ہوگا۔ذوالقرنین کے نظام کی خصوصیات یہ ہیں:۔

ذوالقرنین نے اپنی قوت کو جو اسے ایمان ویقین کے سبب ملی تھی ظلم کی بیخ کنی کے لئے استعمال کیا اس طرح اس نے زمینی نظام اور آسمانی نظام میں ایک ہم آہنگی پیدا کی۔ (یعنی مادّی وسائل کی روحانی عزائم کے ساتھ یگانگت)۔یاجوج اور ماجوج اس کے برعکس اپنی بے پناہ قوت (جو خدا آشنائی پر مبنی ہے) کو استحصال اور ظلم کے لئے استعمال کرینگے اور محکوم اور کمزور کو سزا دینے میں صرف کرینگے۔اس طرح وہ زمین پر ایک ایسا نظام قائم کرینگے جو آسمانی نظام کے عین برعکس ہوگا۔وہ ایک ایسا نظام ہوگا جس میں ظلم و استحصال بڑھتا ہی جائیگا۔

ذوالقرنین نے اپنے وسائل ایماندار لوگوں کو نوازنے کے لئے استعمال کئے۔وہ لوگ جن کا طرز عمل راست روی کا نمونہ تھا۔یاجوج اور ماجوج اپنے وسائل اس کے منافی مقصد کے لئے خرچ کرینگے۔ذوالقرنین نے نیم وحشی قبائل کے ساتھ انسانیت اور مہربانی کا سلوک کیا۔اس نے ان کے طرز رہائش اور طریقۂ بود و باش کو اسی طرح رہنے دیا۔اس کے برعکس یاجوج ماجوج دنیا بھر کے طریقۂ بود و باش کو بدل کر اپنے طرز پر قائم کرنا چاہیں گے اور اس پر حملے مسلسل جاری رکھیں گے حتیٰ کہ وہ دنیا سے مٹ جائے۔

اس طرح یاجوج ماجوج کا طرز عمل ان لوگوں کی نظر سے چھپ نہ سکے گا جو روحانی بصیرت رکھتے ہیں۔اپنے ایمان اور راست روی کے سبب وہ جان لینگے کہ ان کی حقیقت

کیا ہے۔ اگر یہود ایسے لوگوں کی رہنمائی قبول کرلیں تو یہ اعتراف ہوگا کہ اب تک وہ روحانی طور پر نابینا تھے۔

ازمنہ وسطیٰ کی یوروعیسائیت سے زمانہ حال کی جدید مسیحی تہذیب تک یورپ نے یاجوج و ماجوج کی خصوصیات کا تدریجاً مظاہرہ کیا ہے اور ان کے بنیادی مقصد کے حصول میں منہمک رہا ہے۔ یورپ نے پوری دنیا پر استعماری حملے منظّم کرکے اسے کرپٹ (بدعنوان اور بداخلاق) بنا کر رکھدیا ہے۔ اور اسی نے یہود کی فلسطین واپسی کی راہ ہموار کی۔ یہ یہودیوں کی روحانی بے بصری تھی جس کے سبب انہیں یورپ کی واضح گمراہی نظر نہ آسکی اور وہ یاجوج ماجوج کے ذریعے مکمل تباہی تک پہنچا دینے والا دھوکہ کھا گئے۔

آخری رسول ﷺ نے ہمارے لئے ایک حساب مقرر فرما دیا ہے جس کے ذریعے ہم یہود کی آخری سزا کے وقت کا اندازہ کرسکتے ہیں۔ اولاً یہ اسی وقت شروع ہوگی جب عیسیٰؑ، سچے مسیحا دجّال (جعلی مسیحا) کو قتل کرینگے اور ثانیاً جب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جراثیم کے ذریعے یاجوج ماجوج کو ہلاک کرینگے۔ اور وہ لمحہ اس وقت تک نہیں آسکتا جب تک طبریت کی جھیل میں پانی کی فراوانی ہے۔ مندرجہ ذیل حدیث پر غور فرمائیں:

'نواسؓ بن سمعان سے روایت ہے ---------- ان حالات میں اللہ تعالیٰ عیسیٰؑ سے فرمائیگا کہ: میں نے اپنے ایسے بندے بھیجے ہیں جن سے کوئی لڑ نہ سکے گا۔ تم انھیں طور لے جاؤ اور پھر اللہ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر ڈھلان سے اترتے دکھائی دینگے۔ ان میں سے پہلا جھیل طبریت سے گذریگا اور اس میں سے پانی پیئے گا۔ اور جب ان کا آخری آدمی گزریگا تو کہے گا کبھی یہاں پانی ہوا کرتا تھا۔ عیسیٰؑ اور ان کے ساتھی مکمل طور پر محصور ہو جائینگے اور (محاصرے کی سختی سے) ایک بیل سو دینار سے زیادہ مہنگا ہو جائیگا۔

لہٰذا یہ انتہائی اہم ہے کہ ہم گیلیلی کے پانی کی سطح کا جائزہ لیتے رہیں۔ ضمیمہ اس کا احاطہ کرتا ہے۔ ہماری آنے والی کتاب 'سورۂ کہف اور جدید دور' موجودہ کتاب میں

یاجوج ماجوج کے متعلق کسی کمی کو پورا کریگی۔ انشاءاللہ۔

باب ۱۱

عرب اور یہود

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا
وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصٰرٰى
ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ
[۸۲]

’تم (اکثر) دیکھو گے کہ ایمان رکھنے والوں سے دشمنی میں سب سے شدید یہود ہیں اور وہ لوگ جو شرک یا کفر میں مبتلا ہوئے۔ اور ایمان لانے والوں سے محبت کرنے والوں سے سب سے قریب وہ ہیں‘ جو کہتے ہیں کہ ’ہم عیسائی ہیں‘ کیونکہ ان میں علم کے حصول میں منہمک لوگ اور دنیا کو ترک کر دینے والے زاہد ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔‘

(قرآن: سورۃ المائدہ:۸۲)

قبل اس کے کہ ہم ان روشن پیش گوئیوں کا جائزہ لیں جو پوری ہو چکی ہیں مثلاً ’اللہ تعالیٰ یہود کو ارض مقدس میں واپس لائیگا جب ان کی آخری سزا کا وقت آئیگا‘ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اسمٰعیل علیہ السلام‘ عرب اور ارض مقدس کے موضوع پر کچھ بات کریں۔ یہ موضوع اس لئے اہم ہے کہ صیہونیت نے عربوں کی قیمت پر ارض مقدس میں جگہ حاصل کی اور انھیں ان کے گھروں سے نکالا۔ وہ بغیر وحی کے جواز کے وہ یہ ظلم روا نہیں رکھ سکتے تھے۔ لیکن جس جواز کو وہ اس صریح ظلم کی بنیاد بناتے ہیں وہ ایک کھلی جعلسازی ہے جو خدائے ابراہیمؑ کے نام پر کی گئی۔ صیہونی یہ جانتے تھے کہ ایک مصنوعی

ثبوت ہے پھر بھی انہوں نے اس کا بھر پور استعمال کیا۔

یہود کا عربوں کے متعلق مذہبی نظریہ

یہود کے روحانی پیشوا' جو بنیاد پرست شاس پارٹی کا رہنما ہے' سے ۵ اگست ۲۰۰۰ء کو دیا گیا یہ وعظ منسوب کیا جاتا ہے:

'اسماعیلی (عرب) تمام لعنت زدہ گناہگار ہیں۔ خدائے واحد اور مقدس کی عظمت میں اضافہ ہو' وہ اسماعیلیوں کو تخلیق کر کے پچھتا رہا ہے'۔

اس اخباری اطلاع میں ربی عوادیا یوسف کو براک حکومت کا مذاق اڑاتے ہوئے دکھایا گیا ہے جو وہ فلسطینی قیادت سے یروشلم کے معلق کسی معاہدے پر پہنچنے کے لئے کر رہی ہے۔ 'شہر کو تقسیم کیوں کیا جائے؟' وہ پوچھتا ہے۔ اس لئے کہ انہیں پھر ہمیں قتل کرنے کا وقت مل جائے؟ ہمیں ان کی ضرورت ہی کیا ہے؟' اسرائیلی وزیر اعظم براک کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہتا ہے:

'براک تم ان سانپوں کو ہمارے دوش بدوش لانا چاہتے ہو۔ تم ان سنگدل اسماعیلیوں کو ہمارے ساتھ آباد کرنا چاہتے ہو۔ تمہیں ذرا عقل نہیں ہے۔'

یروشلم پوسٹ مورخہ ۵ اگست ۲۰۰۰ اطلاع دیتا ہے کہ مجمع نے تالیوں سے اس کے ان ریمارکس کا خیر مقدم کیا۔

اسماعیلی قوم سے اس دشمنی اور نفرت کی ایک وجہ کتاب پیدائش کی وہ عبارت ہے جس میں اسماعیلؑ کے متعلق کہا گیا ہے (نقل کفر کفر نہ باشد):

'ایک جنگلی حمار! جو ہر شخص کے خلاف ہے اور ہر شخص اس کے خلاف' یہ ربی اور اس جیسے دوسرے یہی دلیل پیش کرینگے کہ فلسطینیوں پر ان کا ظلم وستم اسی مقدس آیت کے ضمن میں ہے۔ لیکن بقیہ دنیا کس طرح اس ظلم وقتل عام کو روا سمجھے گی جو جینین کے فلسطینی کیمپ میں انتہائی بے دردی سے کیا گیا۔ اگر یہودیوں نے توریت میں تبدیلی کر کے یہ

جعلی آیت اس میں شامل نہ کی ہوتی تو ظالم صیہونی دہشت گردوں کے لئے یہ ممکن نہ ہوتا کہ فلسطینیوں کو ان کی ان زمینوں سے بے دخل کرتے جن پر وہ صدیوں سے رہتے آئے ہیں۔

قرآن کریم میں اسماعیل علیہ السلام کا ذکر جس محبت سے کیا گیا ہے وہ ثابت کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے تھے اور ان کے متعلق توریت کی آیت ایک جعلسازی کے سوا کچھ اور نہیں:

'اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو۔ بے شک وہ وعدے کے سچے نبی اور رسول تھے۔ وہ اپنے اہل وعیال کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے اور اپنے رب کے پسندیدہ بندے تھے۔' (قرآن: سورۃ مریم:۱۵۴-۵۵)

وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِدۡرِيۡسَ وَذَا الۡكِفۡلِ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيۡنَ [۸۵] وَاَدۡخَلۡنٰهُمۡ فِىۡ رَحۡمَتِنَا اِنَّهُمۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ [۸۶]

'اور (یاد کرو) اسماعیل ادریس اور ذوالکفل جو تمام صابروں میں سے تھے۔ ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کیا' بے شک وہ نکوکاروں میں سے تھے۔' (قرآن: سورۃ الانبیاء:٦-۸۵)

وَاذۡكُرۡ اِسۡمٰعِيۡلَ وَالۡيَسَعَ وَذَا الۡكِفۡلِ وَكُلٌّ مِّنَ الۡاَخۡيَارِ [۴۸] هٰذَا ذِكۡرٌ وَاِنَّ لِلۡمُتَّقِيۡنَ لَحُسۡنَ مَاٰبٍ [۴۹] جَنّٰتِ عَدۡنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الۡاَبۡوَابُ [۵۰] مُتَّكِـِٕيۡنَ فِيۡهَا يَدۡعُوۡنَ فِيۡهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ وَّشَرَابٍ [۵۱] وَعِنۡدَهُمۡ قٰصِرٰتُ الطَّرۡفِ اَتۡرَابٌ [۵۲] هٰذَا مَا تُوۡعَدُوۡنَ لِيَوۡمِ الۡحِسَابِ [۵۳] اِنَّ هٰذَا لَرِزۡقُنَا مَا لَهٗ مِنۡ نَّفَادٍ [۵۴]

'اور یاد کرو اسماعیل، یسع اور ذوالکفل کو۔ ان میں ہر ایک بہترین لوگوں میں سے تھا۔ یہ ایک یاد دہانی ہے اور راست بازوں کے لئے بہترین ٹھکانا ہے

۔ لازوال باغات جن کے دروازے ان کے لئے کھلے ہونگے۔ وہ آرام سے ٹیک لگائے بیٹھے ہونگے اور جب چاہیں گے اپنے لئے عمدہ میوے اور مشروب طلب کرینگے۔ اوران کے قریب حیا سے آنکھ جھکائے ہم عمر حوریں ہونگی۔ بے شک یہ ہمارا وعدہ ہے جو پورا ہوکر رہیگا۔‘ (قرآن: سورۃ ص۔ ۴۸۔۵۴)

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ
نَّشَآءُ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ [٨٣] وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ
وَيَعْقُوْبَ كُلًّا هَدَيْنَا وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ
وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ [٨٤] وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ
كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ [٨٥] وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا
وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ [٨٦] وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ
وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [٨٧]
ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَوْ اَشْرَكُوْا
لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [٨٨] اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ
الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا
بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ [٨٩] اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ
فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى
لِلْعٰلَمِيْنَ [٩٠] وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ
عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ
مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا
وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ قُلِ

اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْہُمْ فِیْ خَوْضِہِمْ یَلْعَبُوْنَ[۹۱] وَہٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ
مُبٰرَکٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَہَا
وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَہُمْ عَلٰی صَلَاتِہِمْ
یُحَافِظُوْنَ [۹۲]

'یہ وہ دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے لئے عطا کی تھی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کرتے ہیں۔ بے شک تیرا رب نہایت دانا اور حکمت والا ہے۔ ہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطا کئے اور (تینوں) کو ہدایت دی۔ اس سے قبل ہم نے نوح اور اس کی اولاد میں داؤد' سلیمان' یوسف' موسیٰ اور ہارون اور ہم نکوکاروں کو یونہی نوازتے ہیں۔

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس سب صالحین میں سے تھے۔ اور اسمٰعیل اور یسع اور یونس اور لوط سبھی کو ہم نے دونوں جہانوں میں فضیلت عطا فرمائی۔ اور ان کے والدین کو' ان کی اولاد کو اور بھائیوں کو ہم نے منتخب کیا اور انہیں سیدھا راستہ دکھایا۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے' وہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے' عطا کرتا ہے۔ اگر وہ شرک کریں تو ان کے سارے عمل غارت ہو جائینگے۔

یہ وہ لوگ تھے جنھیں ہم نے کتاب اور اختیار اور نبوت دی۔ اگر ان کی اولاد ان کا انکار کریگی تو ہم انہیں دوسری قوم کو دیدینگے جو انکار کرنے والے نہ ہونگے۔ وہ اللہ کے نبی تھے جنھیں اللہ نے ہدایت دی سو تم اس ہدایت کی پیروی کرو۔ کہہ دو میں اس (پیغام رسانی) کا کوئی اجر نہیں مانگتا۔ یہ نصیحت ہے تمام جہاں والوں کے لئے۔

وہ اللہ کے متعلق غلط اندازہ لگا رہے ہیں جب وہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ انسان پر کچھ نازل نہیں کرتا۔ ان سے پوچھو کہ پھر موسیٰؑ پر کس نے کتاب اتاری جو

موسیٰ روشنی اور ہدایت کے طور پر بنی اسرائیل کے لئے لائے۔ لیکن تم اس کے کچھ اوراق دکھاتے ہو اور کچھ چھپا لیتے ہو۔ تم نے اس سے وہ سیکھا جو تم اور تمہارے آباء نہیں جانتے تھے۔ کہو وہ اللہ ہی کی طرف سے اتاری گئی۔ انہیں لغویات میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دو۔

اور یہ قرآن ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے جو رحمت ہے اور تصدیق کرتا ہے ان صحائف کی جو پہلے نازل ہوئے تاکہ تم شہروں کی ماں (یعنی مکہ) کے اور اس کے گرد ونواح کے لوگوں کو ڈراؤ۔ جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (قرآن: سورۃ الانعام: ۸۳-۹۲)

اس ربی کو اس سخت تنبیہ سے آگاہ ہونا چاہئے جو اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کے لئے قرآن میں آئی ہے۔ اور جس کا اطلاق اسمٰعیل علیہ السلام پر بہتان لگانے والوں پر بھی ہوتا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ [۹۳]

'اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ گھڑے اور کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے جبکہ اس پر وحی نہ آتی ہو۔ یا کہے کہ جو اللہ نے نازل کیا ہے ایسا تو میں بھی کہہ سکتا ہوں۔ اگر تم ان ظالموں کو مرتے وقت دیکھو جب فرشتے ہاتھ بڑھا کر کہتے ہیں لاؤ نکالو اپنی روح۔ آج تمہیں اس

جھوٹ کی ذلت ناک سزا ملیگی جو تم اللہ پر باندھا کرتے تھے اور اس کی نشانیوں کو جھٹلایا کرتے تھے۔'(قرآن: سورۃ الانعام:۹۳)

وہ ربی اور اس جیسے لوگ جن کے اعتقادان جعلسازیوں پر مبنی ہیں جو توریت میں کی گئیں' ایک غیر حقیقی دنیا میں رہتے ہیں۔ ان کا حقیقت کے متعلق اندازہ غلط ہے۔ اس جھوٹ کا نقصان یہ ہوا کہ وہ اسماعیلؑ کے متعلق غلط رائے قائم کر بیٹھے۔ توریت میں کہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے متعلق نافرمانی یا بغاوت کا کوئی الزام نہیں ملتا جسے مذکورہ مذمت کا جواز قرار دیا جاسکے۔ درحقیقت انہی اسماعیلیوں نے انھیں ۱۴۰۰ برس پناہ دی۔ ان کے درمیان رہتے ہوئے نہ انھیں اپنی جان کا خوف رہا نہ مال کا اور انھیں یہودی کی حیثیت سے رہنے اور اپنے عقائد کے مطابق زندگی گذارنے کی پوری آزادی دی گئی۔

جو لوگ اسرائیل کی جعلی ریاست کی حمایت کرتے ہیں جس کی بنیاد ظلم پر رکھی گئی اور جو بے خدا قوم پرستی کے نظریے پر قائم ہے انھیں کوئی روحانی بصیرت حاصل نہیں۔ یہی روحانی بے بصیرتی تھی جس نے ان سے حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر بہتان لگوایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ناجائز بچہ ہونے کا الزام لگوایا (نقل کفر کفر نہ باشد) اور ان کے مسیح ہونے کے دعوے کو جھٹلایا۔ اسی نے ان سے اللہ کے ایک برگزیدہ نبی یسوع مسیحؑ کو سولی پر چڑھانے کا انتہائی ظالمانہ جرم کروایا۔ (گو اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمت سے انہیں بچالیا مگر یہود نے تو اپنی طرف سے انہیں سولی دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی) اور پھر نہایت ڈھٹائی سے اس پر فخر بھی کیا۔ اسی روحانی اندھے پن نے ان سے خدائے ابراہیمؑ کے بھیجے ہوئے آخری رسولؐ کو جھٹلانے پر آمادہ کیا۔ اسی بے بصیرتی نے انہیں قرآن کے انکار کی جرأت دی۔ ان کی موجودہ نسلی' مالی اور معاشی پالیسیاں واضح طور پر شرمناک اور غلط ہیں۔

جب انھوں نے اپنے محسن رسولؐ حضرت موسیٰ کی نافرمانی کی اور کہا کہ وہ اور ان کا خدا جہاد کریں وہ تو وہیں رہیں گے جہاں تھے تو اللہ تعالیٰ نے ۴۰ سال کے لئے ان پر

ارض مقدس حرام کردی اور انہیں ۴۰ سال تک صحرائے سینائی میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ان نافرمان لوگوں کا غم نہ کرو۔ اگر قرآن نے توریت میں حضرت اسماعیلؑ کے متعلق جھوٹ شامل کرنے کی نشاندہی نہ بھی کی ہوتی تو توریت اور انجیل کی تلاوت کرنے والوں میں اتنی روحانی بصیرت ہونی چاہیئے تھی کہ وہ کھرے اور کھوٹے میں فرق کرسکتے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پر الزامات کی حقیقت جان لیتے۔

اسی لئے نہ اس وقت ان سے ہمدردی درست تھی اور نہ آج اس کا کوئی جواز ہے۔ ان کا وقت پورا ہو چکا ہے اور ان کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے۔ وہ تاریخ کے سب سے بڑے دھوکے کا شکار ہوئے ہیں۔ اسی دھوکے میں آکر انہوں نے وہ زمینیں چھوڑیں جہاں وہ صدیوں سے عرب اسماعیلیوں کے درمیان سکون سے رہ رہے تھے۔ (مثلاً یمن، مراکش، ایران، شام وغیرہ)۔ انھوں نے ارض مقدس لوٹ کر ظلم واستحصال اور ناانصافی کو مدد بہم پہنچائی۔ یہ استحصال اور ظلم روز بروز بڑھ رہا ہے۔ مسلمانوں نے انھیں دھوکا نہیں دیا اور نہ مسلمانوں نے انھیں ارض مقدس واپس بلایا۔ قرآن بتاتا ہے کہ خدائے ابراہیمؑ جس نے خود دو مرتبہ ہیکل سلیمانی کی تباہی کا حکم دیا جب ارض مقدس یہودیوں کے ظلم سے بھر گئی، خود اسرائیل کی مصنوعی ریاست کی تباہی کا حکم فرمائیگا۔ اس کتاب کا مقصد قرآن کی طرف توجہ مبذول کرانا ہے جہاں وہ جعلی اسرائیلی ریاست کی تباہی کا ذکر کرتا ہے۔ اس دن جب وہ شدنی ہوگی انسانی تاریخ کی ہولناک ترین اور بدترین سزا یہود کا مقدر بنے گی۔ لہٰذا ربی کو اس سنگین حقیقت کا ادراک کرنا چاہیئے۔

اس ربی کی طرح فلسطینی محاذ آزادی اور اسرائیل کی ناجائز ریاست کا حقیقت کے متعلق ایک گمراہ کن تصور ہے جب وہ فلسطین کے مستقبل کے متعلق گفت وشنید کرتے ہیں۔ دونوں قوتیں قرآن اور توریت کے احکام صریحاً نظر انداز کر رہی ہیں۔ دونوں اپنے مذہب سے دور اور سیکولر تنظیمیں ہیں جو مذہب کا استحصال اپنی دنیاوی اغراض کے

لئے کرتی ہیں۔سیکولر قوم پرستی کو سچائی جاننے کا کوئی اشتیاق نہیں ہے۔وہ خدائے واحد کے احکام پر چلنے کے بجائے خود اسے اپنی مرضی چلانا چاہتی ہیں اور ان کی اخلاقی اقدار وقت اور ضرورت کے تحت بدلتی رہتی ہیں۔اگر ایک آزاد فلسطینی ریاست وجود میں آ بھی جاتی ہے جس کا مرکز مشرقی یروشلم ہو تب بھی اس میں اور یہودی سیکولر ریاست میں صرف نام کا فرق ہوگا۔اگر کسی چالاکی کے سبب ان دونوں ریاستوں میں بقائے باہمی کا سمجھوتہ ہو بھی جاتا ہے تو دونوں اس عالمی مشرکانہ نظام کا حصہ ہونگی جس نے دنیا کا احاطہ کر رکھا ہے۔جب سربراہی اللہ تعالیٰ کے بجائے ریاست کو تفویض کی جاتی ہے تو شرک ظہور میں آتا ہے اور جب ریاستی قانون آسمانی قانون پر سبقت حاصل کرتا ہے۔

شرک کا سنگین ترین مظاہرہ اس وقت دیکھنے میں آیا جب امریکی حکومت نے اسرائیل اور پی ایل او کو سمجھوتے کے لئے یہ تجویز پیش کی کہ ھیکل سلیمانی کی تقسیم اس طرح عمل میں لائی جائے کہ دیوار گریہ پر اقتدار اعلیٰ اسرائیل کو دیدیا جائے، فلسطینی ریاست مسجد اقصیٰ اور مسجد عمرؓ (جو گنبد صخرہ کے نام سے مشہور ہے) پر اقتدار اعلیٰ حاصل کر لے اور خدائے ابراہیمؑ بقیہ مسجد کے اقتدار اعلیٰ پر اکتفا کرے۔لگتا ہے شیطان بذات خود اس منصوبے کے لئے مشاورت فراہم کر رہا تھا۔

شرک کا ارتکاب اس وقت بھی ہوتا ہے جب ریاست حلال کو حرام یا حرام کو حلال ٹھیراتی ہے۔اگر محاذ آزادیٔ فلسطین جوئے، شراب یا ربا کو حلال قرار دیتی ہے جیسا کہ کئی مسلم ریاستیں دے چکی ہیں تو وہ بھی شرک کا ارتکاب کریگی۔اس طرح وہ اسی اخلاقی انحطاط اور زوال کا شکار ہو جائیگی جیسی اسرائیل کی بے خدا ریاست ہو چکی ہے یا دنیا کی اکثر سیکولر ریاستیں ہو چکی ہیں۔

اس لئے مسلمانوں کو کسی ایسے معاہدے کی حمایت نہیں کرنی چاہئے جیسا سعودی حکومت نے پیش کیا ہے اور جس کے تحت اسرائیل کے ناجائز وجود کو تسلیم کرلیا جائیگا اور اس طرح اس کے پچاس سالہ جور وستم کو بجا سمجھ لیا جائیگا۔اور نہ امت مسلمہ کو فلسطین میں

ایسی ریاست کے قیام پر رضامندی ظاہر کرنی چاہیئے جو صیہونی ریاست کی نقل ہو۔اپنے اس موقف کی حمایت میں ہم نے اپنی کتاب 'دین ابراہیمی اور ریاست اسرائیل۔ایک قرآنی نظر' میں تفصیلی دلائل پیش کیے ہیں۔اس کتاب میں یہود پر یہ حقیقت بھی واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ کتنی آسانی سے اس فریب میں آگئے کہ اسرائیل کی ظلم و تعدی پر قائم کردہ ریاست اس عظیم الشان ریاست کی مانند ہے جو اللہ کے برگزیدہ نبی سلیمانؑ نے قائم کی تھی۔اسرائیل محض ایک جعلی دعویدار ہے۔ڈاکٹر اسماعیل رجی فاروقی جو ایک پائے کے فلسطینی اسکالر تھے اور جنھیں اندھیرے میں قتل کر دیا گیا' اسرائیل کو ایک استعماری مشن قرار دیتے تھے جس کی بنیاد گناہ پر رکھی گئی اور جو مردہ قوم پرستانہ نظریے پر قائم کی گئی۔جس کا واحد جواز اس کی عسکری قوت ہے۔ان کی کتاب 'اسلام اور مسئلہ اسرائیل' صورتحال کا شاندار محاکمہ کرتی ہے۔فلسطین کی مقامی آبادی وہ عرب تھے جو ابراہیم علیہ السلام کے رب پر ایمان رکھتے تھے۔لیکن علاقے اور اقتدار پر مضبوط گرفت قائم کر لینے کے باوجود اسرائیل نے ان عربوں کو واپس لینے سے انکار کر دیا جو بے خطا اپنے گھروں سے نکالے گئے تھے تاکہ یورپ اور امریکہ سے آئے ہوئے یہودیوں کو وہاں بسایا جا سکے۔جبکہ وہ اسی ڈھٹائی سے بیرونی یہودیوں کو وہاں آباد کرتا رہا۔یہ کوئی نیک کام نہ تھا بلکہ ایک شیطانی طرز عمل تھا۔

صیہونی ریاست اسرائیل ایک دن بنی اسرائیل کو دھوکا دیگی اور انھیں ان لوگوں کے سامنے ذلیل کروادیگی جن پر وہ ظلم وستم توڑتے آئے ہیں۔اسرائیل کا نسلی استحصال مسلسل بڑھ رہا ہے اور انہیں محمد ﷺ کی پیشن گوئی کی طرف لے جا رہا ہے:

> 'تم یقینی طور پر یہود سے لڑو گے اور تم یقیناً انہیں قتل کرو گے یہاں تک کہ پتھر پکار اٹھینگے کہ اے مسلم ایک یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے آؤ اسے قتل کر دو'(صحیح بخاری)

باب ۱۲

یہود کی ارض مقدس کو واپسی کی قرآنی توضیح

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ [۹۳]

'اور کہو تعریف سب اللہ ہی کی ہے۔ جلد ہی وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائیگا جنھیں تم پہچان لوگے۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو وہ اس سے غافل نہیں ہے۔'

(قرآن: النمل:۹۳)

ہم اس دور میں رہ رہے ہیں جس میں یہود اپنی دو ہزار سالہ جلاوطنی ختم کر کے ارض مقدس واپس لینے آگئے ہیں۔ وہ جلاوطنی جو اللہ تعالیٰ نے بطور سزا ان کا مقدر کی تھی۔ یروشلم آج پھل پھول رہا ہے اور اس علاقے میں طاقت اور اثر و رسوخ کا مرکز بن گیا ہے جہاں وہ واقع ہے۔ اسرائیل نے مصر اور اردن سے فائدہ مند امن معاہدے کئے ہیں جو یورپ کے بے خدا معاشرے کی طفیلی ریاستیں ہیں۔ اسرائیل نے آہستہ آہستہ پی ایل او سے کئی معاہدے کئے جن سے اس کے ناجائز وجود کی مخالفت کم ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ سعودی عرب نے بھی در پردہ اسرائیل سے گفت وشنید کر کے 'سعودی منصوبہ' پیش کیا جس میں عملی طور پر اسرائیل کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔

دریں اثنا مدینہ منورہ کی مرکزیت پس منظر میں چلی گئی ہے اور اس کا گرد و نواح میں ہونے والے واقعات پر کوئی کنٹرول نہیں رہ گیا۔ اس زخم پر نمک پاشی کے لئے سعودی عرب کی ریاست جو برطانیہ کی ذیلی ریاست کی حیثیت سے وجود میں آئی، مدینہ کو کنٹرول کر رہی ہے۔ جب امریکہ نے برطانیہ سے دنیا کی حکمران ریاست ہونے کا

اختیار حاصل کیا تو سعودی عرب اس کی طفیلی ریاست بن گیا۔

اسرائیل کی طرح سعودی عرب پہلے برطانیہ اور پھر امریکہ پر انحصار کرتا آیا ہے۔

سعودی وہابی اتحاد جو مملکت میں سیاست اور مذہبی رائے عامہ کی صورت گری کرتا ہے' وفاداری سے برطانیہ سے کیا گیا معاہدہ نباہ رہا ہے جس کے تحت شاہ سعود بن عبد العزیز کو ۵۰۰۰ پاؤنڈ اسٹرلنگ دئے گئے تھے تاکہ وہ حجاز کو ترکی کی اسلامی حکومت کے اقتدار سے نکال کر برطانوی نکتہ نظر سے بے اثر بنادے۔سعودی وہابی مذہبی نظریہ مسلمانوں کی نسبت عیسائی اور یہودی مغرب کو قریب سمجھتا ہے۔بیشتر وہابی مسلمانوں کو شرک کا مرتکب قرار دیتے ہیں (تفصیل کے لئے ہماری کتاب' خلافت' حجاز اور سعودی وہابی قومی ریاست ملاحظہ فرمائیں)۔

گو اسرائیل بھی پہلے برطانیہ اور پھر امریکہ کی ذیلی ریاست بنا رہا لیکن دونوں میں ایک واضح فرق ہے۔اسرائیل شروع سے دنیا کی حکمران ریاست بننے کی منصوبہ بندی کرتا آیا ہے۔جب اسرائیل اپنے عزائم میں کامیاب ہوگا سعودی عرب اسی طرح اس کی ذیلی ریاست بن جائیگا جس طرح وہ برطانیہ اور امریکہ کی طفیلی ریاست بنا رہا ہے۔اسرائیل کا مقدر ہے کہ وہ اسی طرح سپر پاور بنے جیسا سپر پاور آج کل امریکہ ہے۔اس وقت یروشلم ترقی کر رہا ہوگا جبکہ خاکم بدہن مدینہ اس وقت تباہ حال ہوگا۔(یا اسرائیل کی عالمی ریاست کے تابع ہوگا)

نبی اکرم ﷺ نے پیشن گوئی فرمائی ہے کہ وہ دن آئیگا:

معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسرائیل اس وقت پھل پھول رہا ہوگا جب مدینہ تباہ حال ہوگا۔مدینہ کی تباہی جنگ عظیم کے نتیجے میں عمل میں آئیگی جس میں قسطنطنیہ مفتوح ہوجائیگا جو دجال کی آمد کے باعث واقع ہوگی۔

آپؐ نے اپنا ہاتھ ان کے کندھے یا ران پر مارا اور فرمایا' یہ اسی قدر سچ ہے

جیسے تم یہاں ہو یا جیسے تم یہاں بیٹھے ہو۔ (سنن ابوداؤد)

اسرائیل کی پھلتی پھولتی ریاست کافی حد تک اس پیش گوئی کو پورا کر رہی ہے۔ آج اس پورے علاقے پر جہاں وہ واقع ہے، چھائی ہوئی ہے۔ اسرائیل پہلے ہی امریکی صدر اور سلامتی کونسل کی حکم عدولی کر چکا ہے جنھوں نے اسے دریائے اردن کا مغربی کنارہ خالی کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ اس وقت ہوا تھا جب اسرائیل فلسطین کے بم بردار شہداء کو قتل کر رہا تھا۔ (وہ شہداء ہیں اور انہیں خودکشی کرنے والے کہنا غلط ہے)۔ لیکن جنگ عظیم کے بعد اسرائیل کی گرفت ارض مقدس پر بڑھ جائیگی۔ (امریکی صدر کے سوا سب اس جنگ کی توقع کر رہے ہیں۔ اس جنگ میں اسرائیل علاقے میں خاصہ اضافہ ہو جائیگا۔ نبی اکرم ﷺ کی پیش گوئی اس وقت زیادہ بہتر طور پر سمجھی جا سکے گی۔

امریکی معیشت کی قابل فہم شکست و ریخت (بڑھتے ہوئے قرضوں کے سود کے سبب اور ہوس عالمگیری کی خاطر بے پناہ جارحانہ اخراجات کے باعث) اور اسرائیل کے مقبوضہ عرب علاقے خالی کرنے سے انکار سے جو صورتحال پیدا ہوگی وہ اس پیش گوئی کو واضح طور پر سچ کر دکھائیگی۔ جب اسرائیل عالمی قوت بنے گا اور اور سعودی ریاست اس کی طفیلی ریاست تو یہ پیشن گوئی مکمل طور پر پوری ہو جائیگی۔ اس پیش گوئی کی رو سے ایک بڑی جنگ ہوگی جس میں اسرائیل کا ایک حلیف سیکولر ترکی ہوسکتا تھا مگر وہاں اسلامی جماعت کی کامیابی نے اسرائیلی عزائم پر پانی پھیر دیا۔

قرآن کریم یہود کی اسرائیل واپسی کی پیش گوئی کرتا ہے اور اس کے مضمرات کی توضیح بھی کرتا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث میں کئی اعلان پائے جاتے ہیں جو یروشلم کی تقدیر کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ قارئین بغور مندرجہ ذیل ۱۰ اعلان پڑھیں تاکہ وہ یروشلم کے متعلق اسلامی نکتہ نگاہ کے مرکزی نظریئے کو جان سکیں۔

قرآن اور حدیث دونوں بتاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس آئینگے۔ ان کی واپسی کے بعد یہود کے لئے اس کے سوا چارہ نہ ہوگا کہ وہ ان پر ایمان لے آئیں۔

اس کے بغیر وہ تباہ کر دیئے جائیں گے اور ان کی موت اس لحاظ سے بدترین ہوگی کہ وہ یہ جانتے ہوئے مریں گے کہ انھیں دھوکہ دیا گیا اور جسے وہ 'سچ' سمجھ بیٹھے تھے وہ سراسر 'جھوٹ' تھا۔ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ جو لائے تھے وہی دراصل سچ تھا۔ اس طرح وہ مرنے سے پہلے یہ جان لینگے کہ وہ سیدھا جہنم میں جائینگے۔

جب انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے پر فخر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ارض مقدس سے نکال باہر کیا۔ اس دفعہ بے دخلی پچھلی بے دخلی سے مختلف تھی جب انھیں غلام بنا کر بیبیلون لے جایا گیا تھا۔ اس دفعہ انھیں مستقل طور پر حصوں میں تقسیم کیا جاتا رہا اور پوری نوع انسانی میں پھیلا دیا گیا۔ قرآن کریم اس کے بعد ان کی تقدیر اس طرح بیان کرتا ہے:

- یہود کی حصوں اور ٹکڑوں میں تقسیم اور پورے کرہ ارض پر ان کا پھیلاؤ۔ یہود کی ارض مقدس واپسی پر پابندی۔
- نبی امی ﷺ پر ایمان لانے کی صورت میں ان کی معافی کا امکان۔
- آخر زمانے میں ان کی ارض مقدس واپسی (آخری زمانے کا آخری مرحلہ)۔
- یاجوج و ماجوج کا ان کی واپسی ممکن بنانا۔
- یہود کو انذار کہ پچھلی سزا دہرائی جا سکتی ہے۔
- یہود کو بدترین سزا کی دھمکی
- آخر زمانے میں ان کی روحانی بے بصیرتی
- فرعون کی لاش برآمد ہونا جس سے انھیں معلوم ہو جائے کہ ایسی سزا انھیں بھی مل سکتی ہے۔

یہود کے پاس اس کے سوا کوئی صورت باقی نہ ہوگی کہ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئیں مگر اسوقت بہت تاخیر ہو چکی ہوگی اور توبہ کا وقت باقی نہ رہیگا۔

۱۔ یہود کی پورے کرہ ارض پر تقسیم

جب اللہ تعالیٰ نے یہود کو مسیح علیہ السلام کو دانستہ جھٹلانے اور ان کے قتل کی کوشش کرنے کی سزا کے طور پر ارض مقدس سے نکالا تو ایک اعلان کے ذریعے انھیں بتا دیا گیا کہ اس دفعہ ان کی سزا اسے مختلف ہوگی اور پچھلی مرتبہ کی طرح وہ کسی ایک خطہ ارض تک محدود نہیں رہینگے:

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۡ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ [۱۶۸]

'اور ہم نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف قوموں کا حصہ بنا کر پوری دنیا میں پھیلا دیا۔' (قرآن: سورۃ الاعراف: ۱۶۸)

قرآن کریم کا یہ اعلان انتہائی شاندار طریقے سے پورا ہوا جب یہود دو ہزار سال تک دنیا بھر میں پھیلے رہے۔ اس طویل دور میں وہ یمن' مراکش' عراق' مصر' ایران' اردن' لیبیا' حبشہ' عرب' شام اور ترکی وغیرہ میں رہے۔ قوم یہود کا یوں بکھر جانا خدائی انتقام کا نتیجہ تھا اور یہود یہ بات سمجھتے تھے۔

۲۔ یہود کی ارض مقدس واپسی پر پابندی

یہود کو ارض مقدس سے نکالنے کے بعد اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کی ارض مقدس واپسی پر پابندی لگا دی۔ (وہ سیاح کی حیثیت سے تو وہاں جا سکتے تھے مگر اس پر قبضہ نہیں جما سکتے تھے)۔ یہ پابندی ۲۰۰۰ سال تک برقرار رہی اور یہ تاریخی حقیقت پوری دنیا نے دیکھی۔ اس طرح قرآن کریم کی وہ پیش گوئی حیرتناک طور پر پوری ہوئی جو سورۃ الانبیاء میں ملتی ہے:

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ [۹۵]

'اور جس قریے کے باشندوں کو ہم نے (عذاب سے) ہلاک کر دیا تھا ان پر پابندی ہے کہ وہ وہاں لوٹ نہیں سکتے حتّٰی کہ یاجوج اور ماجوج کھل جائیں۔۔۔۔۔' (قرآن: سورۃ الانبیاء:۹۵)

(نیچے دیکھیں یاجوج اور ماجوج کی واپسی یہود کی ارض مقدس واپسی کی شرط قرار دی گئی۔ نیز باب ۱۰ بھی ملاحظہ کریں جہاں ہم نے ثابت کر دکھایا ہے کہ وہ قریہ یروشلم ہے)

یروشلم اور ارض مقدس میں واپسی پر آسمانی پابندی یہود پر خدائی غیظ وغضب واضح کرنے کے لئے کافی تھی۔ اور یہ آپ سے آپ کسی شک وشبہ کے بغیر انھیں یہ بتانے کے لئے کافی تھا کہ اب وہ منتخب کردہ لوگ نہیں رہے۔

۳۔ یہود کی معافی کا امکان بشرطیکہ وہ نبی امّی پر ایمان لے آئیں۔

یہودیوں کو قتل مسیحؑ کی کوشش کے سبب ارض مقدس سے نکال دینے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انھیں معافی کا ایک موقع اور عطا کیا جب اس نے حضرت محمد ﷺ کو دونوں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ قرآن نے بتایا کہ اسوقت بھی ان کے لئے ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ومغفرت سے مستفید ہو لیں:

عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا [۸]

'یہ ممکن ہے کہ اب بھی تمہارا رب تم پر رحم کرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔' (قرآن: سورۃ بنی اسرائیل:۸)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں ۱۷ ماہ کا وقت دیا کہ وہ ان تمام نشانیوں کو دیکھ کر جو ان کی کتاب میں بیان کی گئی تھیں' نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور اللہ تعالیٰ کے عفو ودرگذر کے مستحق بن جائیں۔ انھیں دو مرتبہ جلیل القدر نبیوں' حضرت موسیٰ

اور حضرت عیسیٰؑ کے ذریعے ڈرایا جاچکا تھا اور ان پر توریت اور انجیل نازل ہو چکی تھیں پھر بھی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی عمومی رحمت انھیں ڈھانپنے کے لئے تیار تھی اس لئے انھیں بتایا گیا:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [۱۵۷]

’جو پیغمبر یعنی بے پڑھے نبیؐ کی پیروی کرتے ہیں جس کا ذکر وہ اپنے صحیفوں میں لکھا پاتے ہیں اور وہ انھیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے' ان سے وہ بھاری بوجھ اتارتا ہے جن سے وہ دبے ہوئے تھے۔ تو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی توقیر کی' اس کی مدد کی اور اس روشنی کی تقلید کی جو اس پر نازل کی گئی (یعنی قرآن) تو وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔‘

(قرآن: سورۃ الاعراف: ۱۵۷)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین ﷺ کو قبول کرنے' ان پر یقین کرنے اور ان کی پیروی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل کی جاسکتی ہے۔

کئی نشانیاں ایسی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود کو جو مہلت دی گئی تھی وہ ختم ہو چکی ہے۔ ان نشانیوں میں دجال اور یاجوج و ماجوج کا رہا ہونا شامل ہے۔ یہ دونوں امور نبی اکرمؐ کی زندگی ہی میں واقع ہو چکے ہیں۔ آپؐ کی مدینہ ہجرت کے ابتدائی ۱۷ مہینے جب آپ یہود کے ساتھ ایک معاہدے میں شریک ہوئے اور یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ

آپ ﷺ اور قرآن پر ایمان نہیں لائینگے۔ بلکہ اسلام کو مٹانے کی سازش کرینگے اس وقت اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ نماز کے لئے اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف کرلو۔ قبلے کی یہ تبدیلی ظاہر کرتی ہے کہ یہودیوں کے لئے معافی حاصل کرنے کا جو آخری موقع تھا اب باقی نہیں رہا۔ آخری دور کا آغاز ہو چکا ہے اور یہودی قوم کو سزا ملنا ناگزیر ہے۔

گو آخری دور شروع ہو چکا ہے اور ان کے لئے معاف کا دروازہ بند ہو چکا ہے مگر انہیں سزا ملنے میں وقت لگے گا۔ بالکل ایک سلوموشن فلم کی طرح مختلف واقعات کا تانا بانا آہستہ آہستہ ان کے گرد سزا کا جال بن رہا ہے۔ سزا کے لئے الٹی گنتی شروع ہونے سے قبل انھیں مسلمانوں ہی کے درمیان پناہ ملیگی:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّـهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ [۱۱۲]

’ذلت ان پر (خیمے کی طرح) چھا گئی وہ جہاں بھی گئے سوائے اللہ کی پناہ یا عوام کی پناہ کے۔ اور مسکنت ان کا مقدر بن گئی۔ یہ اس لئے ہوا کہ انھوں نے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا، اس کے رسولوں کو ناحق قتل کیا اور بغاوت میں تمام حدیں عبور کرلیں۔‘ (قرآن: سورۃ آل عمران: ۱۱۲)

جب سزا کے لئے الٹی گنتی شروع ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نشانیاں ظاہر ہونا شروع ہوئیں۔ ان میں فرعون رعمسیس دوم کی لاش کا برآمد ہونا جو حضرت موسیٰؑ کا تعاقب کرتے ہوئے ہلاک ہوا۔ جبکہ وہ اس دریافت کا پہلے ہی اعلان کر چکے تھے اور ان کے لئے اپنی غلطی مان لینا دشوار تھا:۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ

بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ
نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ
اِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ [۱۵۸]

' کیا وہ اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ فرشتے ان کے پاس آ پہنچیں یا رب بہ نفس نفیس یا اس کی نشانیاں آ جائیں؟ جس دن نشانیاں (دجال' یاجوج ماجوج فرعون کی لاش کی دریافت) آئینگی تو اس دن ایمان لانا اس کے لئے کچھ فائدہ نہ دیگا سوائے اس کے جو پہلے ہی ایمان پر قائم ہو۔ کہہ دو انتظار کرو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔' (قرآن: سورۃ الانعام ۱۵۸:)

۴۔آسمانی اسکیم کے تحت یہود کی ارض مقدس کو واپسی

قرآن کریم اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود یہود کو آخری دور میں ارض مقدس واپس لائیگا۔ یہود اس مغالطے میں رہیں گے کہ ان کی واپسی ان کی سچائی اور کامیابی کی دلیل ہے۔ اسرائیل کی بے خدا اور قوم پرست ریاست کے قیام سے یہ پیش گوئی پوری ہوگئی ہے:

وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ
وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا [۱۰۴]

'اور اس (موسیٰ) کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اس سرزمین میں سلامتی سے رہو سہو (اس شرط کے ساتھ کہ تم راستی پر قائم اور اللہ کے فرمانبردار بن کر رہو گے) پھر جب آخرت کا وعدہ قریب آ جائیگا تو ہم دنیا کی قوموں سے نکال کر تمہیں یہاں لے آئینگے'

(قرآن: سورۃ بنی اسرائیل:۱۰۴)

قرآن کی اس پیش گوئی سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری دور میں جب یہود کو دنیا کی قوموں سے جدا کر کے ارض مقدس میں لایا جائیگا تو ان کا تنوع صاف ظاہر ہوگا جو دو ہزار سال کی ارض مقدس سے دوری سے پیدا ہوا۔ لفظ 'لفیف' ایسے انسانی مجمع کی طرف اشارہ کرتا ہے جو مختلف النوع ہو۔ یہ بعینہٖ اسرائیل کی آج کی آبادی کی عکاسی کرتا ہے جو دنیا بھر کے ملکوں سے، بشمول مسلم ملکوں کے، وہاں جمع کیے گئے۔ مختلف زبانوں اور لہجوں، مختلف لباسوں اور مختلف غذاؤں کے ساتھ، مختلف طریقوں سے عبادت کرتے ہوئے اور مختلف صومعوں میں جاتے ہوئے وہ اس قرآنی پیش گوئی کی مکمل عکاسی کرتے ہیں جو ۱۴۰۰ برس قبل ان کے متعلق کی گئی تھی۔ لیکن ان میں سب سے واضح فرق نسلی ہے جو قرآن کی پیش گوئی کی تصدیق کرتا ہے۔ جدید اسرائیل ایسے یہود پر مشتمل ہے جو یا تو خالص یورپی نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں جن کی آنکھیں نیلی ہیں اور جلد بھوری یا جو مشرق کی نسبتاً سانولی نسل سے ہیں۔ نئی جینیاتی شہادت سامنے آئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپی یہود (یعنی اشکنازی یہود) بقیہ سب سے جینیاتی طور پر مختلف ہیں۔ ان لوگوں کی جینیاتی مشابہت جو حضرت ابراہیم کی اولاد ہیں اور جن کی نسل ان کے ایک بیٹے اسحٰقؑ سے اٹھی ہے حیرت انگیز طور پر فضا میں تحلیل ہوگئی ہے۔ (قارئین گرامی! قرآن پاک کی محولہ بالا آیت ایک بار پھر پڑھیں۔ کیا بالکل ایسا نہیں محسوس ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی پیش گوئی اسرائیل کی موجودہ آبادی کو دیکھ کر کی گئی ہے؟ کیا اس پیش بینی پر ہمارا دل اللہ جل شانہٗ کی ہیبت اور عظمت سے بھر نہیں جاتا؟ مترجم)۔

اس قرآنی پیش گوئی کے پورا ہونے کے، جو یہود کی آخری دور میں ارض مقدس واپسی کے بارے میں کی گئی، مضمرات کیا ہیں؟

۵۔ یہود کی ارض مقدس واپسی کا باعث یاجوج وماجوج ہیں۔

قرآن کریم میں کم از کم ایسے تین مقامات ہیں جو صراحت سے یہود کے لئے

آسمانی سزا کی بات کرتے ہیں جب وہ واپس ارض مقدس لائے جائینگے ۔لیکن جو لوگ قرآن کریم کو'ایک آنکھ' سے پڑھتے ہیں انکا مسئلہ یہ ہے کہ وہ حقائق کی نوعیت کو سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں تا آنکہ وہ اپنی روحانی بصیرت کو کام میں لائیں۔ خاص طور پر یہ اصول آخری دور کے واقعات پر لاگو ہوتا ہے۔ان تین میں سے دو آیتیں یہ ہیں:

وَحَرَٰمٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَٰهَآ أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ [۹۵] حَتَّىٰٓ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَنسِلُونَ [۹۶]

'اس قریے کے باشندوں پر پابندی ہے جسے ہم نے ہلاک کردیا تھا کہ وہ ہرگز وہاں نہیں لوٹ سکتے۔حتی کہ یاجوج اور ماجوج کھل جائیں اور وہ تمام بلندیوں سے اترتے معلوم ہونگے۔' (قرآن: سورۃ الانبیاء:۹۵-۹٦)

حالانکہ قریے کی شناخت ظاہر نہیں کی گئی ہے لیکن صاف ظاہر ہے کہ وہ یروشلم کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔قرآن کریم میں قریے کی شناخت کا ایک بالواسطہ ذریعہ ہے۔ مدینہ کے یہودیوں نے قریش کی درخواست پر چند مشکل سوال وضع کیئے ۔اگر محمد ﷺ ان کا صحیح جواب دیدیتے تو وہ یقینی طور پر ایک نبی سمجھے جاتے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے تینوں سوالوں کا جواب اپنے پاک کلام میں دیا۔

پہلے دو سوالوں کا جواب یعنی وہ نوجوان کون تھے جو غار میں روپوش ہو گئے تھے اور وہ عظیم سیاح کون تھا جس نے زمین کے دو کناروں تک سفر کیا' سورۃ الکہف میں ملتا ہے (۹-۲٦، ۸۳-۹۸) جبکہ روح کے متعلق سوال کا جواب سورۃ بنی اسرائیل (۸۵) میں دیا گیا ہے۔

اس بظاہر عجیب ترتیب کا سبب قرآن کا ایک اصول تفہیم ہے جس کے تحت دو سورتوں کا ایک جوڑا بنایا جاتا ہے تاکہ ایک میں موجود کمی کو دوسری سورت سے پورا کرلیا جائے۔قرآن کے معروف اسکالر ڈاکٹر اسرار احمد نے اس سلسلے میں کافی ریسرچ کی ہے

اور ثبوت کا ایک انبار جمع کیا ہے جس سے معنی کے اس نظام کی تصدیق ہوتی ہے۔

لہٰذا قریے کی شناخت کے لئے جب ہم سورۃ بنی اسرائیل کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل فقط ایک ہی بستی کا ذکر کرتا ہے اور وہ بستی یروشلم ہے۔

اس کے برعکس نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث براہ راست قریے کا نام یروشلم بتاتی ہیں۔ نہ صرف یروشلم کا ذکر یاجوج ماجوج کے ساتھ آتا ہے بلکہ اس کے علاوہ کسی بستی کا ذکر احادیث میں نہیں ملتا جسے اللہ تعالیٰ نے تباہ کر دیا تھا۔ مندرجہ ذیل حدیث جس میں حضرت عیسیٰؑ کی واپسی کا ذکر آیا ہے یاجوج ماجوج اور یروشلم میں تعلق ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

'نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: '۔۔۔۔۔۔۔۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ یسوعؑ پر وحی فرمائیگا کہ:

> 'میں نے اپنے بندوں میں سے ایسے لوگ تمہارے پاس بھیجے ہیں جن سے کوئی لڑ نہ سکے گا۔ تم انھیں بحفاظت طور پر لے جاؤ' اور پھر اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا جو تمام بلندیوں سے اترتے معلوم ہونگے۔ ان میں سے پہلا جب طبریاس جھیل کے پاس سے گذریگا تو اس میں سے پانی پیئے گا اور جب ان میں سے آخری آدمی گذریگا تو کہے گا کبھی یہاں پانی ہوا کرتا تھا۔ عیسیٰؑ اور ان کے ہمراہی طور پر گھر جائینگے اور (محاصرے کی سختی سے) ایک بیل سو دینار سے زیادہ گراں ہو جائیگا۔۔۔۔' (صحیح مسلم)

جھیل طبریاس جسے بحر گیلیلی بھی کہا جاتا ہے ارض مقدس میں ہے اور طور یروشلم کا ایک پہاڑ ہے۔ یہ اسی حدیث کی دوسری روایت میں ملتا ہے جس کا ذریعہ وہی صحابہؓ ہیں:

> 'یاجوج اور ماجوج پھر کوہ الخمر کے قریب پہنچ جائینگے اور یہ بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے اور کہیں گے 'ہم نے زمین میں جو تھے انھیں مار دیا آؤ اب ہم انھیں ماریں جو آسمان میں ہیں۔ وہ اپنے تیر (یا میزائل) آسمان کی جانب

پھینکیں گے اور وہ ان کی طرف لہو میں ڈوبے ہوئے آئینگے۔' (صحیح مسلم)

اب ہم اس پوزیشن میں ہیں کہ یہود کے آخری دور میں فلسطین واپسی کو قیامت کی قرآن میں دی گئی ایک نشانی کی حیثیت سے پہچان سکیں جس سے نہ صرف یاجوج اور ماجوج کی واپسی کی تصدیق ہوتی ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا پر ان کا کنٹرول ہے۔ (باب ۱۰ ملاحظہ کریں اگر مزید تفصیل دیکھنی ہو)۔ آج یاجوج اور ماجوج بین الاقوامی فساد کے ایجنٹ ہیں (دیکھیں قرآن: الکہف: ۹۴)۔ فساد کے معنیٰ ہیں 'بدعنوانی'، 'بگاڑ'، 'سنگدلی'، 'سیاہ کاری'، 'بداخلاقی'، 'بے راہ روی'، وغیرہ۔ جب یاجوج ماجوج کسی معاشرے پر غالب آتے ہیں تو اسے سیدھا جہنم میں جا گراتے ہیں۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج و ماجوج کے دور کی گلوبلائیزیشن ہر ہزار میں ۹۹۹ انسانوں کے جہنم میں لے جانے پر منتج ہوگی:

> ابوسعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: 'حشر کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیگا اے آدم! آدمؑ کہینگے 'لبیک وسعدیک یا رب!' (یعنی اے رب میں خوش بخت ہوں کہ تیری بارگاہ میں حاضر ہوں)۔ پھر ایک بلند آواز یہ کہتی سنائی دیگی 'اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنی اولاد میں سے دوزخیوں کو نکال دو'۔ آدم کہینگے 'یا رب دوزخ کی آگ کے لئے کتنے بندوں کو نکالوں؟'۔ اللہ تعالیٰ فرمائینگے: 'ہر ہزار میں سے ۹۹۹ کو نکال لو'۔ تو اس وقت خوف کے مارے ہر حاملہ اپنا حمل گرادیگی اور خوف سے بچوں کے بال سفید ہوجائیں گے اور (دہشت سے) لوگ نشے کی حالت میں نظر آئینگے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہونگے۔ لیکن تیرے رب کا عذاب ہے ہی بڑا سخت' (قرآن: الحج: ۲)

جب نبی کریم نے یہ بتایا تو صحابہ کرامؓ کے چہرے زرد پڑ گئے۔ اس پر حضورﷺ نے فرمایا: 'یاجوج ماجوج سے ۹۹۹ نکالے جائینگے اور ایک تم میں سے ہوگا۔ تم مسلمان

ایک سفید بیل میں سیاہ بالوں کی طرح کم ہوگے یا ایک سیاہ بیل میں سفید بالوں کی طرح (تھوڑے) اور مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا چوتھائی ہوگے' اس پر ہم (صحابہؓ) نے کہا 'اللہُ اکبر!'۔ پھر نبی اکرمؐ نے فرمایا 'تم ان میں ایک تہائی ہوگے' ہم نے کہا 'اللہُ اکبر!'۔ اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا '(مجھے امید ہے) تم ان کا نصف ہوگے'۔

ہم نے پھر کہا 'اللہُ اکبر!'۔ (صحیح بخاری)

یہود کی یروشلم واپسی اور ریاست اسرائیل کی بحالی یاجوج و ماجوج اور جھوٹے مسیح (المسیح الدجال) کے سبب ممکن ہوئی۔ یہ وہ سب سے بڑا فتنہ ہے جس سے یہود اپنی پوری تاریخ میں گذرے۔ درحقیقت ان کی قسمت پر مہر لگ چکی ہے۔ لیکن وہ اسے نہیں جانتے۔ صرف قرآن کو کتاب الٰہی مان کر اور نبی اکرمؐ کی تعلیمات پر عمل کر کے وہ حقیقت کو پا سکتے ہیں۔ اس کتاب میں قرآن اور احادیث کے حوالے انھیں مطالعے میں مدد دے سکتے ہیں۔

یہود کو وارننگ کہ آسمانی سزا دہرائی جاسکتی ہے

قرآن یہود کو وارننگ دیتا ہے کہ اگر انھوں نے اپنی سیاہ کاریاں دوہرائیں تو اللہ تعالیٰ اپنی سزا کو دوہرائینگے۔ پہلی سزا عراقی فوج کے ذریعے دی گئی۔ پھر انھیں ایک رومن فوج نے تباہ و برباد کیا اور ان کی کثیر تعداد کو غلام بنایا۔ اور آخری سزا' جب بھی وہ ملے' ایک مسلم فوج کے ذریعے دی جائیگی:

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا [۸]

'ممکن ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے لیکن اگر تم نے پھر نافرمانی کی تو ہم پھر تمہیں سزا دینگے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے حصار بنادیا ہے۔'

(قرآن: بنی اسرائیل: ۸)

۷۔ یہود کو بدترین آسمانی سزا کی نوید

قرآن نے یہود کو نہایت واضح اور کھلی وارننگ دی کہ وہ ایک دن اس حقیقت کا سامنا کرینگے جو آج انھیں درپیش ہے۔ یعنی یاجوج اور ماجوج اور دجال دنیا میں کھول دیئے جائینگے۔ یہود نے قرآن پر اور اللہ کے آخری رسولؐ پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ اس دانستہ انکار کے سبب وہ حقیقت کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکَ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ یَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ اِنَّ رَبَّکَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [۱۶۷]

’اور تیرے رب نے حکم دیدیا کہ وہ ان (یعنی یہود) کے خلاف قیامت تک ایسی ہستیاں اٹھاتا رہیگا جو انھیں سخت مصیبت میں مبتلا کرتی رہیں گی۔ بے شک تیرا رب سزا دینے میں بہت تیز ہے اور وہ بے شک نہایت معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا بھی ہے۔‘ (قرآن: الاعراف: ۱۶۷)

اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ سزا جرم کی سنگینی کے تناسب سے یا اس کے مساوی ہونی چاہیئے۔ اور کیونکہ یہود نے حضرت عیسیٰؑ کو سولی دینے کی کوشش کر کے بدترین جرم کا ارتکاب کیا (کیوں کہ وہ جان چکے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ سچے نبی ہیں) اور انھوں نے توریت کو اپنی ادنیٰ اغراض کی خاطر بدل ڈالا، وہ اس اعتبار سے بدترین سزا کے مستحق ہیں اور یہ سزا قیامت آنے سے پہلے ہی شروع ہو جائیگی)۔

انہوں نے حضرت محمد ﷺ کو دانستہ جھٹلا کر اپنے جرم کو دوہرایا لہذا وہ معافی کے آخری موقع سے بھی محروم ہو گئے۔ آخری دور میں ڈرامائی طور پر حیرت انگیز واقعات کی ایک لڑی ان کی سزا کو یقینی بنائیگی۔ اس کے اہم کرداروں میں یاجوج ماجوج اور دجال شامل ہیں۔ ہم اس کتاب کے آٹھویں باب میں جھوٹے مسیحا کے بارے میں پہلے ہی بتا

چکے ہیں۔

۸۔آخری سزا کے وقت یہود کی روحانی بے بصیرتی

اللہ تعالیٰ نے خود ایسا اہتمام فرمایا ہے کہ یہود اور بقیہ ایمان نہ لانے والے اپنی حقیقی حالت کا اندازہ نہ کرسکیں:

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ [۱۴۶]

’عنقریب میں ان کی نظریں اپنی نشانیوں سے ہٹا دونگا جو زمین میں حق کے بغیر بڑے بننے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تب بھی ایمان نہ لائینگے اور صراط مستقیم دیکھ کر بھی اس پر نہ چلیں گے لیکن گمراہی کا راستہ دیکھیں تو فوراً اس پر چلنا شروع کر دینگے۔ یہ اس لئے ہے کہ انھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل ہو گئے۔‘

(قرآن: الاعراف: ۱۴۶)

آخری دور کے اس خوفناک ڈرامے کا اہم کردار دجال یا جھوٹا مسیحا ہے۔ اس ڈرامے کے سبب پوری دنیا پر‘ سوائے اہل ایمان کے‘ ایک عجب بے بصیرتی چھا گئی ہے۔ یہ بات اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دجال کو جو قوتیں عطا کی ہیں ان کی نارسائی سے اہل ایمان کو آگاہ کرنے کے لئے اسے صرف ایک آنکھ دی ہے۔ یہ گویا ایک استعارہ ہے اس کی روحانی بے بصیرتی کا جو خود بخود اس کے پیروکاروں کو منتقل ہوگی جس کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کی واضح نشانیوں کو دیکھنے سے قاصر رہینگے۔ یہ روحانی اندھاپن سچے مسیحا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی تک جاری رہیگا۔

۹۔فرعون کی لاش کی دریافت جو یہ دکھارہی ہے کہ یہود کا انجام بھی اس کی طرح ہوگا۔

قرآن ایک اور نشانی عطا کرتا ہے جس سے مادہ پرست انسانوں کو اندازہ ہو سکے کہ آخری دور شروع ہو چکا ہے اور بنی اسرائیل کے لئے حتمی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے جس کے بعد وہ بدترین سزا سے دوچار ہونگے۔ یہ نشانی اس فرعون کی لاش کی دریافت ہے جو حضرت موسیٰؑ اور آپؑ کے پیروکاروں کا تعاقب کرتا ہوا غرق ہوا۔ اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے سمندر کو پھاڑ کر بنی اسرائیل کے لئے راستہ بنا دیا اور جب فرعون اور اس کی فوجیں ان کے تعاقب میں اس راستے سے گذریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سمندر کو پھر پہلے کی طرح کر دیا اور فرعون اور اس کی فوجیں غرق ہوگئیں:

وَاِذۡ فَرَقۡنَا بِكُمُ الۡبَحۡرَ فَاَنۡجَیۡنٰكُمۡ وَاَغۡرَقۡنَاۤ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ [۵۰]

’اور یاد کرو ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ کر تمہیں بچا لیا اور فرعون کی قوم کو تمہاری آنکھوں کے سامنے غرق کر دیا (قرآن: سورۃ البقرہ:۵۰)

اس وقت بنی اسرائیل کو علم نہ تھا اور آج بھی نہیں ہے کہ وہ خود ایک دن اسی طرح تباہ ہونگے جس طرح فرعون تباہ ہوا تھا اگر وہ احکام حق سے بے وفائی کرینگے اور کچھ گناہوں میں ملوث ہونگے۔

فرعون کس طرح مرا یہ جاننے کے لئے معزز قاری کو قرآن کریم کی یہ آیات پڑھنی ہونگی:

وَجٰوَزۡنَا بِبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ الۡبَحۡرَ فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ وَجُنُوۡدُهٗ بَغۡیًا وَّعَدۡوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدۡرَكَهُ الۡغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنۡتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِهٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآءِیۡلَ وَاَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ [۹۰] ا

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ [۹۱] فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ [۹۲]

'ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار پہنچایا۔ پھر فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور بغاوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا حتٰی کہ وہ جب غرق ہونے لگا تو کہنے لگا میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اس کا کوئی شریک نہیں، جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اب ایمان لاتا ہے (جب اپنی یقینی موت دیکھ لی) اور اس سے قبل نافرمانی کرتا رہا اور مفسدوں میں رہا۔ پس آج ہم تیرے بدن کو بچالینگے تاکہ تیرے بعد آنے والوں کے لئے نشانی بنے اور عوام میں سے اکثر ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔ (قرآن: سورۃ یونس: ۲۔۹۰)

فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ [۵۵] فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّـلْاٰخِرِيْنَ [۵۶]

'لیکن جب وہ ہمیں چیلنج کرتے رہے تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور ان سب کو غرق کردیا۔ پس ہم نے انھیں قصۂ ماضی بنادیا اور بعد میں آنے والوں کے لئے ایک مثال' (قرآن: سورۃ الزخرف: ۶۔۵۵)

اسطرح قرآن نے یہ حیرت انگیز پیش گوئی کی کہ فرعون کی لاش ایک دن نکالی جائیگی اور جب ایسا ہوگا تو وہ ایک حیرت ناک آسمانی نشانی ہوگی فرعون کی لاش عجیب طور پر پچھلی صدی کے اختتام کے قریب دریافت ہوئی۔ یہ عالم اسلام کے علمی اور روحانی زوال کی ایک افسوسناک مثال ہے کہ علمائے اسلام اس حیرتناک واقعے کو وہ اہمیت دینے سے قاصر رہے جس کا وہ مستحق تھا۔ اور وہ بس اسے قرآن کی ایک پیش گوئی کا پورا ہونا کہہ کر رہ گئے۔ تقریباً اسی وقت عالمی صیہونی تنظیم نے اپنی جڑیں مضبوط کیں۔ صاف

ظاہر ہے کہ مسیح دجال صیہونی تنظیم کے قیام کا ذمہ دار تھا۔ لہٰذا یاجوج و ماجوج کا دور دجال کا دور بھی ہے۔

مندرجہ بالا دریافت کے مضمرات یہ ہیں کہ یہود آج دجال کی پیروی کر رہے ہیں اور یاجوج و ماجوج ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ اور نتیجتاً وہ بدترین سزا بھگتیں گے۔ اور انکا انجام اسی طرح ہوگا جس طرح فرعون کا انجام ہوا۔ وہ انجام کیا ہوگا؟۔ فرعون رعمسیس دوم کی لاش کی دستیابی اللہ سبحانہ' وتعالیٰ کی ایک عظیم نشانی ہے کہ دنیا ایک عجیب و غریب ڈرامہ دیکھے گی۔ ایسا ڈرامہ جو انسانی تاریخ میں کبھی نہ دیکھا گیا۔ وقت آ گیا ہے یہود کے لئے خاص طور پر اور عامۃ الناس کے لئے عام طور پر۔ جو فرعون کی طرح جیتے تھے وہ فرعون کی طرح مرینگے بھی۔

۱۰۔ یہود کے پاس یسوع مسیحؑ کی واپسی کے بعد ان پر ایمان لانے کے سوا چارہ نہ ہوگا مگر اسوقت بہت دیر ہو چکے گی۔

وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا

'اور اہل کتاب میں کوئی ایسا نہ ہوگا جو مرنے سے قبل ان پر ایمان نہ لے آئے اور وہ قیامت کے دن ان کے خلاف گواہ ہونگے۔' (قرآن: النساء: ۱۵۹)

قرآن پاک کی اس آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام واپس آئینگے' یہود نہ صرف انھیں پہچان لینگے بلکہ ان پر ایمان بھی لے آئینگے اور نتیجتاً وہ حضرت محمد ﷺ پر بھی ایمان لے آئینگے۔ لیکن آخر وقت میں ایمان لانا یہود کے لئے سودمند نہ ہوگا جیسے فرعون کے لئے آخر وقت ایمان لانا مفید نہ ہوا۔ فرعون کی لاش کی دریافت میں یہود کے لئے یہ پیغام پنہاں ہے۔

ایک اور مضمر اس دریافت کا یہ ہے کہ جس طرح فرعون آخر تک یہی سمجھتا رہا کہ وہ کامیابی کے راستے پر ہے موجودہ جبّارین بھی آخر لمحے تک یہ سمجھتے رہینگے کہ وہ کامیاب ہو رہے ہیں۔ خدائے قدوس کے مشیت یہ ہے کہ اپنی کامل تباہی تک کافر یہی سمجھتے رہیں کہ اس کا پسندیدہ دین اسلام ناکام ہوگیا ہے۔ یہ آج کی دنیا کی ایک عظیم سچائی ہے۔

باب ۱۴

قرآن اور یروشلم کی تقدیر

...... وَإِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا ......

'۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن اگر تم نے دوبارہ (ارض مقدس کی وراثت کی شرائط کی) خلاف ورزی کی، تو ہم بھی سزا کو دہرائینگے' (یعنی ہم تمہیں پھر ارض مقدس سے نکال پھینکیں گے)۔ (قرآن: سورۃ بنی اسرائیل: ۸)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'جب تک اللہ چاہے گا تم میں نبوت رہے گی اور پھر اللہ اسے اٹھالیگا۔ اس کے بعد خلافت ہوگی جو نبوت کے طریقے پر قائم ہوگی، جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ اسے اٹھالیگا۔ اس کے بعد نسل در نسل بادشاہت ہوگی اور جب تک اللہ چاہے گا رہے گی۔ اس کے بعد کاٹ کھالینے والی آمریت ہوگی اور پھر اللہ اسے بھی اٹھالے گا۔ اس کے بعد نبوت کی طرز پر خلافت ہوگی۔۔۔' (مسند احمدؒ بن حنبل)

یہود کو ارض مقدس سے نکالنے کی سزا دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے کا اعلان فرمادیا کہ وہ انھیں سزا دیتا رہے گا اگر انھوں نے ارض مقدس کی نافرمانیوں کے ذریعے بے حرمتی کی اور ایمان اور راست روی کا ثبوت نہ دیا:

...... وَإِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا ......

'۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن اگر تم نے دوبارہ (ارض مقدس کی وراثت کی شرائط کی) خلاف ورزی کی، تو ہم بھی سزا کو دہرائینگے' (یعنی ہم تمہیں پھر ارض مقدس سے نکال پھینکیں گے)۔ (قرآن: سورۃ بنی اسرائیل: ۸)

یروشلم کی قسمت ان واضح تنبیہات میں بیان کردی گئی ہے۔ ان معاہدوں کے

باوجود جو فلسطین کے سیکولر نمائندوں اور یورپ کی سیکولر یہودیت (جو اسرائیل پر حکمران ہے) کے درمیان طے پائے۔ ان کی شامت اعمال ان کی بے خدا جمہوریت' زوال پذیری اور جبر واستحصال سے ظاہر ہوتی ہے۔ حیرت انگیز طور پر اسرائیل کی یہودی آبادی ایک مذہب بیزار زندگی گذار رہی ہے اور مذہبی طریقۂ حیات کو خیر باد کہہ چکی ہے۔ یروشلم پوسٹ اپنے ۱۲ ستمبر ۲۰۰۰ کے اداریئے میں لکھتا ہے۔'زیادہ تر اسرائیلیوں کے لئے یہودیت ایک قدیم' ابتدائی اور دورازکار نظام بن کر رہ گئی ہے جس کے نام پر اقتدار اور چندہ کے لئے مختلف تنظیمیں آپس میں مسابقت کرتی رہتی ہیں۔ اور عقلی بنیاد پر قائم جدید معاشرے کے لئے شرمساری کا باعث بنتی رہتی ہیں۔

اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یروشلم کے معجزاتی سفر کے دوران جو نشانیاں دکھائی گئیں وہ اور باتوں کے علاوہ یروشلم کی تقدیر کے بارے میں بھی تھیں۔ یہ ڈینیئل پائپز کی نظر سے اوجھل رہیں کیونکہ اور یہودیوں کی طرح اسنے انتفادہ کے پتھروں کو بولتے نہیں سنا۔ لیکن اسرائیل کی دفاعی فوج کے سابق بریگیڈئر جنرل افراہیم ایتام' جس نے حال ہی میں فوج سے استعفٰے دیا' بظاہر یہ یقین رکھتا معلوم ہوتا ہے کہ' اسرائیل یہودیوں کے لئے دنیا کا خطرناک ترین ملک بن گیا ہے'۔

قرآن کریم نے واضح طور پر یروشلم کی تقدیر بیان کی ہے جو مسلمانوں کی ارض مقدس پر حکمرانی کی بحالی ہے۔ وہ حکمرانی جو نبی کریم ﷺ کی وفات کے فوری بعد شروع ہوئی اور جو بغیر انقطاع کے صدیوں جاری رہی۔ جب یورو عیسائی یروشلم پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوئے تو وہ صرف ۸۰ برس حکومت کر پائے جس کے بعد یروشلم کی تقدیر غالب آئی اور ایک مسلم فوج نے (جس کی قیادت نیک نفس حکمران صلاح الدین ایوبی کر رہے تھے۔ مترجم) صلیبیوں کو شکست دے کر مسلم حکمرانی بحال کی۔ اس کے بعد مسلمان چند سو برس پھر فلسطین پر حکومت کرتے رہے جب خدائی منصوبے کے تحت وہ گھڑی آ پہنچی جب یہود کو ارض مقدس واپس لانا قرار پایا۔ یہ تقریباً ناممکن ہے کہ اس مرتبہ بھی

یہودی اقتدار کی مدت ۸۰، ۹۰ سال سے زیادہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ایک مسلم فوج پھر یہودیوں کو شکست دیگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا اصولی فیصلہ فرمالیا جب اس نے اعلان فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [۵۵]

'اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیکی پر قائم رہے' وعدہ کیا ہے کہ وہ یقیناً انھیں ارض مقدس کی وراثت عطا فرمائیگا جیسا اس نے اس سے قبل لوگوں کو عطا کی تھی۔ اور وہ ان کے دین کی حکمرانی (ارض مقدس میں) قائم کردیگا' وہ دین جو اس نے ان کے لئے منتخب کیا ہے' (یعنی اسلام)۔ (قرآن: سورۃ المائدہ:۳)

'اور انکی خوف کی حالت کو جس میں وہ مبتلا تھے' امن وسلامتی سے بدل دیگا۔ وہ (صرف) میری عبادت کرینگے اور کسی کو میرا شریک نہ بنائینگے۔ اس (اعلان کے بعد) اگر کوئی ایمان نہ لائے تو وہ باغی اور بدبخت ہے۔

(قرآن: سورۃ النور:۵۵)

جب قرآن خوف کا ذکر کرتا ہے تو وہ یقینی طور پر اس خوف کو بھی شامل کرتا ہے جو اسرائیل کے اندھادھند ظلم وستم کے سبب فلسطین میں چھایا ہوا ہے۔ اس آیت قرآنی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو مسلمان اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے وہی ارض مقدس کی وراثت کے حقدار ہونگے۔ کیونکہ فلسطین کی تنظیم آزادی سیکولرازم میں یقین رکھنے کے باعث شرک میں مبتلا تھی وہ اس جدوجہد سے الگ کردی گئی۔

قرآن کا یہ وعدہ مندرجہ ذیل حدیث میں بھی ملتا ہے۔

’حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ خراسان (افغانستان' پاکستان اور ایران اور وسطی ایشا کا کچھ حصہ) سے سیاہ پرچم (والے لشکر) نکلیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت انھیں ایلیا (یروشلم) میں داخل ہونے سے نہ روک سکے گی۔ (سنن ترمذی)

قرآن اس مسلح جدوجہد کے لئے اخلاقی جواز بھی فراہم کرتا ہے جو یروشلم کی فتح پر منتج ہوگی (انشاءاللہ):

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ [۳۹] الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ [۴۰]

’جن کے خلاف جنگ کی جاتی ہے انھیں اجازت دی جاتی ہے (کہ وہ بھی جنگ کریں) کیونکہ ان کے ساتھ ظلم کیا گیا۔ بے شک اللہ زبردست مدد کرنے والا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں بغیر کسی حق کے ان کے گھروں سے نکالا گیا صرف اس لئے کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے۔‘ (قرآن: سورۃ الحج: ۴۰۔۳۹)

یہ یروشلم کی تقدیر ہے کہ ایک مسلم فوج اسرائیلی ریاست کو نیست و نابود کردیگی اور حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام پھر بنی نوع انساں پر یروشلم سے ایک عادل حکمران کے طور پر حکومت کرینگے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مسلم ریاست کے سربراہ ہونگے جو تمام دنیا پر حکمران ہوگی اور جو مصنوعی صیہونی ریاست کی جگہ قائم ہوگی۔

لیکن یہ بھی یروشلم کی تقدیر ہے کہ مکمل تباہی سے پہلے اسرائیل دنیا کی حکمران ریاست بن جائے۔ اسرائیل کی دنیا پر حکومت ایسے دن ہوگی جو 'ایک ہفتے' کی طرح ہوگا۔ جس کے بعد جعلی مسیحا (یعنی دجال) نمودار ہوگا۔ اس وقت جھیل طبریاس (یا بحر گیلیلی) میں پانی تقریباً خشک ہو چکا ہوگا۔ دجال وہاں سے دنیا پر حکومت کریگا اور مسیحا کی نقل بن کر اپنے ماننے والوں کو دھوکا دیگا۔ جب دجال نمودار ہوگا تو حضرت امام مہدی بھی ظاہر ہونگے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں اس واقعے کے بارے میں بتایا ہے۔

> 'رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: 'جب تک اللہ چاہے تم میں نبوت رہے گی اور پھر اللہ اسے اٹھالیگا۔ اس کے بعد خلافت ہوگی جو نبوت کے طریقے پر قائم ہوگی' جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر اللہ اسے اٹھالیگا۔ اس کے بعد نسل در نسل بادشاہت ہوگی اور جب تک اللہ چاہے گا رہے گی۔ اس کے بعد کاٹ کھا لینے والی آمریت ہوگی اور پھر اللہ اسے بھی اٹھا لے گا۔ اس کے بعد نبوت کی طرز پر خلافت ہوگی۔ اس کے بعد آپ خاموش ہوگئے۔' (مسند احمدؒ بن حنبل)

دجال امام مہدیؑ پر شام میں حملہ کریگا پھر حضرت عیسیٰ نازل ہونگے اور جھوٹے مسیحا یعنی دجال کو قتل کر دینگے۔ دجال کے قتل کے بعد یاجوج ماجوج بپھر کر مسلمانوں سے لڑنے آئینگے اور بحر گیلیلی سے گذرینگے اور کہیں گے 'یہاں کبھی پانی ہوتا تھا'۔ یاجوج و ماجوج حضرت مسیحؑ کا تعاقب کرینگے۔ اللہ تعالیٰ انھیں ایک پہاڑ پر چڑھنے کا حکم دیگا اور یاجوج ماجوج کہیں گے کہ 'جو زمین میں تھے انہیں ہم نے قتل کر دیا آؤ جو آسمان میں ہے اسے بھی قتل کر دیں'۔ اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلود کر کے واپس بھیج دیگا۔ (انشاء اللہ جلد ہی اس حدیث کی توضیح کوئی نیک بخت کریگا۔) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یاجوج ماجوج کی ہلاکت کی دعا کرینگے اور اللہ تعالیٰ ایسے حشرات بھیجے گا جو ان کی

گردنوں پر حملہ آور ہونگے۔ وہ گر پڑیں گے اور اگلی صبح تک موت کا نوالہ بن جائینگے۔

جب یاجوج ماجوج ہلاک ہو جائینگے تو مغرب کا بالا دست نظام ٹوٹ کر بکھر جائے گا اور ان کے سائینسی اور تکنیکی کارنامے بے کار ہو جائیں گے۔ اس کتاب کا اندازہ ہے کہ اس واقعہ کو وقوع پذیر ہونے میں پچاس سال رہ گئے ہیں۔ اس وقت ایک مسلم فوج خراسان سے اٹھے گی اور یہود سے برابری کی بنیاد پر جنگ کریگی۔ رسول کریمؐ کی ایک حدیث میں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہے بتایا گیا ہے کہ مسلمان یہود سے لڑینگے۔ حدیث یہ ہے:

> 'تم یقینی طور پر یہود سے لڑوگے اور یقیناً انھیں قتل کروگے (اور یہ عمل جاری رہیگا) حتّٰی کہ پتھر پکار اٹھیں گے 'اے مسلم میرے پیچھے ایک یہودی چھپا ہے آؤ اسے قتل کردو۔' (صحیح بخاری)

جناب ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ:

> 'قیامت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک مسلم یہود سے جنگ نہ کرلیں۔ مسلم انھیں قتل کرینگے یہاں تک یہود پتھر یا درخت کے پیچھے چھپ جائینگے اور وہ پتھر یا درخت کہیگا 'مسلم یا اللہ کے بندے! ایک یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے آؤ اسے قتل کردو۔ لیکن غرقد کا درخت نہیں کہے گا کیونکہ وہ یہود کا درخت ہے۔' (صحیح مسلم)

یہ نہایت آسان ہے کہ ان اسلامی محققین کی اس قسم کو پہچانا جاسکے جو موجودہ دور میں رہنمائی کے لئے نا اہل ہیں۔ یہ وہ اسکالر ہیں جو اس حدیث کو کبھی عوام کے سامنے بیان نہیں کرینگے۔

یہ یروشلم کی تقدیر ہے کہ وہ مسلمانوں کو عظیم اعتماد اور امید دے کہ حق باطل پر غالب آئیگا اور جبر واستحصال کا خاتمہ ہو کر رہے گا۔

یہ کتاب اسی مقصد کے لئے لکھی گئی ہے کہ مسلمانوں کو اس تعجب خیز دور کے متعلق

بتایا جائے جس میں ہم آج رہ رہے ہیں۔ اس دور میں ناکامی اسلام کے حصے میں آتی دکھائی دیتی ہے۔ لیکن اس کتاب کو پڑھ کر آپ نے جان لیا ہوگا کہ حقیقت کچھ اور ہے۔ مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ یروشلم کی تقدیر ہے کہ اسلام کی سچائی کا ایک عظیم الشان ثبوت پیش کرے۔ مسلمانان عالم کو فلسطین کی جدوجہد آزادی کی اہمیت کو محسوس کر کے غاصبوں کو ارض مقدس سے نکالنے کی جنگ میں بھرپور حصہ لینا چاہیئے بے خدا اہل مغرب نے یہ جنگ اہل اسلام پر مسلط کر دی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ پر انکے ایمان کو متزلزل کر سکیں۔

آخری باب۔نتیجہ

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ءَ اَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی اُولٰٓئِکَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَّکَانٍۭ بَعِیْدٍ [۴۴]

’اگر ہم نے اس قرآن کو عربی کے سوا کسی زبان میں بھیجا ہوتا تو وہ کہتے کہ اس کی آیات تفصیل سے وضاحت کرنے والی کیوں نہیں ہیں (ایسی زبان میں جسے ہم سمجھ سکیں)۔ یہ کتنی عجیب بات ہے کہ کتاب ایک غیر ملکی زبان میں ہے اور لانے والا ایک عرب ہے۔

کہہ دو کہ یہ کتاب ایک رہنما ہے اور مرہم ہے ان کے (زخموں) لئے۔لیکن جو اس پر ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں سقم ہے اور ان کی آنکھیں اسے دیکھنے سے عاجز ہیں۔وہ ایسے ہیں گویا (انھیں) بہت دور سے پکارا جا رہا ہے۔(قرآن: حم سجدہ:۴۴)

اب ہمارے لئے اس کتاب کے اختتام اور اس میں درج کئے گئے حقائق سے نتائج اخذ کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ایک عجیب تبدیلی نے یورپ کو کفار سے عیسائی بنا دیا اور اس میں ایک طاقتور یہودی لابی قائم کر دی۔ یہ سفید فام یورپی یہودی بنے یا عیسائی‘ انھوں نے اصل دین کی شکل بگاڑ دی اور آخر کار دونوں مذاہب کو ناکام کر دیا۔

اور اب جدید سفید فام نسل اپنے پٹھوؤں کے ہمراہ اسلام کے ساتھ بھی وہی کچھ

کرنا چاہتی ہے۔ یہی اس ہزار سالہ غیظ وغضب کا سبب ہے جو ۱۱ستمبر کے بعد ابھر کر سامنے آیا ہے۔ مسلمانوں کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ اسلام کے بارے میں دوبارہ سوچیں اور اسے جدید سیکولر تہذیب سے ہم آہنگ کرلیں۔ اور اس مقصد کے لئے جدید اور پیچیدہ نفسیاتی حربے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ اسلام کا نیا میک اپ زدہ چہرہ ابھر رہا ہے۔ اسرائیل کو ارض مقدس میں اپنی جگہ بنانے کا موقع حاصل کرنے کے لئے اس اسلام میں جہاد کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی گئی ہے۔

مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ یورپ کی قدریں دراصل ایک بین الاقوامی نظام کی قدریں ہیں اور وہ اسلام سے متصادم نہیں ہیں۔ حالانکہ وہ سراسر سیکولر اقدار پر' اگر انھیں اقدار کہا جا سکے' قائم ہیں جب کہ اسلام کا ہر قدم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی سے اٹھتا ہے۔ جدید عالمی نظام سودی معیشت پر قائم ہے اور استحصال اور ناانصافی اس کا خاصہ ہے۔ اور اس طرح اس نے پوری انسانیت کو اپنا غلام بنا کر رکھدیا ہے۔ اقبالؒ نے اس تہذیب کو اچھی طرح سمجھ کر ہی کہا تھا:

غارت گر دین ہے یہ زمانہ
ہے نہاد اس کی کافرانہ

بے خدا مغربی تہذیب نے اسرائیل کی بے خدا ریاست اور سعودی عرب کی سیکولر ریاست قائم کی۔ اور اسی تہذیب کی عنایت سے وہ ابھی تک قائم رہ سکی ہیں۔ (دیکھیں ہماری کتاب 'خلافت حجاز اور سعودی وہابی قومی ریاست)۔ یہ وہ کلید ہے جس سے مسلم آج کی دنیا کو سمجھ سکتے ہیں۔ اس سارے نظام کو قرآن کی مدد کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے۔ قرآن کریم ہی کی مدد سے ہی ہم یہ معلوم کرسکے ہیں کہ دنیا آج یاجوج ماجوج کے تصرف میں ہے اور دجال ان کی مدد کررہا ہے۔

عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا [۸]

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آسمانی منصوبے کے متعلق بتایا ہے جس
کے تحت یہودی حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جھٹلانے' اور ان کو صلیب
دینے کی سازش کے سبب ارض مقدس سے نکال دیئے گئے تھے۔ لیکن اللہ
سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی بے پایاں رحمت کے سبب انھیں ایک موقعہ اور دیا۔
(شاید تمہارا رب تم پر رحم کرے (قرآن: بنی اسرائیل: ۸)

فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ [۱۵۷]

اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنی رحمت کا ایک دروازہ کھول دیا۔ یہ
دروازہ نبی رحمتؐ جو آخری نبی بن کر آئے' کے پیغام کو قبول کر کے اور آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل
کرنے کے لئے کھولا گیا تھا۔ (قرآن: ۱۵۷)

اگر اسرائیل یہود حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مسترد کرتے تو یہ دروازہ ان پر ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتا' جیسا فی الواقع وہ ہوا۔ اب اگر وقت کے اختتام پر انھیں اللہ تعالیٰ اپنے منصوبے کے تحت وہاں واپس لا رہے ہیں جہاں انھوں نے بے شمار جرائم کئے تھے (قرآن: بنی اسرائیل: ۱۰۴) تو اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے کہ ان کی سزا کا آغاز ہو گیا ہے۔ اس کتاب کا یہی دعویٰ ہے کہ سزا شروع ہو چکی ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے بعد انھیں ۱۷ ماہ دیئے گئے تھے تاکہ وہ اپنے گناہوں پر ندامت ظاہر کر کے اپنی مغفرت کی سبیل نکال لیں۔ مگر ان کے بے جا نسلی غرور نے انھیں تباہ کر چھوڑا۔ اپنی تمام دانش اور چالاکی کے باوجود وہ یہ کھلی حقیقت نہ دیکھ سکے کہ اگر آل اسحٰق کو کوئی برتری حاصل تھی بھی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی دی ہوئی تھی۔ اور اسی عظیم وجلیل ہستی کے بھیجے ہوئے رسولؐ کی نافرمانی کر کے وہ اپنی کھوئی ہوئی حیثیت کیسے بحال کر سکتے تھے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کا جس قوم پر قہر ہوتا ہے اس کی عقل اسی طرح ماری جاتی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام کو مسترد کر کے اور اسلام کو مٹانے کی

سازش کر کے انھوں نے یہ سنہری موقع کھو دیا اور اپنے بدقسمتی پر خود ہی مہر لگالی۔ سورۂ جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ 'اے نبی یہ تمہیں ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے لوگ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں'۔ ام المومنین حضرت صفیہؓ نے جو ایک یہودی عالم کی بیٹی تھیں بتایا کہ ان کے والد اور چچا جب حضور کو دیکھ کر واپس آئے تو کہا 'خدا کی قسم یہ بالکل وہی (نبی) ہے جس کا ذکر ہمارے صحیفوں میں ملتا ہے۔ مگر خدا کی قسم ہم اس پر کبھی ایمان نہ لائینگے' ۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ کا حکم نازل فرمایا اور یہ واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ ان پر بند ہو گیا۔ اب وہ ارض مقدس کی وراثت کے امیدوار نہ ہوسکیں گے۔ ان کی جگہ مسلمانوں کو یہ وراثت عطا کی گئی ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَٰئِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ ءَاتَىٰكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُۥ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ [۱۶۵]

'وہ (اللہ) ہے جس نے تمہیں (مسلمانوں کو) ارض مقدس کا وارث بنایا ہے (یہود کے بعد)۔ اور اسی نے تمہارا درجہ بلند کر کے تمہیں زمین کا خلیفہ بنایا تا کہ تمہاری آزمائش کرے۔ بے شک اللہ فوری سزا دینے والا ہے اور وہ نہایت معاف فرمانے والا بھی ہے۔ (قرآن: الانعام: ۱۶۵)

یہ وہی وقت تھا جب تحویل قبلہ اور نبی اکرم ﷺ کی وفات کے درمیان دجّال کی رہائی ہوئی اور یاجوج ماجوج کھولے گئے۔ صرف ایک آنکھ رکھنے والے مسلمان ہی اب مسلمانوں اور یہود کے درمیان بین العقیدہ بات چیت میں حصہ لینگے اور ان کے ساتھ عبادت کرینگے۔ اس لئے کہ مشیت ایزدی انھیں ان کے بے شمار گناہوں کی سزا کے لئے کھینچ کر ارض مقدس میں لے آئی ہے۔ ان کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے گئے وعدے کو توڑ ڈالا۔

یہودی خوب جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انھیں دو مرتبہ سزا دے چکے ہیں۔ اس

کتاب میں اسلامی نکتہء نظر بیان کیا گیا ہے کہ وقت اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتا جب تک یہود کو ان کے کئے کی سزا نہ مل جائے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سلسلے میں نہایت اہم اطلاع دی ہے کہ ایک مسلم فوج ارض مقدس میں یہود کو شکست دیگی' اسرائیل کی جھوٹی دعویدار حکومت کا خاتمہ کر دیگی۔ یہاں نبی اکرمؐ کی پیش گوئی ہے:

'جناب ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے (یعنی پاکستان اور افغانستان وغیرہ سے) اور ان کو کوئی قوت نہ روک سکے گی یہاں تک کہ وہ ایلیا (یروشلم) پہنچ جائیں'۔

(سنن ترمذی)

اس لئے ہر مسلمان کو اس کتاب کو بار بار پڑھنا چاہیئے اور قرآن کریم کا بغور مطالعہ کرنا چاہیئے تا کہ آنے والے پرفتن دور میں وہ درپیش مشکلات سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اس کے علاوہ ہمیں رسول اکرم ﷺ کی احادیث کا بھی بغور مطالعہ کرنا چاہیئے۔ حضور ﷺ نے یروشلم کے بارے میں تفصیل سے بتایا ہے:

'عوفؓ بن مالک سے روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے دوران میں نبی اکرمؐ سے ملا۔ آپ ﷺ چمڑے کے ایک خیمے میں تشریف رکھتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: آخری ساعت کے آنے کی ٦ نشانیاں یاد رکھو۔ میری موت' یروشلم کی فتح' ایک طاعون جو تم میں سے بہتوں کو ختم کر دیگا' دولت کی ناقدری کہ اگر تمہیں ۱۰۰ دینار بھی دیئے جائیں تو تم مطمئن نہ ہو' پھر ایک وبا جس سے کوئی عرب گھر نہ بچے گا اور عربوں اور رومنوں میں صلح جس کے بعد وہ تم سے دغا کرینگے اور ۸۰ پرچموں تلے تم سے جنگ کرینگے۔ ہر پرچم تلے ۱۲۰۰۰ ہزار آدمی ہونگے۔' (صحیح بخاری)

'عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم یہود سے جنگ کرو گے یہاں تک کہ کچھ یہود پتھروں کے پیچھے چھپ جائینگے تو وہ

پتھر پکار اٹھیں گے 'اے اللہ کے بندے ایک یہودی میرے پیچھے چھپا ہے آؤ اسے قتل کردو۔' (صحیح بخاری)

'ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ آخری ساعت اس وقت تک نہیں آئیگی جب تک تم یہود سے جنگ نہ کرو۔ مسلمان انھیں قتل کرینگے یہاں تک کہ وہ کسی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپ جائینگے اور وہ پتھر یا درخت کہے گا 'اے مسلم اے اللہ کے بندے ایک یہودی میرے پیچھے چھپا ہے آؤ اسے قتل کردو۔ لیکن غرقد کا درخت ایسا نہیں کہے گا کیوں کہ وہ یہود کا درخت ہے' (صحیح مسلم)

اسرائیل نے ارض مقدس میں ہزاروں زیتون کے درخت کاٹ دیئے ہیں تاکہ فلسطینیوں کے لئے معاشی مشکلات پیدا کرسکے۔ اس طرح مسلم اور عیسائی دونوں بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ اس فساد اور ظلم کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ فلسطینی بچے اور نوجوان پتھر ہاتھ میں لے کر ان کے خلاف نکل آئے ہیں اور اسرائیل فوج ٹینکوں اور بکتر بند گاڑیوں میں بیٹھ کر ان کا شکار کررہی ہے مگر نہ عرب حکومتوں کو غیرت آتی ہے اور نہ مسلمان حکومتوں کو جوش آتا ہے۔ سعودی، مصری، ترک، اردنی اور پاکستانی حکومتوں میں امریکی ایجنٹ انھیں اسلامی اخوت اور حریت کے اصولوں کے مطابق فیصلہ کرنے نہیں دے رہے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ نبی اکرمﷺ کی پیش گوئی پورا ہونے کا وقت آپہنچا ہے۔ فلسطینی نوجوانوں کی تحریک انتفادہ عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو پکار پکار کر اپنی جانب متوجہ کررہی ہے اور جو روحانی طور پر بہرے ہیں وہی اسے سننے سے قاصر ہیں۔ آج فلسطینی مسلمان جس طرح ظلم واستحصال کا شکار ہیں وہ تمام مسلمانانِ عالم کی غیرت کو چیلنج ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو موبلائیز کریں اور فلسطینیوں کو ظلم سے نجات دلانے کے لئے اپنے تمام وسائل اکٹھے کرلیں۔ اپنے عوام کا معیار زندگی بلند کرنا جیسے معمولی نصب العین ترک کرکے زندگی کی اعلیٰ اقدار کی طرف رجوع ہوں جو اسلام نے

ہمیں سکھائی ہیں۔جن ممالک میں کھل کر اسرائیل کی مدد کی جارہی ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہاں کی رہائش ترک کر کے کسی ایسے ملک کو ہجرت کر جائیں جہاں عالم اسلام کے دشمن یہود کی حمایت نہیں کی جاتی۔ برطانیہ اور امریکہ جیسے ممالک میں رہائش اسلام کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔ بقول اقبالؒ

ہو تیری خاک کے ہر ذرے سے تعمیر حرم
دل کو بیگانہ ءِ انداز کلیسائی کر

اسرائیل کی جارحیت اور استحصال بڑھتا رہے گا تا آنکہ رسول اکرم ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق:

'ایک شخص ایک قبر کے پاس سے گذریگا اور کہے گا کاش اس کی جگہ میں یہاں دفن ہوتا۔ مذہبی وجہ سے نہیں بلکہ استحصال کے سبب۔' (صحیح مسلم)

شاید سب سے سخت انتباہ جو یہ کتاب اپنے پڑھنے والوں کو دینا چاہتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر آنے والا دن ان مسلمانوں کے لئے صعوبتیں لے کر آئیگا جو اسلام کے وفادار رہنا چاہتے ہیں۔ بے شک ۱۱ستمبر کے واقعے کے بعد مسلمانوں پر جبر واستحصال میں خاصا اضافہ ہوگیا ہے۔مسلمان آج تمام امتحانوں سے سخت تر امتحان سے گذر رہے ہیں۔آج کی حکمران ریاست (امریکہ) کل کی حکمران ریاست کے لئے راہ ہموار کر رہی ہے۔

قرآن پاک سورۂ کہف میں جو رہنمائی فراہم کرتا ہے صرف اسی رہنمائی کا اتباع کر کے مسلمان آج کے ابتلا انگیز دور سے ثابت قدمی سے گذر سکتے ہیں۔آج وہی رہنما ہمارے لئے سود مند ہوسکتا ہے جو آج کے دور کے فتنوں کو سمجھتا ہے اور ان سے قرآن کریم اور نبی امیؐ کی تعلیم کے مطابق نمٹنا جانتا ہے۔ایسا رہنما جو آج کے سیاسی شرک کو سمجھ کر مسلمانوں کو اس سے اجتناب کا مشورہ دے اور کسی سیکولر ریاست کا ووٹر یا شہری نہ بنے۔ وہ آج کی ربا آلود معیشت کو بھی بخوبی جانتا ہے اور سود کے غبار سے بھی اپنے معتقدین کو بچانا چاہتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کاغذی کرنسی حرام ہے اور مسلمانوں کو سونے

کے سکوں کے معیار کی طرف واپس لے جائے۔ فی الوقت صرف ملائیشیا کی حکومت اس قدر ژرف نگاہی رکھتی ہے کہ وہ سونے کے معیار کی طرف واپس لوٹے مگر صیہونی قوت جو دنیا بھر کے بینکاری نظام کی جڑوں میں بیٹھی ہوئی ہے وہ کبھی اسے اس کی اجازت نہیں دیگی۔ اور اس کام کو کرنے کے لئے کئی مسلم ملکوں کا تعاون درکار رہوگا۔

ایک سچا رہنما اسلامی بینکینگ اور کریڈٹ یونین کے پردے میں چھپے سود سے بھی آگاہ ہوگا اور اپنے پیروؤں کو اس سے بچائیگا۔ وہ موجودہ دور کو یاجوج و ماجوج کا دور قرار دیگا۔ باقی سب محض تکے ہیں۔ (یعنی قرآن اور حدیث سے یہی ثابت ہوا ہے کہ یاجوج ماجوج کا دور آچکا ہے باقی فقط قیاس آرائیاں ہیں۔ مترجم)

میری کتاب 'سورۂ الکہف اور جدید دور' جو زیر تکمیل ہے انشاء اللہ اس رہنمائی کو سمجھانے کی کوشش کریگی جو سورۂ الکہف موجودہ دور کے متعلق فراہم کرتا ہے۔ ممکن ہے وہ وقت بھی مسلمانوں پر آجائے کہ بڑے شہروں کی گہما گہمی سے کٹ کر انھیں ان علاقوں میں رہنا پڑے جہاں زمین سستی ہے اور پانی بافراط ہے۔ مسلم گاؤں ایسے علاقوں میں آباد ہونے چاہئیں اور انھیں اسلامی طرز حیات کا نمونہ ہونا چاہیئے۔ میرے محترم استاد ڈاکٹر فضل الرحمان انصاری کی کتاب 'قرآنی بنیاد پر مسلم معاشرے کا قیام' ان حالات میں بقا کا بلیو پرنٹ فراہم کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ قرآن کی رو سے سچا اسلامی معاشرہ کیسے قائم کیا جاسکتا ہے۔

اس کتاب کے مصنف نے اس کتاب کے جدید ایڈیشن میں تعارف کو وسعت دے کر اس موضوع کا احاطہ کیا ہے اور قارئین سے اس کے مطالعے کی درخواست کرتا ہے۔

جو بچے ایسے دیہات میں بے خدا معاشرے سے کٹ کر اسلامی زندگی کے عادی بنیں گے ان ہی سے آنے والے وقت کے لئے ایک کارگر مسلم فوج بن سکے گی۔

حصہ دوم

باب ا

ارض مقدس اور اسرائیل ریاست کا سیاسی شرک

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا [۲]

'اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا کہ میرے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھنا'۔ (قرآن: سورۃ بنی اسرائیل:۲)

(خدائے ابراہیمؑ کے ساتھ قوت واقتدار اور کارسازی میں کسی اور کو شریک سمجھنا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پرستش میں غلط تصورات شامل کرنا بھی شرک ہے۔ ایمان کو رد کرنا کفر ہے)۔

اسرائیل ایک جدید سیکولر ریاست ہے جو ارض مقدس میں واقع ہے۔ اس کا سیاسی نظام سیکولر سیاست پر مبنی ہے۔ اس بے خدا نظام کی مذہبی حیثیت کیا ہے؟ دین ابراہیمؑ کی رو سے اس لادینیت کا جواز کیا ہے؟ اور ایسی ریاست کا قیام کیا ارض مقدس کی وراثت کی شرائط کے مطابق ہے یا اس کی خلاف ورزی؟ یہ باب ان سوالات کا جواب تلاش کرتا ہے۔

آج کا عالمی نظام

یہ ایک عجیب بات ہے کہ آج کی دنیا کئی تہذیبوں کا مجموعہ ہے جو کئی ہزار سالوں سے چلی آرہی ہیں لیکن ان کا تسلط کسی علاقے پر نہیں۔ ہر جگہ بنی نوع انسان یورپی تہذیب کی گرفت میں ہے۔ یہ تاریخ عالم کا ایک نادر واقعہ ہے۔ یہ پراسرار اور حیرت

انگیز بھی ہے۔

یورپ کے اس نظام نے پہلے لیگ آف نیشنز بنائی جس نے بعد میں اقوام متحدہ کے نام سے جنم لیا۔اس نام ہی میں نئے عالمی نظام کا تصور پنہاں تھا۔اس کا ہدف دنیا کو ایک نئے عالمی نظام میں متحد کرنا تھا جو یورپ کے زیر اثر ہوتا کہ آخر کار یورپ عالمی ریاست کی سربراہی کر سکے۔

جب یہ کتاب لکھی جارہی ہے یورپ اپنے اس ہدف کے نہایت قریب پہنچ چکا ہے۔تمام غیر یورپی ممالک خود کو اس یورپی گرفت سے چھڑانے سے قاصر نظر آتے ہیں۔

معروف برطانوی مورخ آرنلڈ ٹائن بی نے اس سوال کا جواب یہ کہہ کر دینے کی کوشش کی ہے کہ یورپی تہذیب کے سوا تمام تہذیبیں مر کر نیست و نابود ہو چکی ہیں۔اور یہ ضروری نہیں ہے کہ برطانوی تہذیب کا مقدر بھی وہی ہو جو ان تہذیبوں کا ہوا۔ ('تہذیب کا امتحان' آکسفرڈ یونیورسٹی پریس۔۱۹۵۷۔صفحہ ۳۸)

'مغربی تہذیب کی کوشش تو بس یہی ہے کہ تمام بنی نوع انسان کو واحد عظیم معاشرے میں تبدیل کر دیا جائے۔' (ایضاً۔صفحہ ۱۶۶)

لیکن یورپ کا اصل مقصد یہود کی ارض مقدس واپسی کی راہ ہموار کرنا تھا تاکہ وہ یروشلم سے ساری دنیا پر حکومت کر سکیں۔ یہ کتاب اس ناقابل یقین حقیقت سے نقاب اٹھاتی ہے۔

قرآن پاک نے غیر مبہم الفاظ میں بتا دیا ہے کہ جب یاجوج اور ماجوج رہا ہونگے تو وہ ہر سمت میں پھیل جائینگے (سورۃ الانبیاء۔۹۶)۔اس کے نتیجے میں ایک بستی کے لوگوں پر جو پابندی تھی کہ وہ وہاں نہیں لوٹ سکتے ختم ہو جائیگی۔اس کتاب میں یہ دلیل دی گئی ہے کہ وہ بستی یروشلم ہے۔ جب یاجوج و ماجوج ہر سمت میں پھیل جائینگے تو بقیہ انسانیت کے لئے ناممکن ہو جائیگا کہ ان کا مقابلہ کر سکیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں یہ

اطلاع ملتی ہے:

'میں اپنے بندوں میں سے ایسے لوگوں کو لایا ہوں جن سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔تم ان لوگوں کو حفاظت سے طور پر لے جاؤ۔اور پھر اللہ تعالیٰ یاجوج و ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر سمت پھیل جائینگے۔'(صحیح بخاری)

اس طرح یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یورپی تہذیب ہی یاجوج ماجوج کی تہذیب ہے۔

اس کتاب میں دجال کی حقیقت بھی واضح کی گئی ہے۔دجال اور یاجوج ماجوج قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہیں۔کیونکہ دجال کا کام مصنوعی مسیحا بن کر یہود کو دھوکا دینا ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ بھی یروشلم ہی سے دنیا پر حکومت کرے۔اس کتاب میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ دجال نے اپنا مشن جزیرہ برطانیہ سے شروع کیا تھا۔لہذا یورپ کا اصل مقصد یہود کی بیت المقدس واپسی ہی نہ تھا بلکہ وہاں سے عالمی حکومت کی راہ ہموار کرنا بھی تھا۔اس لئے یورپی سیکولر ریاست کا مقصد یہود کی ارض مقدس واپسی اور وہاں کے اقتدار پر قبضہ کرنا تھا۔

جدید سیکولر ریاست کی تشکیل

یورپ میں سیکولر ریاست کی تشکیل مذہبی ریاست پر داخلی حملے کے سبب ہوئی اور گہرے اور دوررس نتائج کا باعث ہوئی۔اس داخلی انقلاب نے ریاست کو انتہائی طاقتور اور نہایت ہمہ گیر بنادیا۔کیونکہ عیسائیت و یہودیت کی اصل ایک ہے یعنی دینِ ابراہیمی اس لئے دونوں مذاہب یکساں طور پر کاروبار حیات سے بے دخل کردیئے گئے۔یورپی تاریخ میں یہ ایک عدیم النظیر اور طوفان خیز واقعہ تھا۔

جدید معاشرے سے خدا کی بے دخلی مادہ پرستی کے سبب واقع ہوئی۔اس کا مطلب یہ تھا کہ یورپ مادی حقیقت کے سوا کوئی حقیقت ماننے کو تیار نہ تھا۔یہ یک چشم بصارت تھی جو حقائق کے محض ظاہری پہلو کو دیکھتی تھی۔دوسری آنکھ جو داخلی بصیرت کے

ذریعے اصل حقیقت کو دیکھ سکتی یکسر رد کر دی گئی۔

جدید سیکولر ریاست یورپ کی خدا بے زاری کے نتیجے میں وجود میں آئی۔ اس کا اطلاق جب فلسفہ سیاست اور سیاسی نظریہ پر ہوا۔ بے دینی شاید ماضی میں بھی موجود رہی ہو لیکن کبھی وہ عالمی سطح پر اس قدر طاقتور اور مقبول نہ ہوئی تھی کہ ایک بے خدا عالمی نظام کی بنیاد رکھ سکتی جیسا یورپ نے رکھی۔ اس جدید عالمی نظام کی بنیاد اسی یورپی نظریئے پر رکھی گئی جسے اس نے تقریباً بغیر مزاحمت قبول کر لیا۔ یورپ نے اپنی قوت اور دولت کے زور پر اسے ساری دنیا پر مسلط کر کے ایک عالمی نظام بنا دیا۔ ایک بے خدا' سیکولر اور زوال آمادہ نظام۔ یہ عالمی تاریخ میں ایک منفرد واقعہ تھا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن اس کی وضاحت کرتا ہے۔

سیکولر یورپی انقلاب ایک حیرتناک انقلاب تھا کیونکہ اس کے ہمراہ سائنس اور ٹکنالوجی کی فتوحات بھی تھیں جن میں ایسی چمک دمک تھی جس سے نگاہیں خیرہ ہو جاتی تھیں اور یہ تاثر دیتی تھیں کہ یہ ترقی اور خوشحالی سیکولرازم کے سبب ہے۔ اسٹیم انجن' موٹر کار' ٹرین' ٹرک اور ٹینک' بحری جہاز اور ہوائی جہاز نے مل کر سفر اور جنگ کو یکسر بدل دیا۔ اس کے نتیجے میں طرز رہائش بھی تبدیل ہو گیا۔ بجلی کی روشنی کے سبب رات دن کی طرح روشن ہو گئی اور لوگوں کی زندگی بدل گئی۔ ٹیلیفون اور ٹیلی گراف نے وسائل اطلاعات بدل دیئے۔ حقوق نسواں کی تحریک اٹھی جس نے عورتوں کو بھی اسی طرح فکر معاش میں مبتلا کر دیا جیسے مرد تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی صریح خلاف ورزی تھی۔ اسے عورتوں کی آزادی کہہ کر پکارا گیا۔ اس نے لوگوں کی زندگی پر بے پناہ اثر ڈالا۔

نئے یورپ نے انسان کی جبلت میں پنہاں حیوانی جذبات کو بھڑکانا شروع کیا۔ لالچ اور ہوس کی آگ دہکائی گئی۔ جنس اور جذبات کے شعلے بھڑکائے گئے۔ ایک جنسی انقلاب نے جنسی تسکین کے فطری اور غیر فطری طریقوں کو آسان اور سہل الحصول بنایا۔ گویا سورج کی روشنی جس آسانی سے ہر شخص تک پہنچتی ہے اسی آسانی سے جنسی تسکین

انسان کو مل جائے۔شادی کو غیر ضروری خیال کیا جانے لگا اور لوگ بغیر شادی کئے ساتھ رہنے لگے اور ان کی عزت واحترام میں بھی کوئی فرق نہ آیا۔حتیٰ کہ جیکولین کینڈی جیسی معروف اور معزز خاتون نے اپنی زندگی کے آخری سال ایک یہودی کے ساتھ بغیر شادی کئے گذارے اور وہ اس کا پارٹنر ' ساتھی' کہلایا۔

ہم جنس پرستی خواہ خواتین کے درمیان ہو یا مردوں کے' عوام کے ضمیر کے لئے قابل قبول بن گئی۔ یہاں تک کہ ایک ہم جنس پرست پادری یا ربی اپنی گمراہی کے باوجود قابل عزت ربی یا پادری رہ سکتا ہے۔ہم جنس پرستی کے تصور سے جو معصیت وابستہ تھی اسے فراموش کرنے کے لئے اسے 'گے' کا بے ضرر نام دیدیا گیا۔

صارفین کے انقلاب نے خریداری کی بھوک اتنی اکسائی کہ وہ ایک نہ مٹنے والی شئے بن گئی۔ ہر روز میڈیا کے ذریعے نت نئی اشیاء کا تعارف کرایا جانے لگا۔ یہاں تک کہ کچن اور باتھ روم بھی مکمل طور سے تبدیل ہو گئے اور صرف ابتدائی انداز کے چھوٹے گھر اس سے محروم رہ گئے۔

نیا بے خدا یورپ طاقت کے بے محابہ استعمال سے دنیا کو تسخیر کرنے اور اسے اپنی جاگیر بنانے لگا۔ اور گلیمر کی چمک سے انھیں اپنی نقل پر اکسانے لگا۔ بے خدا یورپی انقلاب نے فرانسیسی اور اشتمالی انقلابوں کو مہمیز کیا۔ یہ بالترتیب ۱۷۷۶'۱۷۸۷ اور ۱۹۱۷ میں رونما ہوئے۔ معاشی صورتحال میں تبدیلی کا نکتہ آغاز اس وقت ہوا جب ربا پر مبنی اقتصادی نظام پروٹسٹنٹ انقلاب کے بعد قائم کیا گیا۔ثقافتی تبدیلی کا نکتہء آغاز نسائی انقلاب ثابت ہوا جس میں عورتوں کو آزادی دلانے کا وعدہ کیا گیا۔ یہ تمام انقلابات سائنسی اور تکنیکی ترقی کے بغیر ممکن نہ ہو سکتے تھے۔

جدید سیکولر ریاست کا شرک اور کفر

ان انقلابات کے بعد یورو عیسائی تہذیب جو خدا پر ایمان' اس کی حاکمیت اور

سربراہی پر مبنی تھی خدائے ابراہیمؑ کو اپنا حاکم اور سربراہ ماننے سے منکر ہو چکی تھی۔ اس طرح وہ اس رہنمائی اور رحمت سے محروم ہو گئی تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لئے عطا کی تھی۔ جدید ریاست نے اپنے آپ کو حاکم اعلیٰ قرار دیدیا تھا جس کے معنیٰ یہ تھے کہ حلال اور حرام کا فیصلہ کرنا بھی اسی کا کام تھا۔ دینی نکتہ نگاہ سے یہ شرک تھا کیونکہ دین ابراہیم میں یہ اختیار صرف خدا کے پاس ہے۔ (شرک اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات یا اقتدار میں کسی اور کو شامل کرنے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں تو حلال اور حرام کا سارا اختیار ہی ریاست نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا)۔

شرک بہت بڑا گناہ ہے۔ درحقیقت یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ یہ وہ واحد گناہ ہے جسے خدائے ابراہیم کبھی معاف نہیں کریگا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا [۴۸]

'بے شک اللہ شرک کو معاف نہیں فرماتا اس کے سوا جس (گناہ) کو چاہے معاف کردیتا ہے۔ یقیناً شرک بدترین جرم ہے۔' (قرآن: النساء: ۴۸)

جو شرک کرتا ہے اور اسی حالت میں مرجائے تو وہ کبھی جنت میں نہ جاسکے گا:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ [۷۲]

'جو شرک کرے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور ظالموں کو کہیں سے مدد نہ ملیگی۔' (قرآن: المائدہ: ۷۲)

بتوں کی پرستش شرک کا بدترین مظہر ہے اور آج دنیا سے تقریباً مٹ گیا ہے۔ سوائے ہندوؤں کے جنھوں نے اسے ابھی تک سینے سے لگا رکھا ہے۔ ایک ایمان رکھنے

والا شخص کبھی اس شرک سے کراہیت محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قرآن کریم نے مومنوں کو آگاہ کیا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی دشمنی میں سب سے آگے یہود اور مشرکین کو پائینگے۔ اور انکا رویہ اکثر و بیشتر مسلمانوں سے نفرت و دشمنی کا ہوگا:

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ ----------------------

'تم یہود اور مشرکین کو ایمان والوں سے سب سے زیادہ نفرت اور دشمنی رکھنے والا پاؤ گے'۔

لیکن قرآن میں شرک کی چار اور قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ مثلاً فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا 'میں تمہارا مالک اور خدا ہوں بلند و بالا' اور اس نے اپنے سرداروں سے کہا 'اے سردارو! میں تمہارے کسی خدا کو نہیں جانتا سوائے میرے'۔ یہ شرک تھا۔ فرعون کی عبادت کا تقاضہ تھا کہ مصری اسے اعلیٰ ترین مختار مان لیں اور اس کے قانون کو اعلیٰ ترین قانون تسلیم کرلیں۔ یہ بھی شرک تھا۔

قرآن بار بار ان لوگوں کو تنبیہ کرتا ہے جو فرعون کی طرح حکم چلاتے ہیں۔ یعنی عدل و قانون کا ایک نظام قائم کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قانون کو نظر انداز کر کے۔ لیکن اگر کسی قوم کو ہدایت سے نوازا جاتا ہے مثلاً یہود، نصرانی اور مسلمانوں کو اور وہ اس ہدایت کو قبول کر لیتے ہیں تو صورتحال بدل جاتی ہے۔ اگر ان لوگوں کو موقع ملتا ہے کہ کسی علاقے پر تسلط پالیں، جیسے برصغیر کے مسلمانوں کو پاکستان کی صورت میں ایک آزاد وطن ملا اور وہ وہاں نازل شدہ وحی کے مطابق نظام قائم کرنے میں ناکام ہوگئے تو قرآن ایسے مسلمانوں کی مذمت کرتا ہے اور انھیں کفر، ظلم اور فسق کا مرتکب قرار دیتا ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ [۴۴]

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ [۴۵]

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [۴۷]

'اور جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے اس نے کفر کیا'

’اور جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے اس نے ظلم کیا‘
’اور جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے اس نے فسق کیا‘
(قرآن: المائدہ: ۴۷۔۴۴)

کیوں کہ فرعون کا اعلان کہ اس کی غیر مشروط اطاعت کی جائے شرک تھا اس لئے جدید ریاست بھی اگر ایسا ہی اعلان کرے تو وہ شرک ہی سمجھا جائیگا۔ خدائے ابراہیمؑ نے فرمایا ہے کہ جو اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرے اس نے کفر کیا‘ ظلم کیا اور اس نے فسق کیا لہذا جدید سیکولر ریاست جو یہی کر رہی ہے وہ بھی ایسی ہی سمجھی جائیگی۔ جو یہود‘ عیسائی اور مسلم سیکولر ریاست قائم کرتے ہیں وہ توریت‘ زبور‘ انجیل اور قرآن میں دیئے گئے قانون سے روگردانی کر رہے ہیں اور کفر‘ ظلم اور فسق کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

اگر ایک یہودی‘ عیسائی یا مسلم کسی قومی انتخاب میں ووٹ ڈالتا ہے تو اس کے معنٰی یہ ہوتے ہیں کہ وہ اس کے زیر سایہ زندگی گذارنے کے لئے تیار ہے۔ قرآن حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے کو بھی شرک قرار دیتا ہے کیوں کہ دین مبین میں اس کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اللہ کی طرف سے وحی آئی جس میں یہود اور نصاریٰ کی مذمت کی گئی:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰـهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ[۳۱]

’انھوں نے اپنے پیشواؤں اور ربیوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ انھیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ فقط خدائے واحد کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔ پاک ہے وہ اس شرک سے جس کا وہ ارتکاب کرتے ہیں‘۔ (قرآن: التوبہ: ۳۱)

جب یہ آیہ مبارک نازل ہوئی تو ایک شخص آیا اور اعتراض کیا کہ یہود اور عیسائی

اپنے پیشواؤں اور ربیوں کی عبادت نہیں کرتے پھر خدائے ابراہیمؑ کس طرح ان پر یہ الزام لگا سکتا ہے؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا وہ ان باتوں کو حلال نہیں کرتے جنھیں اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تو شرک یہی ہے۔ جو چیزیں حلال کر لی گئیں ان میں جوا اور لاٹری تھیں۔ سود اور شراب تھے۔ بعض معاملات میں توریت میں تحریف کر کے یہ چیزیں حلال کی گئیں۔ جب انھوں نے یہ کیا تو داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام نے انھیں بد دعا دی:

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ [۷۸]

’بنی اسرائیل کے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لئے ہوا کہ انھوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔ جب برائی کی جاتی تو اس سے منع نہیں کرتے تھے۔ بے شک وہ جو کچھ کرتے تھے یقیناً بہت برا تھا‘ (قرآن: سورۃ المائدہ:۹۔۷۸)

جو کسی نبی کی زبان سے لعنت کئے گئے ان کی عاقبت تباہ ہونا اور جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نذر ہونا لازمی ہے۔ درحقیقت یہ منافقت کی انتہا ہے کہ لوگ خدائے ابراہیم پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی کریں اور پھر اس کے محرمات کو حلال بھی قرار دیں۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ [۶۷]

’منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے جیسے ہیں‘ بدی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں اور (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے) ہاتھ روک کر رکھتے ہیں۔ وہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے انھیں فراموش کر دیا۔ بے شک منافقین باغی اور نافرمان ہیں۔‘ (قرآن: سورۃ توبہ:۶۷)

اگر یہ ربیوں اور پیشواؤں کے لئے شرک تھا تو آج کی حکومت کے لئے بھی شرک ہوگا کہ حرام کو حلال کریں۔ اگر کل یہ منافقت تھی تو آج بھی منافقت ہے۔ اور اگر کل اس کی وجہ سے پیغمبروں کی لعنت ہوئی تو آج بھی ایسا کرنے پر لعنت ہوگی۔

عام طور پر سیکولر ریاست کے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ اس کے مسلمانوں کے لئے فائدے اور نقصان کا اندازہ کرنے کے بعد کیا جاتا ہے۔ سیکولرازم کے حامی بڑی سرگرمی سے اس کی خوبیوں کی تعریف میں رطب اللسان ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سب سے جدید اور ترقی یافتہ نظام ہے۔ اگر ہم انتخاب میں حصہ نہ لیں تو ہماری کوئی سیاسی نمائندگی نہ ہوگی۔ اس سے اعلیٰ ذہنی سطح پر یہ دلیل دی جاتی ہے کہ انتخابی عمل کے ذریعے ہم اسلام کے نفاذ کی جدوجہد کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔ ہم انتخاب میں حصہ ضرور لینگے لیکن یہ واضح کر کے کہ ہم اسے تسلیم نہیں کرتے۔

ہم کہتے ہیں کہ سیکولر الیکشن میں حصہ لینے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہم نے اسے تسلیم کرلیا۔ سیکولر نظام میں ریاست اعلیٰ ترین اتھارٹی ہوتی ہے جبکہ اسلام میں اعلیٰ ترین اختیار اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے پاس ہے۔ اس طرح وہ اس حقیقت سے گریز نہیں کر سکتے کہ وہ اقتدار کا مرکز اللہ کو نہیں بلکہ ریاست کو تسلیم کر رہے ہیں۔

ثانیاً جب آپ سیکولر انتخاب میں حصہ لیتے ہیں تو آپ کسی سیاسی جماعت کے لئے ووٹ دیتے ہیں۔ اگر وہ سیاسی جماعت حرام کو حلال کرے تو اس کے شرک میں آپ بھی شامل ہوجاتے ہیں۔ موجودہ سیاسی جماعتوں میں کوئی ایسی نہیں جس نے حرام کو حلال قرار نہ دیا ہو۔ (مصنف امریکہ اور یورپ کے تناظر میں بات کر رہے ہیں۔ مترجم) جب ایک مومن انھیں ووٹ دیتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہ ان کی اس حرکت کو غلط نہیں سمجھتا۔ اس طرح وہ کفر، ظلم اور فسق میں ان کے ساتھ شامل ہوجاتا ہے۔

ثالثاً اس طرح وہ نبی کریمؐ کی سنت ترک کرنے والا ہوجاتا ہے۔ اس لئے ایمان والوں کو ایک لحظہ رک کر غور ضرور کرنا چاہیئے کہ کیا وہ اس کی قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں۔

وہ قیمت کیا ہے؟

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ

[۱٦٦]

’جب انھوں نے مسلسل ہماری نافرمانی کی تو ہم نے ان سے کہہ دیا ذلیل بندر بن جاؤ (تو وہ بندر بن گئے)‘ (قرآن: سورۃ الاعراف:۱٦٦)

اس کا مضمر یہ ہے کہ وہ جانوروں کی طرح اپنی حاجات وضروریات کے اس قدر محکوم ہو گئے کہ قیامت کی ساعت آتے آتے وہ گدھوں کی طرح اپنی شہوتیں سب کے سامنے پوری کرینگے۔

جدید ریاست نے رقم سود پر قرض دینا حلال کر دیا۔ اس نے جوئے اور نشہ آور اشیاء کی فروخت پر پابندی ختم کر دی۔ سور کا گوشت کھلے عام فروخت ہونے لگا۔ کاغذی کرنسی کا اجراء جو ہمیشہ اپنی قیمت کھوتی رہتی ہے جس کے سبب عوام الناس نقصان اٹھاتے ہیں اور محنت کش غلام بن کر سرمایہ داروں کے مفاد کی خدمت پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اسقاطِ حمل، ہم جنس پرستی، زنا جائز بنا دیئے گئے ہیں۔ امریکہ میں ایسے کاروبار کی اجازت ملی ہوئی ہے جس میں لوگوں سے ان کے بچے خریدے جا سکتے ہیں۔ وہ موبائل کنڈوم سروس کام کر رہی ہیں جو کسی فوری موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے کنڈوم پہنچا دیتی ہیں۔

اطراف عالم میں جدید سیکولر ریاستیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قانون میراث کو نہیں مانتیں جس کے تحت لڑکے کو اپنی بہن کی نسبت دگنا حصہ ملتا ہے وہ اس قانون کو امتیازی اور اپنے قانون کو زیادہ منصفانہ قرار دیتی ہیں۔ دراصل ان کا قانون کوئی قانون ہی نہیں۔ مثلاً ایک شخص اپنی ساری جائیداد کسی گدھے کے لئے چھوڑ سکتا ہے خواہ اس نے اپنے بیوی بچوں کے لئے کچھ نہ چھوڑا ہو۔ جدید ریاست نے مرد کو ایک سے زیادہ شادی کے حق سے محروم کر دیا ہے کیونکہ یہ اس کے نزدیک عورت کی حق تلفی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ

نکلا ہے کہ ایک جنسی انقلاب نے سوسائٹی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔

ایک عورت کی اب نہ قانونی ذمہ داری رہی ہے اور نہ اخلاقی کہ اپنے شوہر کی فرمانبردار رہے کیونکہ اس طرح سیکولر ریاست کی نظر میں جنسی امتیاز پیدا ہوتا ہے۔ سورج کبھی اتنی جدید، مسلسل خدانا آشنا، اور چمکتی دمکتی دنیا پر طلوع نہیں ہوا جیسی دنیا آج ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے دین کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کفر اور شرک کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کے برعکس جدید سیکولر ریاست شرک اور کفر پر مبنی ہے۔

اقوام متحدہ کی تشکیل شرک کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ اقوام متحدہ کا منشور کہتا ہے کہ اللہ تعالی سب سے بڑا نہیں۔ دفعہ ۲۴ اور ۲۵ کہتی ہیں کہ سیکورٹی کونسل کو دنیا بھر کے امن اور سلامتی کے معاملات میں اعلیٰ ترین اختیار حاصل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سلامتی کونسل کا اختیار اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ ہے۔ یہ صریحاً شرک ہے۔

پھر ہم ارض مقدس میں کس طرح سیکولر ریاست کے قیام کو جائز قرار دے سکتے ہیں؟ اور ہم کس طرح اسلامی دنیا کے اہم ممالک مثلاً سعودی عرب، ترکی، پاکستان، ملائشیا وغیرہ میں سیکولر ریاست کے قیام کا دفاع کر سکتے ہیں؟ ہم کس طرح مان لیں کہ یہ سیکولر ریاست خلافت کا نعم البدل ہے؟۔ اب ہمارے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ہم خلافت کی خصوصیات بیان کریں اور ان کا بے دین ریاست سے موازنہ کریں۔ آج دنیا میں بے علمی اسقدر بڑھی ہوئی ہے کہ بعض مسلمان تک اس ضمن میں کچھ نہیں جانتے۔

خلافت اور جدید سیکولر ریاست

خلافت کا تصور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی کبریائی، عظمت اور ہمہ مقتدر ہونے کے یقین پر قائم ہے۔ اس کے قیام کا مقصد اپنے زیرنگیں خطے میں اللہ تعالیٰ کے قانون کا نفاذ ہے۔ اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام قرار دینا اور اس قانون پر عمل درآمد کروانا اس کا اولین مقصد ہے۔

اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مسلمانوں کے درمیاں منتخب کردہ حکمران کی اطاعت اس کا فریضہ ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا

[۵۹]

'اے ایمان لانے والو اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسول کی طاعت کرو اور تم میں سے جو صاحب اختیار ہیں ان کی اطاعت کرو اور اگر تم میں اختلاف ہو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی تمہارے لئے بہتر ہے' (قرآن: سورۃ النساء:۵۹)

اسلام منقسم وفاداری کو مسترد کرتا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کو فرمانروائے کائنات بھی مانے اور ریاست کو اعلیٰ ترین مختار بھی تسلیم کرلے؟ مذہب اور سیاست کی جدائی ممکن ہی نہیں جب کہ قرآن نے یہ فرما دیا ہو: 'اللہ ہی اول ہے، وہی آخر ہے، وہ ظاہر بھی ہے اور پوشیدہ بھی'۔ (قرآن: سورۃ الحدید:۳)۔ اعلیٰ ترین اختیار اللہ کا ہے نہ کہ ریاست کا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِىْ وَنُسُكِىْ وَمَحْيَاىَ وَمَمَاتِىْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

[۱۶۲]

'کہہ دو میری نماز اور میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا سب اللہ کے لئے ہے جو دونوں جہانوں کا پالن ہار ہے'۔ (قرآن: سورۃ الانعام:۱۶۲)

یورپ نے اسلامی ریاست کا یہ تصور ختم کر دیا جب اس نے عثمانی خلافت پر حملہ کر کے اس کا خاتمہ کر دیا۔ اس نے اس کا بھی اہتمام کیا کہ اسلامی سلطنت کبھی بحال نہ ہوسکے۔ یہ اس وقت ہوا جب اس نے سعودی عرب کی سیکولر ریاست کے حجاز میں قیام

میں مدد دی اور اس کی سلامتی کی ضمانت دی۔ (دیکھیں ہماری کتاب خلافت، سعودی عرب اور سعودی وہابی قومی ریاست)۔خلافت کے قائم نہ ہو سکنے کی دو وجوہات ہیں۔ اولاً حجاز کو زیرِ تسلط رکھنے والی سعودی حکومت کبھی خلافت بحال نہ کریگی۔اور کسی اور مسلم ملک نے خلافت بحال کرنے کی کوشش کی تو اسے حرمین شریفین تک رسائی نہ ہونے کے سبب کوئی خلیفہ تسلیم نہ کریگا۔

یورپ کے خلافت کا خاتمہ کرنے کے دو اسباب ہیں۔ پہلا یہ کہ اس طرح ارض مقدس کو مسلمانوں سے چھین کر یہودیوں کو وہاں بسایا جاسکے۔ دوسرے یہ کہ پوری انسانیت کو لادینی ریاست کے شرک میں مبتلا کرنے کے لئے اسلامی خلافت کا ماڈل ہی نہ رہنے دیا جائے۔ جب خلافت کا خاتمہ ہوا تو عین اس کے دارالخلافت سے ترکی کی سیکولر ریاست ابھری۔ اس کے بعد ایران کی سیکولر ریاست شیعی اسلام کے مرکز یعنی تہران میں قائم ہوئی اور سنّی اسلام کے قلب یعنی حجاز میں سعودی عرب کی سیکولر ریاست قائم ہوئی۔اور آخر میں برصغیر کے مسلمانوں کو دھوکا دے کر پاکستان کی سیکولر جمہوریہ کے قیام پر مطمئن کر دیا گیا۔ رابعاً خلافت کا خاتمہ اس لئے بھی کیا گیا کیونکہ وہ ارض مقدس میں اسرائیلی ریاست کے قیام میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوتی۔ نبی اکرم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ خلافت ختم ہو جائیگی:

'اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب عیسیٰ ابن مریمؑ تم پر نازل ہونگے اور تمہارا امام (یعنی خلیفہ یا امیر المومنین) تم میں سے ہوگا' (صحیح بخاری)

اس حدیث سے تین باتیں معلوم ہوتی ہیں:

پہلی یہ کہ وقت کے خاتمے پر خلافت موجود ہوگی۔ اس سے قبل وہ ختم ہو چکی ہوگی۔دوسری یہ کہ خلافت کی بحالی سے قبل مسلمان غیروں کے زیرِ تسلط رہیں گے۔

یہ بعینہٖ وہی دنیا ہے جس میں ہم آج رہ رہے ہیں۔تیسری یہ کہ خلافت کی بحالی اس وقت وقوع پذیر ہوگی جب ابن مریمؑ نازل ہونگے۔اور کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جب

عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے تو وہ یروشلم سے ساری دنیا پر حکومت کرینگے اس لئے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ اسرائیل کی لادین ریاست کی جگہ ایک حقیقی اسلامی ریاست قائم ہوگی جو سیکولر اسرائیل کے شرک سے پاک ہوگی۔

جو لوگ سیکولر قومی ریاست کے جمود کے دوام کے خواہاں ہیں انھیں نبی اکرمؐ کی اس پیشنگوئی کے متعلق سوچنا چاہیئے جس میں خلافت کی بحالی کے متعلق بتایا گیا ہے۔ ہمارے اندازے کے مطابق یہ آئندہ ۵۰ برس میں ہو جائیگا۔

جدید سیکولر ریاست کے فوائد

جدید دور کی سیکولر ریاست یورو عیسائی اور اسلامی دنیا کے لئے کبھی قابل قبول نہ ہوتی اگر اس میں کچھ خوبیاں نہ ہوتیں اور اپنے شرک کو اسنے پردے میں نہ چھپا لیا ہوتا۔ وہ خوبیاں کیا تھیں؟ جدید سیکولر ریاست یورپ میں کلیسا کے ظلم و جور کے ردعمل کے طور پر ابھری۔اس کا مقصد کلیسا کی غیر معمولی قوت کو چیلنج کر کے سیاست اور معیشت سے بے دخل کرنا تھا۔اس نے اسے آزادی تحریر و تقریر کو قبول کرنے کا اعلان کیا اور علم و دانش کے حصول میں حائل دشواریوں کو دور کرنے کی اجازت دی۔اس نے مذہبی آزادی اور مذاہب کے درمیان پرامن بقائے باہمی کا بھی اعلان کیا۔اس طرح اس نے اس خونیں جنگ کو ختم کرنے میں پہل کی جس کے سبب یورپ میں مذہبی گھٹن اور جبر کا خاتمہ ہوا۔

اس نے بڑی مہارت سے لوگوں کے ذوق نظر اور کام و دہن کی تسکین کا سامان کیا اور اس کے لئے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا۔عوام کے استعمال کے لئے اس نے نت نئے پروڈکٹ بنائے یا دریافت کئے۔ مذہبی اعتقادات کو پس پشت ڈال کر اس نے لوگوں کو سائنسی ایجادات کو اپنانے کی ترغیب دی۔مثلاً بجلی، فون، موبائل، ٹیلی ویژن، کمپیوٹر، کار، فیکس اور فوٹو کاپیر وغیرہ۔ جب کوئی ماڈرن لائف اسٹائل اختیار کرتا تو جدید ایجادات کے ہمراہ لادینی نظریات بھی ان کے ساتھ چلے آتے۔

جدید سیکولر ریاست کی حقیقت

لیکن جدید ریاست کی ان خوبیوں نے، جن میں سے بعض مدینہ کی شہری ریاست میں بھی موجود تھیں جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے قائم کی تھی، سیکولرازم کی اصل بنیاد کفر اور شرک کو تبدیل نہیں کیا۔ اس کی اصل شکل اس وقت سامنے آئی جب آہستہ آہستہ اس نے مذہبی انداز رہائش و بود و باش پر حملہ کرنا شروع کیا۔ جوں جوں لوگ سیکولر ہوتے گئے توں توں چرچ جانے والوں کی تعداد گھٹتی گئی اور خالی چرچ اور صومعے بکنے کے لئے رکھ دیئے گئے تا کہ انھیں بنگو ہال بنالیا جائے۔ بلاشبہ مذہب اس طرح ایک کم ہوتی ہوئی قوت بن کر رہ گیا۔

جدید سیکولر ریاست کی جمہوریت شکر میں لپٹی ہوئی کونین ثابت ہوئی۔ اس نے ربا پر مبنی استحصالی نظام کو تحفظ دیا۔ معاشی استحصال کے ساتھ نسلی اور علاقائی استحصال کو بھی فروغ دیا گیا۔ غریب و محروم عوام کے پاس اتنے وسائل نہ ہوتے جن سے وہ طاقتور، مالدار اور شکاری طبقے سے اقتدار چھین سکتے۔ اس لئے کہ یہ اس طبقے کی دولت تھی جو الیکشن کے نتائج پر آخر کار اثر انداز ہوتی۔ ماڈرن سوسائٹی کی انجیل یہ تھی کہ 'زمین کے مالک امیر ہونگے' اور اسی اصول پر عمل درآمد ہو رہا تھا۔

نئے یورپ نے اپنی ناقابل شکست قوت اور دجل و فریب کی صلاحیت کے ذریعے غیر یورپی دنیا پر حاکمیت قائم کر لی اور اس کے عوام کی برین واشنگ شروع کر دی۔ نیا بے خدا سیاسی فلسفہ لادین مقتدرہ اور کرپٹ کلچر کے ساتھ پوری دنیا پر چھا گیا۔ یہ کوئی معمولی کامیابی نہ تھی! مغربی استعمار نے بنی نوع انسان کو محکوم بنالیا اور مسلم ممالک بھی اس لادین، بے خدا نظام کے جو کفر اور شرک پر قائم تھا، مطیع ہو گئے۔ عثمانی خلافت مٹادی گئی اور اس کی خاکستر سے ترکی کی بے دین جدید ریاست ابھری۔ وہ دارالسلام جسے اللہ کے رسول ﷺ نے بہ نفس نفیس جزیرہ نما عرب میں قائم کیا تھا ختم کر دیا گیا اور

اس کی راکھ سے سعودی عرب کی سیکولر حکومت برآمد ہوئی جو اپنے تمام لوازم کے ساتھ بے خدا مغرب کی ذیلی ریاست بن گئی۔اس طرح نبی اکرمؐ کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی جس کے مطابق انؐ کی ملت یہود اور نصاریٰ کی غلطیاں دوہرائیگی حتیٰ کہ اگر وہ کسی گوہ کے بل میں گھسیں گے تو مسلمان بھی ایسا ہی کرینگے۔نتیجہ یہ ہوا کہ یہود عیسائی اور مسلمان سب ایک اجتماعی فتنے میں مبتلا ہو گئے اور خدائے ابراہیم کے اس حکم کی اطاعت میں ناکام ہو گئے:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ [۳]

’جو تمہارے رب نے نازل کیا ہے اس کی اطاعت کرو اور اس کے سوا اپنا کارساز کسی اور کو نہ بناؤ۔مگر تم اس (حکم) کو کم ہی یاد رکھتے ہو!‘

(قرآن: الاعراف: ۳)

نئی سیکولر ریاست نے الیکشن کا ایک طریقہ ایجاد کیا جس سے پارلیمنٹ اور حکومت بنائی جاتیں۔سیکولر ریاست کے شہری اپنے مذہبی اعتقادات کے علی الرغم الیکشن میں ووٹ دیتے۔حتیٰ کہ منتخب حکومت اگر شیطان لعین کے پجاریوں پر بھی مشتمل ہوتی تو جمہوری انتخاب کا اصول یہی کہتا کہ اسے قانونی اور جائز حکومت کے طور پر قبول کر لیا جائے۔ایک ایسی حکومت جو ان پر حکم چلانے اور ٹیکس لینے کا حق رکھتی ہو۔ان کی ذمہ داری ہوتی کہ اسے نہ صرف تسلیم کریں بلکہ اس کی اطاعت بھی کریں۔اگر الیکشن کے نتیجے میں بتوں کو پوجنے والے ہندوؤں کی حکومت بھی منتخب ہو جائے جو خدائے ابراہیمؑ کی پرستش کرنے والوں کی کھلی دشمن ہو یا ایسی حکومت جو ہر اس چیز کو حلال کر دے جسے خدائے بزرگ و برتر نے حرام کیا ہے تب بھی جمہوری اصول یہی کہتا ہے کہ یہود عیسائی اور مسلم جو اس سیکولر ریاست کے شہری ہوں کو اس حکومت کو جائز اور قانونی ماننا ہوگا‘ اس کے اختیار کو تسلیم کرنا ہوگا اور اس کی اطاعت کرنی ہوگی۔

آسمانی وحی پر یقین رکھنے والے کسی دین مثلاً یہودیت' عیسائیت یا اسلام میں کہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو ایسی حکومت کی تائید کرتی ہو اور نہ انبیاء کرام کی سیرت سے ایسی کوئی مثال ملتی ہے۔ اس کے برعکس ایسے انتخاب کی کھلی مذمت ملتی ہے۔ اس کے باوجود مسلم فقیہ ڈاکٹر طٰہٰ جابر العلوانی نے یہ فتویٰ دینا مناسب سمجھا کہ مسلمانوں کے لئے نومبر ۲۰۰۰ کے امریکی انتخاب میں ووٹ دینا 'واجب' ہے۔

ان کی اکثریت نے جارج بش کے حق میں ووٹ دیا اور اپنے چہرے پر ندامت کی خاک مل لی۔ اب یہ مسلمان ارض مقدس میں امت مسلمہ کی حالت زار پر آنسو بہاتے ہیں جنھیں اسرائیل کی صیہونی حکومت پہلے سے بڑھ کر کچل رہی ہے اور جسے بش انتظامیہ کی پوری تائید حاصل ہے۔ وہ افغانستان کے مفلس و مظلوم مسلمانوں کی حالت پر بھی روتے ہیں جسے اسی بش انتظامیہ نے بے رحمی سے قتل کیا۔

مومنوں کے لئے انتخابی سیاست کا متبادل

ایک یہودی' عیسائی یا مسلم پوچھ سکتا ہے کہ: 'کیا انتخابی سیاست کا ایمان رکھنے والوں کے لئے کوئی نعم البدل ہے؟۔ یقیناً ہے۔ وہ خدائے ابراہیم کی حاکمیت بحال کرنے کی جدوجہد ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اصل اور اعلیٰ ترین حاکم تسلیم کرنا اور اس کے عطا کئے ہوئے قانون کو اعلیٰ ترین قانون ماننا تمام جدوجہد سے بڑھ کر ہے اور بہترین نصب العین ہے۔ اور اسے وقت کے خاتمے تک جاری رہنا چاہیئے۔ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ نے ضمانت دی ہے کہ وقت اس جدوجہد کی کامیابی سے قبل ختم نہیں ہوسکتا۔

متبادل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جسے حلال کیا اسے حلال اور جسے حرام قرار دیا اسے حرام سمجھا جائے خواہ اس کی جو بھی قیمت ادا کرنی ہو۔ جب کوئی قوم شرک' ظلم' فسق اور کفر کرے تو اس کی مخالفت کی جائے' اس کے خلاف جدوجہد کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا جائے کہ انھیں ایسے لوگوں سے الگ کر دے:

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَاَخِیۡ فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ [۲۵]

'یا رب مجھے اپنی ذات اور بھائی کے سوا کسی پر اختیار نہیں۔ لہٰذا اس لئے ہمیں ان گناہگار باغی لوگوں سے جدا کردے'

(قرآن: سورۃ المائدہ: ۲۵)

قران ایسے مومنوں کے طرز عمل کو 'امر بالمعروف اور نہی عن المنکر' قرار دیتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت بحال کرنے کی جدوجہد کامیاب ہوتی ہے تو وہ علاقہ دارالاسلام بن جائیگا۔ مسلم اس پر حکمران ہونگے۔ لیکن ایک اجتماعی ماڈل بھی ہے جس میں مسلم اختیارات غیر مسلموں کے ساتھ شیئر کرینگے۔ اس کی بنیاد سیاسی مساوات پر ہوگی اور ایک دستوری انتظام قائم کیا جائیگا جس میں مسلم اللہ تعالیٰ کی حاکمیت تسلیم کرینگے اور خود پر اس کے قوانین کا اطلاق کرینگے۔ حضرت محمد ﷺ نے مدینہ میں ایسا نظام قائم فرمایا تھا جس میں یہود' مشرکین اور مسلمان علاقے اور ریاست مشترکہ طور پر اس کے انتظام میں شریک تھے۔

بنی نوع انسان کو دین ابراہیم کو مسترد یا قبول کرنے کا اختیار حاصل ہے مگر اسے قبول کر لینے کے بعد ایمان لانے والوں کو یہ اختیار نہیں کہ ایک مسلم حکومت کے بجائے غیر مسلم حکومت کو قبول کرلیں۔ جب بھی انھیں منتخب کرنے کا اختیار ملے حکومت کے لئے انھیں اپنے اہل ایمان بھائیوں کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ جب تک انھیں یہ اختیار حاصل ہے انھیں مسلمان بھائیوں کو منتخب کرنا چاہیئے اور اگر انھیں ان کے ملک میں یہ حق نہ ہو تو کسی ایسے ملک میں چلے جانا چاہیئے جہاں انھیں یہ حق مل جائے۔ ابراہیمؑ کے رب اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ

اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا [۵۹]

'اے ایمان لانے والو اللہ کا حکم مانو' اللہ کے رسولؐ کا حکم مانو اور اپنے اصحاب اختیار کا.....'۔ (قرآن: النساء: ۵۹)

اگر انھیں پوری دنیا میں کوئی ایسی جگہ نہ ملے تو وہ وقتی طور پر اسے قبول کر کے ایسے نظام کی جدوجہد کا آغاز کر سکتے ہیں جس میں زمام کار مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو۔لیکن قبول کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ انھیں غیر اسلامی نظام قائم کرنے میں تعاون کرنا چاہیئے۔ بلکہ ان کا تعاون ایک قائم شدہ حکومت سے اس شرط پر ہونا چاہیئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کرینگے۔ مثلاً جنگ و جدل اور قتال یا اس کی غرض سے فوجی تربیت کا حصول۔ (مثال کے طور پر اب کسی مسلم کے لئے یہ ناممکن ہوگیا ہے کہ اپنے ایمان پر قائم رہتے ہوئے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا شہری بن سکے۔ اسی لئے راقم الحروف کوشش کر رہا ہے کہ اپنے لئے نیا ملک تلاش کر سکے)۔ گو ایسی حکومت ان کی اپنی نہ ہوگی' وہ اس کے تمام اچھے اور جائز کاموں میں اس کی مدد کر سکیں گے اور تمام غلط اور برے کاموں سے اجتناب کرینگے اور انھیں انذار اور تنبیہ کر کے روکنے کی کوشش کرینگے۔

یہ انتخاباتی سیاست کی فطرت میں ہے کہ کبھی ایسے لوگوں کو کامیاب نہ ہونے دے جو اقتدار اعلیٰ عوام سے لے کر اللہ تعالیٰ کو تفویض کرنا چاہتے ہوں۔ الیکشن کی سیاست کا مقصد اولیٰ ہی یہ ہے کہ اس میں خدا پرست اور دیانتدار سیاست دان کبھی کامیاب ہی نہ ہو سکیں۔ رسول اکرمؐ نے بتا دیا تھا کہ عالم کفر ایک وحدت ہے (الكفرُ ملة وَاحِدَه). اور یہ بعینہ وہ حقیقت ہے جو ابھر کر سامنے آ گئی ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو سوچنا چاہیئے کہ الجیریا کے مسلمانوں نے انتخاب میں اس لئے حصہ لیا تھا کہ وہ اپنے حلقہ انتخاب میں دین ابراہیمی کا نفاذ کر سکیں۔ اور انھوں نے ۸۵ فی صد ووٹ حاصل کئے۔لیکن تمام خدا بے زار دنیا اکٹھا ہو کر ان کے خلاف آ گئی اور انھیں اسلامی نظام نافذ نہ کرنے دیا۔

الجیریا کے عوام کی امنگوں اور آرزوؤں کی بے رحمانہ اور شرمناک پامالی آج برسوں بعد بھی جاری ہے۔

اس لئے ایسے انتخابات میں حصہ لے کر اور اسے جواز مہیا کرنے کے بجائے اس سے دور رہ کر مسلمانوں کو خود کو شرک سے بچانا چاہیئے۔ اور دنیا کو بتانا چاہیئے کہ رسول اکرم ﷺ کا عطا کردہ میثاق مدینہ کہیں بہتر بنیاد بن سکتا ہے اور مختلف الخیال انسانوں کی اجتماعی ضروریات پوری کرسکتا ہے۔

عالمی شرک کی قرآنی توضیح

ہماری رائے میں قرآن کریم موجودہ سیکولر سیاست کی بہتر وضاحت کرسکتا ہے۔ اس نے جو عظیم تبدیلی دنیا کے نکتہ نظر میں لائی ہے اور جس نے یورو عیسائی اور یورو یہودی دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔ وہ وضاحت کیا ہے؟

قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ تاریخ کا پہیہ ایک دن رک جائیگا جب اللہ تعالیٰ قیامت قائم ہونے کا حکم صادر فرمائینگے۔ لیکن ساعت کی آمد سے پہلے ایک دور آئیگا جو آخری دور کہلائیگا جس میں قیامت کی نشانیاں ظاہر ہونگی (تاکہ جو نہیں جانتا وہ بھی جان لے کہ دنیا کا پھل پک کر ٹپکنے کو ہے)۔ ان عظیم نشانیوں میں سے دجّال کی آمد اور یاجوج وماجوج کا کھل جانا ہے۔ جب وہ منظر عام پر آئینگے تو وہ دنیا کے اسٹیج پر نمایاں اداکار بن کر نمودار ہونگے۔ اور انسانی سوچ میں تبدیلی اور زندگی کے متعلق رویے میں انقلاب کا باعث بنیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے بتایا ہے کہ دجال کے زمانے میں ربا عام ہوجائیگا اور اس کا استحصال ہر خاص و عام کو گرفت میں لے لیگا۔ یہ کفر کا دور ہوگا کیوں کہ اس کی پیشانی پر 'ک ف ر' لکھا ہوگا۔ وہ شرک کا دور بھی ہوگا کیونکہ دجال خود کو خدائی قوت اور اختیار کا حامل قرار دیگا۔

اس مؤلف نے قرآن اور سنت کی بنیاد پر الیکشن سیاست کو غیر اسلامی قرار دیا

ہے۔ جو علماء اور دانشور اس نظریے سے اتفاق نہیں کرتے انھیں ہم دعوت دیتے ہیں کہ قرآن حکیم اور سنت رسولؐ کی روشنی میں اسے غلط ثابت کریں۔ انھیں وہ مخصوص حالات بتانے چاہئیں جن میں الیکشن میں حصہ لینا جائز ہوگا۔ کیا ایک مسلمان بتوں کی پرستش کرنے والے کسی ہندو کو ووٹ دے سکتا ہے؟ کسی شرابی، کسی جھوٹے، کسی چور، کسی زانی، کسی بینکار یا کسی قرض دینے والے سود خور کو؟ کیا وہ نسلی بنیاد پر ووٹ دے سکتا ہے؟ یا تجارتی مفادات کی خاطر یہ کہہ کر کہ اگر تم ہمارے لئے یہ اقدام کرنے کا وعدہ کرو تو ہم تمھیں ووٹ دینگے؟ کیا وہ کسی ایسی سیاسی جماعت کو ووٹ دے سکتا ہے جو صیہونی ریاست کو فلسطین میں ظلم وستم کے ذریعے اپنی گرفت مضبوط کرنے میں مدد دے رہی ہو؟ کیا وہ کسی ایسی جماعت کو ووٹ دے سکتا ہے جو ہم جنس پرستی اور اسقاط حمل کو قانونی حیثیت دینا چاہتی ہو؟۔

نبی اکرم ﷺ نے واضح طور پر بتا دیا ہے کہ جو حلال ہے وہ صاف ظاہر ہے اور جو حرام ہے وہ بھی واضح ہے۔ شک وشبہ والی چیز کو چھوڑ دو۔

یہ اسلامی سکالروں کا کام ہے کہ وہ غور وفکر کے بعد طے کریں کہ کیا سیکولر انتخاب میں ووٹ ڈالنا جائز ہے؟ اس کے لئے انھیں ثابت کرنا ہوگا کہ وہ حرام نہیں ہے اور نہ مشکوک۔ اور اس کے لئے انھیں صحیح حدیث یا قرآن کریم کا حوالہ دینا چاہیئے۔

(واضح رہے کہ یہاں برادر عمران امریکہ اور یورپ کے تناظر میں بات کر رہے ہیں۔ پاکستان کا دستور اسلامی ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مملکت اسلامیہ پاکستان کے مالک و بادشاہ ہیں۔ آئین کی دفعہ ۶۱ اور ۶۲ کے تحت کسی معیوب کردار والے شخص کا عوامی نمائندگی کے منصب پر فائز ہونا ممکن نہیں۔ یعنی اگر کوئی ایسا شخص الیکشن میں کھڑا ہو تو اسے نااہل قرار دیا جاسکتا ہے۔ مسلمان ووٹر صرف مسلمان نمائندوں کو ووٹ دے سکتے ہیں۔ اس لئے جناب عمران نذر حسین کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا اطلاق پاکستان پر نہیں ہوتا۔ یہ اور بات ہے کہ عوام کی نظر میں دین سے نسبت کی اہمیت اتنی کم رہ گئی ہے

کہ لسانی ، نسلی، علاقائی اور معاشی مفادات دینداری، خوبیء کردار اور دانش مندی پر بازی لے جاتے ہوں۔ مترجم)

ارض مقدس میں اسرائیل کی لادین ریاست

اب ہمارے لئے ممکن ہوگیا ہے کہ اسرائیل کی لادین ریاست کے بارے میں، جسے فلسطین میں بحال کیا گیا ہے، اظہار خیال کریں۔ کیا اسرائیل کے قیام میں صیہونی تحریک کی کامیابی اس کے صداقت کے دعوے کی تصدیق ہے؟ کیا یہ خداوند عالم کے رحم وکرم کے باعث ہوا؟

اسرائیل کی سیکولر ریاست کسی بھی سیکولر ریاست کی طرح دین کی نفی پر قائم ہوئی ہے۔ یہ شرک کی بنیاد پر کھڑی ہے۔ دین ابراہیمؑ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ شرک سے پاک ہے۔ اس میں شرک کی ذرا بھی گنجائش نہیں۔ اس لئے اسرائیلی ریاست یقیناً وراثت ارض مقدس کی شرائط کی خلاف ورزی ہے۔ لہذا یہ ارض مقدس میں قائم نہیں رہ سکتا۔ یہ تباہ ہوکر رہیگا۔ نبی محمدؐ نے فرمایا ہے کہ خراسان سے ایک مسلم لشکر نکلے گا جو اسرائیل کو تباہ کردیگا۔ یہ لشکر اس وقت برآمد ہوگا جب امام مہدی ظاہر ہونگے اور خلافت اسلامی بحال ہوگی:

'ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خراسان سے سیاہ پرچم نکلیں گے (یعنی اس علاقے سے جو افغانستان، پاکستان اور کچھ ایرانی اور کچھ مرکزی ایشیا کے حصے پر مشتمل ہے) اور انھیں کوئی طاقت روک نہ سکے گی جب تک وہ ایلیا (یروشلم) میں داخل نہ ہوجائیں'۔ (سنن، ترمذی)

لہذا اسلامی خلافت کی بحالی اسرائیل کی تباہی پر منتج ہوگی۔ یہ تیسرا اور آخری موقعہ ہوگا۔ پہلی بار ایک بیبیلونی فوج نے اسرائیل کو تباہ کیا تھا۔

دوسری مرتبہ ایک رومی فوج نے اسے تباہ کیا۔ اور آخری دفعہ ایک مسلم فوج اسے

برباد کردیگی۔

اس کے علاوہ کئی سیاسی وجوہات ہیں جن کی بنا پر اسرائیل کا قیام ناجائز اور غاصبانہ ٹھہرتا ہے۔اولاً یہ ایک بنیادی تضاد ہوگا کہ ایک لادین اور خدا بیزار معاشرہ ارض پاک میں کسی ریاست کے قیام میں معاون بنے۔ظلم واستحصال پر مبنی معاشرہ کسی نیک کام کا ذریعہ بنے۔'ذرائع کو مقصد کی طرح اعلیٰ ہونا چاہیئے'۔

ثانیاً جس طریقے سے اسرائیل قائم کیا گیا وہ یہ تھا کہ وہاں صدیوں سے آباد فلسطینی مسلمانوں کو جبراً وظلماً وہاں سے بے دخل کیا جائے۔وہ لوگ جو خدائے ابراہیمؑ کی عبادت کرتے ہیں۔۵۸ سال سے زیادہ ہو چکے ہیں وہ اپنے وطن اور اپنے گھروں سے دور دراز کیمپوں اور عارضی شامیانوں میں بسر کررہے ہیں اور انھیں محض طاقت کے بل پر وہاں آنے سے روکا جارہا ہے۔یہ استحصال کی بدترین مثال ہے۔اور ہر آنے والے دن اس استحصال میں جو مسلم وعیسائی عربوں کے خلاف روا رکھا جارہا ہے' اضافہ ہورہا ہے۔یہ ظلم کسی آسمانی مذہب سے مطابقت نہیں رکھتا۔

ثالثاً جب اسرائیل قائم ہوا تو اس کے بنانے والوں کے دل میں اس کا کوئی تقدس نہ تھا۔اس کا خدا ناآشنا' کرپشن زدہ' جنسی بے راہ روی کا حامل اور زوال پذیر معاشرہ یورپ سے چنداں مختلف نہ تھا۔ایسے معاشرے کا قیام خدائی رحمت کا نتیجہ نہیں ہوسکتا۔ اسرائیل میں جرم وگناہ کی بہتات کا یہ عالم ہے کہ جنسی غلامی تک اس کی سرحدوں میں عام ہے۔یہ راست روی کے عین برعکس ہے۔معلوم ہوتا ہے وہاں ایک کافرانہ معاشرہ فروغ پارہا ہے۔

اسرائیل کا کافرانہ معاشرہ

اسرائیل درحقیقت ایک کافرانہ ریاست ہے جس میں بے دینی اور بداخلاقی کی تمام سیاہ کاریاں موجود ہیں۔کوئی سادہ لوح یہودی جو یہ سمجھتا ہے کہ فلسطین میں ان کی

واپسی ان کے سنہرے دور کی واپسی کی نشاندہی کرتی ہے' اسرائیل پریس کی شائع کردہ یہ خبریں پڑھ کر اپنی خوش فہمی پر نادم ہو جائیگا۔ یہ اقتباسات 'یروشلم پوسٹ' کے ہیں۔

'پولس کے اعداد وشمار کے مطابق ۲۰۰ سے زیادہ چکلے' ۲۰۰ سیکس کلب' اور نامعلوم تعداد میں ایسے دفاتر ہیں جو فون کال پر پورے ملک میں لڑکیاں فراہم کرتے ہیں۔ ایل دائن جو کینسیٹ کی عورت کمیٹی کا سربراہ ہے بتاتا ہے کہ اندازاً ہر ماہ دس لاکھ لوگ ان جنسی اڈوں کا رخ کرتے ہیں۔ ۵۰ سے ۶۰ ایسے ہیلتھ کلب ہیں جو تل ابیب کی مرکزی بس اسٹیشن کے گرد ونواح میں واقع ہیں۔ اس کے علاوہ حیفہ' یروشلم' نیتانیہ' بیر شیبا' اشکولین' اشداد اور ایلات میں ایسے کئی اڈے ہیں۔ مقامی اخباروں کے آخری صفحات ایسے اشتہارات سے بھرے ہوتے ہیں جن میں جنسی خدمات آفر کی جاتی ہیں یا نئی لڑکیاں بھرتی کی جاتی ہیں'۔ (۲۸ اگست' ۲۰۰۰)

'پولس کے جاسوسوں نے بت یام کے عیش کدے پر پیر کے دن چھاپہ مارا اور ایسے گروہ کو گرفتار کر لیا جو چار عورتوں کو بیچنے والا تھا۔ معلوم ہوا کہ انھوں نے ۷۰۰۰ ڈالر کے عوض ان عورتوں کا سودا کیا جو بظاہر اسرائیل میں ملازمت کے لئے لائی گئی تھیں'۔ (فروری ۱۴' ۲۰۰۱)

'ماضی قریب میں میڈیا سفید غلاموں کی کہانیوں سے بھرا ہوا ہے۔ جنس کا پیشہ کرنے والی عورتیں ایک قحبہ خانے سے دوسرے کو فروخت کی جاتی ہیں۔

تقریباً ۲۵۰۰۰ جنسی سودے روزانہ ہوتے ہیں۔ وزیر دفاع کے جنسی حملے میں ملوث ہونے اور بعد میں عدالت کے ذریعے بری کر دیئے جانے کے بعد اسرائیل میں عورت کے جسم کی قیمت کے بارے میں چہ می گوئیاں عام ہوگئی ہیں'۔ (۱۰ مئی ۲۰۰۱)

اسرائیل میں ایک اہم عہدے پر فائز ایک عہدیدار کا تبصرہ اسرائیل میں ظلم و استحصال کو واضح کرتا ہے۔

'امی ایلون نے' جو اسرائیل کی خفیہ سیکوریٹی ایجنسی شین بیٹ کا ریٹائرڈ سربراہ ہے' کہا ہے کہ اسرائیل کے ظلم وستم کے سبب فلسطین میں مزاحمانہ تحریک پروان چڑھی:

'اسرائیل نسل پرستی کا مجرم ہے جو یہودیت کے اصولوں کے خلاف ہے۔ ان فلسطینیوں پر جو وہاں رہتے ہیں یا کام کرنے وہاں آتے ہیں' بری طرح ذلت اور تشدد کا نشانہ بنائے جاتے ہیں۔ اس طرح کے تبصرے عموماً فلسطینیوں سے سننے میں آتے ہیں مگر یہ پہلا موقع ہے کہ ایک یہودی ایسا کہہ رہا ہے'۔(دسمبر۴' ۲۰۰۰)

بلکہ خود اسرائیل کے صدر نے بے دھیانی میں اس جبر واستحصال کی تصدیق کردی جو عام فلسطینیوں سے روا رکھا جاتا ہے۔ انتفادہ کی برائی کرتے ہوئے وہ کہتا ہے:

'اگر ان میں ذرا بھی شعور ہے تو وہ دیکھیں اور سوچیں کہ انتفادہ نے انھیں کیا دیا ہے۔ سینکڑوں اموات اور ہزاروں مجروحین۔ حالانکہ ہم نے بڑے تحمل سے کام لیا۔ معیشت الگ تباہ ہوئی۔ انھیں غربت وافلاس' بے روزگاری میں اضافہ اور سیاسی پس ماندگی کے سوا کیا ملا؟ (اسرائیلی صدر کتسو۔ فروری ۱۶' ۲۰۰۱)

آگے چل کر وہ عربوں سے نفرت کا یوں اظہار کرتا ہے:

'وہ ہمارے پڑوسی ہیں مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم سے چند سو میٹر کے فاصلے پر ایسے لوگ رہتے ہیں جو اس براعظم' ہماری دنیا سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ لگتا ہے وہ کسی اور کہکشاں سے تعلق رکھتے ہیں'۔(صدر موشے کتسو۔ ۱۱مئی ۲۰۰۱)

ڈان جیکب سن جو تیل ابیب یونیورسٹی کا پروفیسر ہے' اسرائیل انصاف کے متعلق کہتا ہے:

'۵۲ برسوں سے عرب اقلیت کے ساتھ شرمناک امتیازی سلوک کیا جا رہا ہے۔ مسلسل زمین چھیننا اس استحصال کا ایک اظہار ہے۔ سرکاری ملازمتوں

اورقومی کارپوریشنز میں ملازمت دینے سے انکاراورعرب علاقوں میں تعلیم اورصحت کے لئے برائے نام رقوم مختص کرنا امتیاز کی عمومی شکل ہے۔عرب اپنی ہی سرزمین میں دوسرے درجے کے شہری بنا کر رکھ دیئے گئے ہیں۔ فلسطینیوں کے ساتھ اس ناانصافی کا علم سب کو ہے مگر دائیں بازو سمیت کسی نے بھی گذشتہ ۵ قرنوں میں اس کی تلافی کرنے کے متعلق نہیں سوچا' (۳ اپریل ۲۰۰۱)

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم قرآن کریم کی اس پیش گوئی کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں:

وَّعَرَضۡنَا جَهَنَّمَ يَوۡمَئِذٍ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ عَرۡضًا [۱۰۰] ۙ الَّذِيۡنَ كَانَتۡ اَعۡيُنُهُمۡ فِىۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِكۡرِىۡ وَكَانُوۡا لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَمۡعًا [۱۰۱]

'اوراس دن جہنم کو کافروں کو پیش کرینگے وہ ان کی آنکھوں کے سامنے پھیلی ہوئی ہوگی۔ان کی آنکھوں کے سامنے ایک پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ میری ہدایت کو سننے کے لئے تیار نہ تھے'۔(قرآن:الکھف:۱۸:۱۰۱۔۱۰۰)

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ نیاورلڈآرڈر جدید سیکولر مغربی تہذیب سے ابھرا ہے جس کے سبب نسلی منافرت' خدا بےزاری' مذہبی استحصال' جنسی بے راہ روی نے دنیا کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔اورقرآن صاف طور پر کہتا ہے کہ صرف راست روہی ارض مقدس کے وارث ہونگے۔(قرآن:الانبیاء:۱۰۵)۔نہ آج کا اسرائیل نہ فلسطین تنظیم آزادی راست روی کی شرط پر پورے اترتے ہیں۔(شایداسی لئے حماس کی تنظیم ابھری ہے۔مترجم)۔یاسرعرفات کی قائم کردہ تنظیم آزادی اور اسرائیل کی لادین ریاست ساتھ ساتھ تباہ ہونگی۔

مندرجہ بالا دلائل سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ اسرائیل کا سیاسی دعویٰ کہ وہ

ارض مقدس پر حکومت کا حق رکھتا ہے باطل اور نا قابل قبول ہے۔ کسی ایمان والے یہودی یا عیسائی کے لئے اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

باب۲

ارض مقدس اور اسرائیل کی سودی معیشت

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا [۱۶۰] وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا [۱۶۱]

'یہودیوں کے ظلم وستم کے سبب ہم نے ان پر بعض پاک چیزیں حرام کر دیں جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں۔ اس لئے کہ انھوں نے بہت سوں کو اللہ کے راستے سے روکا تھا۔ اور وہ لوگوں سے سود لیتے تھے گو انھیں ہم نے اس سے منع کیا تھا۔ اس طرح وہ ناجائز طور پر لوگوں کی دولت لے لیا کرتے تھے۔ ان میں سے ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے'۔ (قرآن: النساء: ۱۶۰-۱۶۱)

تعارف

اسرائیل ایک جدید سیکولر ریاست ہے جو ارض مقدس میں واقع ہے۔ دنیا کی تمام سیکولر ریاستوں کی طرح اس کی معیشت ربا پر مبنی ہے۔ ربا کا ترجمہ عموماً سود کیا جاتا ہے چاہے سود کی شرح کچھ ہو۔ لیکن اسلام میں ربا کی اصطلاح ایسے لین دین کو بھی محیط ہے جو دھوکے پر مبنی ہوں اور جو دھوکا دینے والے کو ایسا منافع یا فائدہ پہنچاتے ہیں جس پر اس

کا کوئی جائز حق نہ تھا۔ (دیکھیں ہماری کتاب 'قرآن اور سنت میں ربا کی تحریم')۔

اگر دین ابراہیم کے مطابق فیصلہ کیا جائے تو ہم ایک سوال کرینگے۔ ایسے ملک کا جواز کیا ہوگا جو ارض مقدس میں قائم ہو اور جس کی معیشت ربا پر مبنی ہو؟ کیا وہ ان شرائط کے مطابق ہے جن کے تحت اسے ارض مقدس عطا کی گئی تھی۔ یہ باب اس سوال کا احاطہ کرتا ہے۔

آج کی عالمی معیشت

آج دنیا کی معیشت کی خصوصیت یہ ہے کہ دولت اب تمام معیشت میں گردش نہیں کرتی۔ آج دولت صرف امراء کے درمیان گردش کرتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ امیر مستقلاً امیر ہو گئے ہیں اور غریب مفلسی کے دائمی جال میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ ثانیاً امیر امیر تر ہوتے جا رہے ہیں کیونکہ وہ حقیقتاً غریبوں کا خون چوس رہے ہیں۔ جبکہ غریب اس قدر قلاش ہوتے جا رہے ہیں کہ لاقانونیت' تشدد' حد سے زیادہ مصائب اور عقائد اور اقدار کی تباہی معمول بنتی جا رہی ہے۔ فرض کریں کہ تمام بنی نوع انسان ایک بحری جہاز میں سفر کر رہی ہے۔ ایک چھوٹی سی اقلیت جو مستقل امیر ہے وہ نہایت آرام کے ساتھ درجہ اول میں سفر کر رہی ہے۔ ان کے پاس فرسٹ کلاس کے مستقل ٹکٹ ہیں۔ جہاز پر امیروں کی حکومت ہے اور وہی اس کی سیاست کو کنٹرول کرتے ہیں۔ ان کی جمہوریت کا اصول یہ ہے کہ 'امیروں کی حکومت' امیروں کے لئے' جو فی الحقیقت مالی بدکاری کے مترادف ہے۔ لیکن امیر خود براہ راست حکومت نہیں کرتے بلکہ اپنے ایجنٹوں کے ذریعے' خود پس پردہ رہ کر یہ کام کرتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ وہ ان سیاستدانوں کو چندے دیتے ہیں جو ان کے کام آسکیں۔ اس طرح ان کا ان دیکھا کنٹرول معاشرے پر قائم ہو جاتا ہے۔ یہ آج کی دنیا کی سچی تصویر ہے۔ اور یہ یورپین یہودی ہیں جنھوں نے امریکہ اور برطانیہ میں اس فن کو پختہ کر دکھایا ہے۔ ہنری فورڈ اس لحاظ سے قابل تعریف

ہے کہ اس نے انسانی تاریخ میں اس خطرناک اور نقصان دہ تبدیلی کو پہچانا۔

انسانیت کا بڑا حصہ مفلسی کا مستقل اسیر ہے اور عرشے سے نیچے سفر پر مجبور ہے جہاں محتاجی، مفلسی، محرومی اور مصائب ان کا مقدر ہیں۔ وہ غلامی کی حد تک کم تنخواہ پر کام کرنے پر مجبور ہیں تاکہ ان کی محنت کا پھل مالدار سستے داموں کھاسکیں۔ وہ حفاظت سے بھی محروم ہیں اور چوری ڈاکے وہاں روز کا معمول ہیں۔ تشدد، فائرنگ، قتل، جبری عصمت دری اور منشیات کی تجارت عام ہیں۔

جو درجہ اول میں سفر کر رہے ہیں وہ صاف پینے کا پانی پا رہے ہیں۔ اور انھیں بہترین طبی سہولیات مہیا ہیں۔ اور جدید دوائیں اپنے معجزانہ اثرات لئے موجود ہیں جو تقریباً مردوں کو زندہ کر دکھا رہی ہیں۔ جو لوگ عرشے سے نیچے ہیں وہ آلودہ پانی پینے پر مجبور ہیں۔ وہ کیمیکل ملا دودھ اور ہارمون ملا گوشت کھانے پر مجبور ہیں۔ وہ بیمار ہوتے ہیں تو دواؤں کے لئے ان کے پاس پیسے نہیں ہوتے۔ وہ ابتر زندگی جیتے ہیں اور ابتر موت مرتے ہیں۔ دراصل جدید عالمی معیشت غلامی کی ایک نئی شکل ہے۔ لیکن وہ فریب کے ذریعے عوام کو مکمل تاریکی میں رکھتی ہے۔

اس فریب کی کئی شکلیں ہیں۔ جب عرشے سے نیچے رہنے والے غریب ان کی طرف دیکھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ وہ جنت میں رہ رہے ہیں۔ اور اس طرح خود بھی جنت میں جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ جبر واستحصال کے نظام کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کچھ سب کچھ سمجھتے ہیں اور غصے سے پاگل ہو کر ان سب کے خلاف جو دولت واقتدار رکھتے ہیں کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ غریب سمجھتے ہیں کہ وہ جہنم میں رہ رہے ہیں اور اول درجے والے جنت میں ہیں۔ ایسے جہاز کو غرق ہو جانا چاہیئے۔

کیوبا کے صدر فیدل کاسترو نے ایوان الچ کی طرح ('انرجی اور انصاف') میں عالمی معیشت کو اس طرح بیان کیا ہے۔

'انسانیت کے پاس کبھی اتنے زبردست سائنسی اور تکنیکی وسائل نہ تھے اور نہ

دولت پیدا کرنے کے ذرائع کبھی اتنے غیر معمولی تھے۔لیکن عدم مساوات اور تفریق کبھی اتنی نمایاں نہ تھی۔اس فرق اور عدم مساوات کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے انھوں نے کہا کہ اس کے لئے نیورمبرگ کی طرح ایک عدالت کی ضرورت ہے۔(صدارتی تقریر کا اقتباس۔گروپ آف ۷۷۔ہوانا' ستمبر ۲۰۰۰)

حضرت محمد ﷺ نے انسانیت کو ایک اقتصادی نظام دیا جو معاشی ناانصافی سے پاک ہے اور جس میں جبر و استحصال کی کوئی گنجائش نہیں۔دولت اسلامی نظام میں صرف دولت مندوں کے درمیان گردش نہیں کرتی بلکہ پوری معیشت کے درمیان پہنچتی ہے۔امیر ہمیشہ کے لئے امیر نہ ہوتے تھے اور نہ غریب ہمیشہ کے لئے غریب ہوتے۔اس لئے کسی کم از کم اجرت کے قانون کی ضرورت ہی نہ تھی۔کوئی بوئے بغیر کاٹ نہ سکتا تھا۔دولت کی اپنی قیمت تھی اور کوئی بینک یا شکاری طبقہ' امرا اس کی قیمت کم زیادہ نہ کرسکتا تھا۔مارکیٹ ایک آزاد اور عادلانہ مارکیٹ تھی۔اس لئے اس مارکیٹ میں انفلیشن (افراط زر) نام کی کوئی چیز نہ تھی۔قیمتیں مقرر نہ کی جاتی تھیں بشمول محنت کی قیمت کے۔سماجی انصاف کے لئے امراء سے ٹیکس لیا جاتا جو ان کی فلاح پر خرچ کیا جاتا جو اپنے لئے بنیادی ضروریات نہ حاصل کرسکتے تھے۔لیکن معاشرے کی اقدار ایسی تھیں کہ کوئی خیرات پر رہنا پسند نہیں کرتا تھا اور انھیں اپنی حالت بہتر بنانے کی کوشش کرنے کا پورا موقع ملتا تھا۔

حضرت محمد ﷺ وہاں کامیاب رہے جہاں دنیا کی ہر حکومت ناکام ہوگئی۔وہ کامیاب ہوئے اس لئے کہ انھوں نے ربا کے خلاف خدائی حرمت کو نافذ کیا۔اس زمانے میں کوئی انشورنس کمپنی نہ تھی اور رقم کی اصل قیمت برقرار رکھنے کے لئے مصنوعی دولت (مثلاً کرنسی نوٹ' سکے وغیرہ) استعمال نہ کئے جاتے تھے۔اس کے علاوہ چوری جیسے جرائم کی سخت سزا مقرر تھی۔لیکن دنیا کی بیشتر قوموں نے اس نظام کو رد کردیا جس کے سبب آج اسے ایسے نظام کے تحت زندگی بسر کرنا پڑ رہی ہے جو ظالمانہ اور استحصال سے

پُر ہے۔ اس ظلم اور فساد سے پر نظام نے مارکیٹ کی معیشت کو برباد کرکے رکھدیا ہے۔اوراس طرح تجارت بھی تباہ ہوگئی ہے۔

آج ساری دنیا میں یہ استحصال جاری ہے اور اس میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے۔امیرامیر تر ہورہے ہیں اورغریب غریب تر۔مثال کے طور پرامریکہ میں سیاہ فام آبادی مستقلاً غریب رہی ہے اورسفید فام مستقلاً امیر۔استحصال بڑھتا جارہا ہے کیونکہ سیاہ فام اورسفید فام' غریب اورامیر میں فرق بڑھ رہا ہے۔امریکہ کی معیشت غیرسفید قوموں کی آنکھوں کو خیرہ کررہی ہے اورسفید فام قومیں کبھی اس سے زیادہ خوشحال نہ تھیں۔لیکن اس ملک میں دولت صرف امیروں ہی کے درمیان گردش کرتی ہے۔اورجو لوگ عوامی خیرات پر زندہ ہیں ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔سفید فام مغربی تہذیب ہمیں یہ یقین دلانا چاہتی ہے کہ یہ ہماری انتہائی خوش نصیبی ہے کہ ہم اس تہذیب سے متمتع ہو سکتے ہیں۔ اور ایک آنکھ رکھنے والے ہمارے نقل چور دانشور جو مغربی پروپیگنڈے سے مکمل برین واش ہوچکے ہیں' پوری طرح کوشاں ہیں کہ عالم اسلام مغرب کی نقالی شروع کردے۔درحقیقت امریکہ کا شکاری معاشرہ ہے،اورسفید فام نسل کا خواب عوام کے لہو سے زرخیز ہوتا ہے اورایک مکمل بے خبر دنیا سے دن رات دولت کھینچنے میں مگن ہے۔ہمارا مقصد ہے کہ یہ دکھائیں کہ یہ کیسے کیا جاتا ہے۔سفید فام مغربی تہذیب اورغیر سفید فام محنت کش طبقہ اورغیر یورپی یہود' جو اقصائے عالم میں آباد ہیں اسی وقت اس دردناک صورتحال سے نکل سکتے ہیں جب وہ اس باب میں دی گئی توضیح کو مانیں اورقرآن کواللہ تعالیٰ کا نازل کردہ اورمحمد صلی اللہ علیہ وسلم کواس کا رسول مان لیں۔ اس سے قبل کہ تاخیر ہوجائے۔

ہمارااندازہ ہے کہ جن لوگوں نے یورپین تہذیب کی کایا پلٹ کرکے اسے لادین بنادیا اوراس کی نقل کرکے ساری دنیا کوان کا متبع بنایا انھوں نے ہی غیر یورپی یہود کوسیکولر اسرائیل ریاست کی تائید کرنے پرآمادہ کیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کی تمام دولت کو

کنٹرول کر رہے ہیں اور کاغذی کرنسی کی جعلی دولت سے غیروں کو بہلا کر اور خود ڈائمنڈ' پلاٹینم' سونے اور چاندی کے انبار جمع کر کے' ساری دنیا پر چھا جانے کی تیاری مکمل کر چکے ہیں۔ اب تو انھوں نے ایسی کرنسی بنالی ہے جس کا حقیقت میں کہیں وجود ہی نہیں ہے۔ اگر آپ انٹرنیٹ کے ذریعے اپنی رقم بھجواتے یا وصول کرتے ہیں تو وہ محض ایک انٹری ہے۔ اگر وہ رقم آپ لینا چاہیں تو بینک آپ سے یہی کہے گا کہ آپ بتائیں اسے کہاں ٹرانسفر کروں۔ اور جس اکاؤنٹ میں آپ وہ رقم ٹرانسفر کرینگے وہ اس بینکینگ سسٹم کے باہر نہیں ہوگا۔ جہاں بھی وہ رقم رہے اس کا کنٹرول بین الاقوامی بینکنگ سسٹم کے دائرے سے باہر نہیں ہوگا۔ یعنی مچھلی بچ کر جائے کہاں جب جل ہی سارا جال۔ اس طرح بینکوں کا انٹرنیشنل کنسورٹیم جو دراصل عالمی صیہونیت کا دوسرا نام ہے' دنیا کو اپنی مٹھی میں جکڑنے کی پوری تیاری کر چکا ہے۔ انھوں نے غیر یورپی یہود کو' جنھوں نے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب دینے کی کوشش کی تھی' سود کی مکاریوں میں کہیں پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ اس سازش کو پروان چڑھانے میں ایک غیر یہودی کا ذہن کام کر رہا ہے جو بظاہر یہودیت قبول کر چکا ہے۔

قرآن شریف نہ صرف آج کی دنیا کو سمجھاتا ہے بلکہ اس میں جاری و ساری استحصال کی وضاحت بھی کرتا ہے۔ قرآن جو ایک دانائی اور حکمت کی کتاب ہے (بشمول معاشی دانائی)' ایسے اصول بتاتا ہے جن پر چل کر دولت صرف امراء کے درمیان گردش نہیں کرتی:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَىْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ [۷]

'جو اللہ نے شہروں سے اپنے نبی کو دلوایا' وہ اللہ کا ہے' اس کے رسول کا' اعزہ

واقارب کا' یتیموں کا' محتاجوں کا' مسافروں کا تا کہ دولت صرف تمہارے امراء ہی کے درمیان گردش نہ کرتی رہے۔لہذا جو رسول تم کو دیں لے لو اور جس سے روک دیں رک جاؤ۔اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔' (قرآن: سورۃ الحشر: ۷)

مسلمانوں نے قرآن کے اصول ترک کر دیئے ہیں اور اس کے نتیجے میں ایک بھاری قیمت چکا رہے ہیں۔ایک جدید معاشی غلامی ان پر اتر رہی ہے جو سخت پیچیدہ اور دشوار ہے۔انتہائی شرمناک بات ہے کہ جن کا فرض منصبی دوسروں کو غلامی سے چھڑانا تھا وہ خود غلام بن کر رہ گئے ہیں۔اس عالمی غلامی کا سبب کیا ہے؟ ربا جو ایک شکاری نظام ہے جو یہود کے کنٹرول شدہ بینکینگ مراکز میں مرکوز ہے۔ یہ وہ عفریت ہے جو مستقل انسانیت کا خون چوس رہا ہے اور ان کی دولت پر قبضہ جما رہا ہے۔ یہ استحصالی نظام سیاست' معیشت اور معاشرت کو کنٹرول کر رہا ہے۔اسمبلیاں اور سینیٹ اس کی ملازم ہیں جیسے علامہ اقبال نے فرمایا ہے:

گرمیء گفتار اعضائے مجالس الاماں !
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

حتیٰ کہ عدالتیں بھی ان کی غلام ہیں اور میڈیا ان کی باندی جس کا کام ہے کہ موجودہ استحصالی سسٹم کو برقرار رکھے۔فلم انڈسٹری' ٹیلی ویژن' وی سی آر' اور انٹرنیٹ اس کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ عوام کو سودی معیشت کی تباہکاریاں بھلا کر انھیں ایک رنگین اور خواب ناک دنیا میں گم رکھیں۔اس دجالی اسکیم کے ماسٹر مائنڈ کا منصوبہ یہ ہے کہ تمام انسانیت کو غلام بنالے۔انھیں نکبت وافلاس اور محرومی میں مبتلا کر کے دولت کی طاقت کے ذریعے وہ لوگوں کی روح اور ضمیر خرید لے تا کہ اس کے شیطانی منصوبوں کی کہیں سے مخالفت نہ ہو سکے۔اب تک کی صورتحال یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت' خواہ امیر ہو یا غریب' ایمان کی آزمائش میں پوری نہیں اتری۔دجال کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ وہ یہود کو

دھوکا دے کر انھیں تباہی کے دہانے تک پہنچا دے۔ موجودہ صورتحال پر ایک بامقصد اور معروضی نظر بتا دیتی ہے کہ دجال تقریباً اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے۔ اور جلد ہی دنیا کا نظام ظاہراً بھی یہود کے کنٹرول میں چلا جائیگا۔ اسرائیل دنیا کی حکمران ریاست بن جائیگا اور دجال وہاں نمودار ہوکر یروشلم سے دنیا پر حکومت کریگا۔ اس طرح وہ اپنا مسیحا بننے کا مشن مکمل کرلیگا۔

یہ امر شدید تشویش کا باعث ہونا چاہیئے کہ دنیا میں آج بے شمار تہذیبیں ہیں جن میں سے کئی صدیوں پرانی ہیں' ایک سیکولر نظام کو قبول کرلیں جو شرک اور ربا پر مبنی ہے۔ ربا کا معاشی ہتھیار سیکولرازم کے سیاسی ہتھیار کے ساتھ مل کر' اقوام متحدہ جس کی آلہ کار ہے' دجال نے پوری دنیا کا سیاسی اور معاشی کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔

ہمارا طریقہ کار یہ ہوگا کہ پہلے ہم موضوع کی اہمیت واضح کرینگے اور پھر قرآن کریم کی آیات جو ربا سے متعلق ہیں اور احادیث رسول ؐ جن میں قرآنی اصولوں کا اطلاق نظر آتا ہے قارئین کے سامنے پیش کرینگے۔ پھر ہم جدید معاشیات میں ربا کو کام کرتا ہوا دکھائینگے اس کے بعد ہی ہم اسرائیل کی ریاست کی حقیقت سے پردہ اٹھا سکیں گے جو ربا کی معیشت پر قائم ہے۔

ربا کیا ہے؟

ربا سود ہے جسے انگریزی میں usury کہتے ہیں۔ اس اصطلاح کا اطلاق بہت زیادہ شرح پر قرض دینے پر کیا جاتا ہے۔ اور اس اصطلاح کو جان بوجھ کر یورپ میں خراب کیا گیا تاکہ رقم قرض دینے والا جو آج کل بینک کہلاتا ہے' عیسائی چرچ کو مغالطہ دے کر سود کی ممانعت سے بچ سکے۔ آر ڈبلیو ٹانی نے ۱۹۳۵ میں ایک کلاسیکی کتاب لکھی 'مذہب اور سرمایہ داری کا فروغ' جس میں اس نے سود کی یورو عیسائی مخالفت کی تاریخ بیان کی۔ ولیم شیکسپیئر نے بھی سود کی قباحت پر 'وینس کا تاجر' کے عنوان سے ایک کلاسیکی

ڈرامہ لکھا۔

اسلام میں، جیسا کہ ازمنہ وسطیٰ کی عیسائیت میں دستور تھا، ربا سود کو کہتے ہیں۔ جب ایک قرض دینے والا ربا پر قرض دیتا ہے تو وہ رقم بغیر کسی کوشش اور رسک کے بڑھنے لگتی ہے۔ یہ اضافہ کیسے ہوتا ہے؟ یہ ایک فریب نظر کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔ جس میں محنت، آلات اور اراضی استعمال ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صاف طور پر واضح کیا ہے:

وَاَنۡ لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى [۳۹]

'انسان صرف اسی کا مستحق ہے جس کے لئے اس نے محنت کی'

(قرآن النجم:۳۹)

اس طرح قرآن یہ دعویٰ رد کر دیتا ہے کہ وقت رقم کے برابر ہوتا ہے یا وقت کے ساتھ ساتھ رقم بڑھتی جاتی ہے۔

اس استحصال کو جس طرح عملی شکل دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ محنت کشوں کو دی جانے والی اجرت کی قیمت کم ہو جاتی ہے۔ اس کی اللہ جل شانہ نے قرآن پاک میں بار بار ممانعت کی ہے:

وَلَا تَبۡخَسُوا ---------------------------

'لوگوں کو ان کی اشیاء میں گھاٹا نہ دو' (قرآن الاعراف:۸۵، ہود:۸۵ الشعراء:۱۸۳)

وہ مزدور رہنما جو قرآن کو کتاب ہدایت تسلیم نہیں کرتے شاید اب دیکھ سکیں کہ قرآن کس طرح ان کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ سود کے سبب مزدور سخت مشقت کر کے بھی اپنی جملہ ضروریات پوری نہیں کر پاتے۔

مسلمانوں کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے، حالانکہ یہ دشوار لگتا ہے، کہ ربا کاغذی کرنسی کی شکل میں کارفرما ہے جو ایک قانونی فریب ہے۔ اس کرنسی نے اس حقیقی دولت کی جگہ لی

جو ہمارے نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں رائج تھی۔ جیسے سونے اور چاندی کے سکے جن کی اپنی ایک قیمت ہوتی تھی۔ کاغذی کرنسی' الیکٹرونک منی اور پلاسٹک منی کی بذات خود کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ صرف اسے ایک قیمت دیدی جاتی ہے جو وقت گذرنے کے ساتھ گرتی جاتی ہے۔ یہ نظام اسی لئے بنایا گیا تھا کہ بینک اپنا منافع خوب بڑھا سکیں اور محنت کش غلامی کے برابر یعنی برائے نام اجرت حاصل کرسکیں۔

قرآن کی آخری وحی

قرآن پاک کی آخری وحی کے لئے اللہ رب العزت نے اس موضوع کا انتخاب فرمایا جس پر نہ صرف قرآن میں بلکہ توریت' زبور اور انجیل میں جامع ہدایات دی جاچکی تھیں۔ اس سے ربا کی ممانعت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہؓ ابن عباس دونوں کی روایت کردہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کی آخری آیت جو نبی اکرم ﷺ کی وفات سے ذرا قبل اتری وہ سورۃ البقرہ کی ۲۸۱ ویں آیت تھی۔

> 'حضرت عمر فاروقؓ کا ارشاد ہے کہ آخری آیت جو نازل ہوئی وہ ربا پر تھی لیکن اس کے متعلق وضاحت کرنے سے پیشتر ہی رسول کریمؐ دنیا سے تشریف لے گئے اس لئے نہ صرف ربا کو ترک کردو بلکہ جس پر اس کا شک ہو اسے بھی چھوڑ دو۔' (سنن ابن ماجہ، دارمی)
>
> 'ابن عباسؓ نے کہا اے لوگو جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو اور ربا میں سے جو باقی رہا ہے اسے چھوڑ دو' اگر تم سچ مچ مومن ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔
> (یعنی البقرہ آیات ۲۸۱-۲۷۹) آخری آیتیں تھیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتریں۔' (صحیح بخاری)

یہ آخری آیت نبی کریمؐ کے اس اعلان کی توثیق کرتی ہے جو آپ ﷺ نے عرفات

میں خطبۃ الوداع میں فرمایا تھا۔قرآن کی سب سے آخر میں نازل کردہ آیت یہی ہے۔

اَلَّذِينَ ------------------------------------

'جو اپنا مال صبح شام خرچ کرتے ہیں' خفیہ طور سے اور کھلے عام' انھیں کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم' (بشرطیکہ دولت جائز کام میں صرف کی جائے کیوں کہ اس سے معیشت ترقی کرتی ہے اور دولت کی گردش میں اضافہ ہوتا ہے۔)

لیکن جو لوگ ربا کھاتے ہیں وہ (اللہ کے حضور) نہیں کھڑے ہونگے مگر اس طرح جیسے شیطان نے انھیں چھوکر باؤلا کردیا ہو۔ یہ اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ربا تجارت کی طرح ہے۔(حالانکہ) اللہ نے تجارت کو جائز اور ربا کو ناجائز قرار دیا ہے۔(یعنی اللہ تعالیٰ کی ممانعت کی پرواہ نہیں کرتے)۔

پس جسے اپنے رب کی طرف سے نصیحت پہنچے وہ ربا سے باز رہے (لیکن ماضی میں جو کچھ لیتا رہا ہے) اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

اور جو نافرمانی کرے وہ اہل جہنم میں ہوگا اور سدا وہیں رہے گا۔اللہ ربا کو دباتا ہے (یعنی پھلنے پھولنے نہیں دیتا) اور صدقات کو (کئی گنا) بڑھاتا ہے اور اللہ گناہگار کافروں سے محبت نہیں کرتا (جو اس کی نافرمانی کرتے ہیں)۔

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اور نماز پڑھی اور زکوٰۃ ادا کی ان کا اجران کے رب کے پاس ہے تو انھیں کوئی خوف ہوگا نہ غم۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور جو ربا سے بچ رہا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم فی الواقعی مومن ہو۔لیکن اگر تم نے یہ نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لو۔ (اگر تم نے جنگ سے قبل توبہ کرلی تو) تمہارے لئے تمہارا اصل سرمایہ ہے نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔

اور اگر مقروض مشکل میں ہو تو اسے وقت دو تا آنکہ اس کے لئے ادائیگی آسان

ہو جائے۔لیکن اگر تم اس قرض کو معاف کر دو تو تمہارے لئے بہتر ہے' کاش تم جانتے۔

اور اس دن سے ڈرو جس وقت تمہیں (یعنی تمام بنی نوع انساں بشمول سود خوار مجرموں کے) واپس اللہ کے حضور لایا جائیگا۔تب ہر انسان دیکھ لیگا کہ اس نے کیا کمایا ہے اور کسی کے ساتھ ناانصافی نہیں کی جائیگی۔(قرآن: سورۃ البقرہ:۲۷۸۔۲۸۱)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ کچھ لوگ (لاعلمی یا ڈھٹائی کے سبب) سود کو تجارت کی طرح قرار دیتے ہیں۔حالانکہ جب کوئی تجارت کرتا ہے تو وہ فائدہ یا نقصان دونوں اٹھا سکتا ہے۔جبکہ سود میں نقصان کے امکان کو صریحاً نظر انداز کر کے صرف فائدے کی بنیاد پر سود لیا جاتا ہے جس سے یہ لین دین صرف ایک فریق کے حق میں چلا جاتا ہے اور اسی لئے اسے حرام قرار دیا گیا ہے۔

خدائے حکیم و دانا نے نبی اکرمؐ کی وفات سے کچھ قبل ایک اور وحی بھیجنا کیوں ضروری خیال کیا؟ اس نے وہ وقت کیوں پسند کیا جسے وحی کے لئے ممکنہ آخری وقت سمجھا جا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے سود کے متعلق احکام کیوں نازل فرمائے جب کہ وہ دین کو کامل اور اپنی نعمت کو پورا کر چکنے کا اعلان چند ماہ قبل حجۃ الوداع کے موقعے پر کر چکے تھے۔اور سود کا معاملہ جب پہلے ہی طے کر دیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر کیوں وحی نازل فرمائی؟

ان سوالات کے بہت اہم جواب دیئے جا سکتے ہیں۔ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ آخری لمحے کی وحی کسی ایسی بات کو دہرانے کے لئے تھی جو ایمان کی اہم کڑی تھی۔اور اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس معاملے میں دین کو مستقبل میں سخت خطرہ درپیش آنے والا تھا اگر ان پر اس کی اہمیت واضح نہ کی جاتی۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ سود کا مسئلہ آخری دور میں دوررس اثرات مرتب کریگا' اس لئے اللہ تعالیٰ نے جو عالم الغیب ہے' مومنوں کو پہلے ہی اس خطرے سے خبردار کر دیا۔اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

آخری وحی کے لئے ربا کا مضمون منتخب کرنے کا مقصد اس انذار اور تنبیہ کو اور پرُ

اثر بنانا بھی ہوسکتا ہے کیونکہ سود سے ایمان' آزادی اور ایمانی قوت کو گہرے خطرات لاحق ہیں۔ یہ مضمون اپنے دامن میں مسلم امہ کے لئے سنگین خطرات رکھتا ہے جو اس کے وجود ہی کو مٹا سکتا ہے اور نبی اکرم کی امت کی دیانت اور قوت ایمان کو مٹانے کی قوت رکھتا ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے اور اللہ بہتر جانتا ہے۔

رسول کریمؐ نے سود کو سب سے سنگین خطرہ قرار دیا تھا

ہماری رائے کی تصدیق رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ اس حدیث سے سود کے ذریعے دشمنان اسلام کی سازش کی اطلاع ملتی ہے۔

'ایک ایسا وقت بھی آئیگا' حضورؐ نے فرمایا' جب پوری انسانیت میں سے تمہیں ایک آدمی بھی ایسا نہ ملیگا جو سود نہ کھا رہا ہو۔ اور اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ وہ ربا نہیں کھاتا تو کم از کم اس کا غبار ہی اسے پہنچ رہا ہوگا' (سنن ابوداؤد)

اس طرح رسول کریم ﷺ نے واضح طور پر بتا دیا کہ امت کی دیانت کو سب سے زیادہ خطرہ سود سے ہوگا۔ اس طرح آخری وحی کے لئے سود کے انتخاب کی وجہ سمجھ میں آجاتی ہے۔

حضورؐ کی پیش گوئی آج پوری ہو چکی ہے۔ آج ربا دنیا بھر میں اقتصادی نظام کا حصہ ہے۔ یہ ہماری زندگی میں ہوا ہے۔ یہ درحقیقت سلطنت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد شروع ہوا۔ ۱۹۲۴ تک یورپ کا سودی نظام مسلم ممالک میں داخل نہیں ہوسکا تھا۔ لیکن یورپ مسلم ممالک کو قرضوں کا لالچ دے کر اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ مثلاً ترکی کی حکومت نے یورپ سے سود پر کافی قرض لے رکھا تھا۔ اس کی دشواریاں اتنی بڑھیں کہ اسے اقتصادی ناکامی سے بچنے کے لئے سیکولر یورپ کا ممبر بننا پڑا۔ یہ ۱۸۵۶ میں پیرس سیاسی معاہدے کے ذریعے ہوا۔ لیکن اس کی قیمت اس سے اپنے زیر سلطنت علاقوں

سے جزیہ ختم کروا کر وصول کی گئی۔ اس طرح سلطنت عثمانیہ کو قرض میں ریلیف حاصل ہوا۔ اسطرح خلیفہ نے قرآنی حکم سے سرتابی کی (التوبہ:۲۹)۔ درحقیقت جزیہ صرف حضرت عیسیٰ کے آنے پر ختم ہوگا:

'حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: ان (عیسیٰ) کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں۔ جب وہ زمین پر آئینگے تو تم انھیں ایک متوسط قامت اور سرخ بالوں والے شخص کے طور پر پہچان لوگے جنھوں نے دو زرد کپڑے پہن رکھے ہونگے۔ جب وہ نیچے دیکھیں گے تو ان کے سر سے قطرے ٹپکیں گے۔ وہ اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد کرینگے۔ وہ صلیب کو توڑ دینگے' سور کو قتل کردینگے اور جزیہ ساقط کردینگے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کے سوا تمام ادیان کو ختم کردیگا۔ وہ دجال کو قتل کردینگے اور زمین میں چالیس برس قیام کرینگے۔ پھر ان کا انتقال ہوجائیگا'۔

ربا کے ذریعے جو مالی استعمار پیدا ہوا ہے خلافت عثمانیہ کا خاتمہ اس کی ایک کلاسیکی مثال ہے۔ ہنری کیسنجر نے جدید دور میں اسی حکمت عملی پر عمل کرکے سویت یونین کا خاتمہ کردیا۔ اس واقعے سے علماء اسلام کی آنکھیں کھل جانی چاہیے تھیں۔ مگر افسوس ایسا نہ ہوسکا۔ آج IMF اور ورلڈ بنک اسی حکمت عملی پر عمل کرکے بڑی آسانی سے اپنا مقصد پورا کررہے ہیں۔ نہ صرف اسرائیل کی سیکولر ریاست ربا پر مبنی ہے بلکہ وہ فلسطینی انتظامیہ کو اسی خونیں عمل کے ذریعے ختم کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ سود کے ذریعے ہدف غربت اور افلاس میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ یورپی یہودی سازش کی کامیابی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی ریاست کی جگہ سیکولر ریاست نے لے لی۔ سروری اللہ تعالیٰ کے بجائے ریاست کو دیدی گئی جو شرک ہے! اقبال نے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے:

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے ایک وہی باقی بتان آذری

یقیناً ۱۹۲۴ سے ربا مسلم ممالک کی معاشی زندگی میں پوری طرح سرایت کر چکا ہے۔ مالی استعمار جو ربا میں پنہاں ہے اس نے پورے عالم اسلام کا گلا ان کے دشمنوں کے ہاتھ میں دیدیا ہے جو تیز دھار خنجر لئے بیٹھے ہیں۔ بلاشبہ پوری دنیا اس وقت ربا اور شرک کی گرفت میں ہے۔ نبی کریمؐ کی ربا سے متعلق پیش گوئی پوری ہو گئی ہے۔ کاغذی کرنسی اور پلاسٹک و الکٹرونک منی میں ربا پنہاں ہے اور اس نے پوری مارکیٹ کو کرپٹ کر کے رکھدیا ہے۔ آج کا فری مارکیٹ دراصل چوروں کا ٹولہ ہے جس میں طاقتور کمزور کا استحصال کرتا ہے۔حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ آدمیت پر ایک وقت آئیگا جب انسان انسان کو کاٹ کھائیگا۔اس کے علاوہ رسول اکرم ﷺ نے ربا کے خلاف سخت ترین الفاظ استعمال فرمائے::

'حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ربا کے ستر حصے ہیں اور ان میں سب سے ہلکا اس جرم کے برابر ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے نکاح کرلے' (سنن ابن ماجہ' بیہقی)

'عبداللہ بن حنظلہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ربا کا ایک درہم جو کوئی جان کر وصول کرے ۳۶ دفعہ زنا کرنے سے بدتر ہے۔ایسی حرام کی کمائی سے پلے ہوئے جسم کے لئے آگ ہی موزوں ہے'

'ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ معراج کی شب مجھے ایسے لوگ دکھائے گئے جن کے پیٹ مکانوں کی طرح بڑے تھے جن میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے نظر آرہے تھے۔میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا یہ کون ہیں تو معلوم ہوا یہ وہ لوگ ہیں جو ربا کھاتے تھے۔' (مسند احمد؛سنن،ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول مقبولؐ کا ارشاد ہے کہ چار قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں نہیں جانے دے گا اور اس کے لئے وہ بالکل

برحق ہوگا ۔ وہ جو شراب کا عادی ہو، وہ جو ربا لیتا ہو، وہ جو کسی یتیم کا مال کھا جائے اور وہ جو اپنے والدین کی پرواہ نہ کرے۔' (مستدرک، حاکم، کتاب البیوع)

سمرہ ابن جندبؓ روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ آج میں نے خواب دیکھا کہ دو آدمی آئے اور مجھے ایک مقدس زمین لے گئے پھر مجھے ایک لہو کی ندی پر لے جایا گیا جہاں ایک آدمی کھڑا تھا اور اس کے کنارے پر ایک شخص کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں پتھر تھے ۔ جب ندی کے درمیان کھڑا آدمی باہر آنے لگتا دوسرا اس کے منھ میں پتھر پھینک کر پھر اسے ندی کے درمیان دھکیل دیتا۔ وہ پھر باہر آنے کی کوشش کرتا مگر دوسرا آدمی اسے پھر دھکیل دیتا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں تو جواب ملا جو شخص خون کی ندی سے باہر نہیں آ پا رہا وہ سود کھانے والا ہے۔ (صحیح بخاری)

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ سود لینا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ شرک کے سوا ہر گناہ اس سے کم تر ہے۔ اس گناہ کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے ارض مقدس کی ملکیت جائز نہیں ہوسکتی۔

کاغذی کرنسی کی بے وقعتی کے متعلق نبی اکرمؐ کی پیش گوئی

یہ انتہائی اہم ہے کہ مسلمان نبی اکرم ﷺ کی کاغذی کرنسی کے بے کار ہو جانے کی پیش گوئی کے متعلق پیش گوئی کو نہایت توجہ سے پڑھیں۔

'ابی بکرؓ ابن ابی مریم نے بتایا کہ انھوں نے نبی اکرمؐ سے سنا ہے کہ انسانیت پر ایک ایسا وقت آئیگا جب درہم اور دینار (یعنی سونے کے سکوں) کے سوا کوئی سکہ کار آمد نہیں رہے گا' (مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی پوری ہو چکی ہے۔ آج کا مالیاتی نظام ایک کھلا ہوا فراڈ ہے۔ مصنوعی روپیہ حقیقی روپیہ کی طرح نہیں ہوتا کیوں کہ حقیقی روپے کی

ایک اپنی قیمت ہوتی ہے جبکہ کاغذی روپیہ کاغذ کے ایک پرزے کے سوا کچھ اور نہیں۔ اس کی قیمت بازار کی قوتیں یعنی طلب اور رسد مقرر کرتی ہیں۔ اس کی قیمت اس وقت تک ہے جب تک اس کی مانگ برقرار ہے اور لوگوں کا اعتبار اس پر قائم ہے۔ طلب کا انحصار اعتبار پر ہے جسے با آسانی بڑھایا یا گھٹایا جا سکتا ہے۔ ملایشیا کے وزیر اعظم جناب مہاتیر محمد نے دیکھا کہ ایک سازش کے تحت ان کے سکے کی قیمت گرانے کی کوشش کی جارہی ہے تو انھوں نے مؤثر اقدام کر کے اس کا تدارک کیا جبکہ انڈونیشیا فوری فیصلہ نہ کر سکا اور اسے اس کی بھاری قیمت سکے کی بے وقعتی کی شکل میں دینی پڑی۔ جب تک حکومتیں نام نہاد فری کرنسی مارکیٹ کو کنٹرول کرتی تھیں وہ سکے کی قیمت کو بچا سکتی تھیں۔ لیکن آج مارکیٹ بین الاقوامی گروہوں اور گروپوں کے ہاتھ میں چلی گئی ہے جو جس سکے کی قیمت چاہے گرا سکتے ہیں اور جس کی قیمت چاہے بڑھا سکتے ہیں۔

جب وہ کوئی افواہ یا سازش کے ذریعے کسی ملک کے سکے کی قیمت گرانا چاہیں اس میں کامیاب رہتے ہیں۔ یہی نبی اکرم کی پیش گوئی کی تکمیل ہے۔ (مثال کے طور پر پاکستانی روپیہ اپنی قدر صرف بیس سال کے عرصے میں آدھی سے زیادہ کھو چکا ہے۔ مترجم)

روپے کی قیمت کم ہونے کو 'سکے کا پگھلنا' کہا جاتا ہے جو صورتحال کی صحیح عکاسی کرتا ہے۔ اسی تکنیک کا سہارا لے کے یورپی یہود اپنی ایک ہزار سالہ جد و جہد کے بعد اپنی عالمی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائینگے۔ جن کے پاس اصل دولت ہے وہ اس حال میں بھی باقی رہ جائینگے لیکن کاغذی یا پلاسٹک دولت کے مالک تباہ ہو جائینگے۔ جو سازشی اس 'پگھلنے' کا اہتمام کرینگے سب سے زیادہ نفع کمائینگے۔ عوام اپنی دولت سے محروم ہو کر غلام بن کر رہ جائینگے۔ یہ وہ مالی قتل عام ہے جو یقیناً ہو کر رہے گا۔

نبی اکرم ﷺ کے علاوہ اور بھی لوگ اب اس 'پگھلنے' والی صورتحال کی پیش بینی کر رہے ہیں۔ جوڈی شیلٹن نے اپنی شاندار کتاب کا عنوان یہ رکھا ہے 'دولت کا پگھلنا اور

نئے عالمی کرنسی نظام کا قیام' (نیویارک' فری پریس، ۱۹۹۴)۔ہمیں نہیں بھولنا چاہیئے اور نہ لوگوں کو بھولنے دینا چاہیئے کہ جنوری ۱۹۸۰ میں ڈالر کی قیمت اتنی گر گئی تھی کہ ۸۵۰ ڈالر میں ایک آؤنس سونا ملنے لگا۔ جبکہ ۱۹۷۱ میں یہ صرف ۳۵ ڈالر فی اونس تھا۔ آج کل مصنوعی تدابیر کے ذریعے اس کی قیمت ۲۸۰۔۳۰۰ کے درمیان رکھی جارہی ہے۔ یہ کمی ایرانی انقلاب کے ضمن میں آئی تھی۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ۱۹۷۳ء میں پیش آیا تھا جب عرب تیل بندش کے سبب ڈالر ۴۰۰ فی صد گر گیا تھا اور سونے کی قیمت ۴۰ ڈالر سے بڑھ کر ۱۶۰ ڈالر ہوگئی تھی۔

آئندہ جب یہود امریکی ڈالر کو گرائینگے تو ان کا مقصد اپنی عالمی حکومت کا قیام ہوگا۔ کاغذ کا بنا ہوا ڈالر بے قیمت اور بے حقیقت ہے۔

اس زوال کا سب سے زیادہ فائدہ اسرائیل کو پہنچے گا۔ کیونکہ جو لوگ بینکوں کو کنٹرول کرتے ہیں وہی دولت کو کنٹرول کرینگے۔ حکومت اب کرنسی شائع نہیں کر سکے گی بلکہ یہ کام بینک کرینگے۔ اور انھوں نے پلاسٹک منی شائع کرنا شروع کر دی ہے۔ ڈالر کا زوال غالباً اس وقت ہوگا جب اسرائیل عالم عرب پر اپنا بڑا حملہ شروع کریگا۔ اور ساری دنیا کی مخالفت کے باوجود اس سے باز نہیں آئیگا۔ اس سیاسی اور فوجی کامیابی اور مالیاتی شعبے میں برتری کا مظاہرہ کر کے اسرائیل ایک عالمی قوت کی حیثیت اختیار کر لیگا۔ اس مصنف کا خیال ہے کہ ایسا آئندہ پانچ سے دس سال میں یا اس سے بھی پہلے ہوگا۔ اسرائیل امریکہ اور سلامتی کونسل کی کئی مرتبہ حکم عدولی کر چکا ہے مثلاً جب جینین پناہ گزین کیمپ میں اسرائیل کے قتل عام کے بعد اس کے خلاف کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔

ربا کے حملے کی حقیقت کیا ہے؟

جن قوتوں نے اسرائیل کا قیام ممکن بنایا وہ ربا کے عالمگیر پھیلاؤ کی بھی ذمہ دار ہیں۔ قرآن ان قوتوں کو یاجوج اور ماجوج کی قوتیں قرار دیتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ

نے دجال کے فتنے کے بارے میں تفصیل سے بتایا ہے کہ اس دور میں سود عام ہو جائیگا۔ مایہ ناز اسلامی اسکالر ڈاکٹر اقبالؒ نے ۱۹۱۷ میں یہ اعلان کر کے سب کو حیرت زدہ کر دیا کہ جن یاجوج ماجوج کی رہائی کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے' وہ رہا ہو چکے ہیں۔ اس لئے امت میں ربا کی گہری رسائی صاف طور پر ان قوتوں کی کارفرمائی ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے خود امت کی آزمائش کے لئے اٹھایا ہے۔

ربا کی اس سرائت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بنی نوع انسان بالخصوص امت مسلمہ ازل سے آج تک سب سے بڑی آزمائش سے گذاری جائیگی۔ شر کی ان قوتوں کا ایک اور کام یہ ہے کہ یہود کو یہ فریب دے کر کہ ان کا سنہرا دور آپہنچا ہے' انھیں سب سے بڑی سزا تک پہنچا دیں۔ اس سزا کا تعلق بھی ربا ہی سے ہے۔ یہود روحانی طور پر اتنے اندھے ہیں کہ بڑی خوشی سے کشاں کشاں اپنی سزا کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ مگر رونا تو یہ ہے کہ مسلمان بھی روحانی طور پر کورچشم ہو گئے ہیں۔ (شاید اس لئے کہ وہ دین یعنی قرآن کو پس پشت ڈال کر فقہ اور فرقوں میں کھو گئے ہیں۔ مترجم)

اللہ تعالیٰ یہود سے جنگ فرمائیگا

اللہ تعالیٰ نے سود کے خلاف اتنی زوردار زبان استعمال کی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ سود ہی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالی کا غیظ سود خواروں کے خلاف اتنا زیادہ ہے کہ قیامت کے روز وہ اس کے حضور شیطان کے بہکائے ہوئے مجنونوں کی طرح کھڑے ہونگے۔ جب یہود کی ریاست ربا میں ملوث ہوگی تو اللہ تعالی آخرت میں انھیں سزا دینے سے قبل دنیا میں بھی ان سے جنگ فرمائیگا۔ (قرآن البقرہ:۹۔۲۷۸)

یہ کتاب اپنے قارئین کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول کروانا چاہتی ہے کہ عالمی بینکنگ نظام کو یہود کنٹرول کر رہے ہیں۔ مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ ربا کی ممانعت کو کتنی اہمیت دیتے ہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی مقدس کلام میں اتنی سخت زبان استعمال نہیں کی۔ اگر کسی کے ذہن میں ابھی تک کوئی شبہ تھا تو اسے ختم ہو جانا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود سے جنگ کا دوبار مظاہرہ کیا ہے جسے پاکستان جیسے ملکوں کو خوف وخشیت سے یاد کرنا چاہیئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد یہود نے توریت کو مسخ کرنا شروع کر دیا۔ ہارورڈ کے تربیت یافتہ امریکن بائبل اسکالر رچرڈ فریڈ مین نے اسے پوری طرح ثابت کر دکھایا ہے۔ ان کی کتاب کا نام ہے: 'بائبل کو کس نے لکھا' (نیویارک: ہار پر اینڈ رو)۔ اسرائیلیوں نے توریت میں سے تمام حوالے مٹا دیئے جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عرب میں مسجد بنانے کا ذکر ہے۔ کعبہ اور حج اب توریت میں کہیں نظر نہیں آتے۔ انھوں نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا نام ذبیح بیٹے کی حیثیت سے مٹا کر ان کی جگہ حضرت اسحٰقؑ کا نام لکھدیا حالانکہ اسحٰقؑ اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے جب حضرت اسمٰعیلؑ نے اپنی قربانی پیش کی۔ فی الحقیقت قرآن میں اس بچے کا ذکر حلیم کی حیثیت سے کیا گیا ہے جبکہ بی بی سارہ کے بیٹے کا ذکر علیم کی حیثیت سے کیا گیا ہے۔ (صافات: ۱۰۱) اور (الحجر: ۵۳)۔ انھوں نے عرب کو فلسطین سے بدل دیا اور زمزم کے چشمے کو جو حضرت جبرائیل کے ایڑی مارنے سے پھوٹا تھا اسے فلسطین کے ایک کنویں سے بدل دیا۔ انھوں نے حضرت اسمٰعیل کی توہین کی اور انھیں اللہ کے وعدے سے خارج کر دیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم ہونے کا اعزاز تنہا حاصل کر سکیں۔ اور ان کی بدترین تحریف ربا کی ممانعت کو اجازت سے بدلنا تھا۔ (کتاب استثناء: ۱۔۲۰)

اللہ تعالیٰ نے اس سنگین جرم کی سزا ان کے خلاف اپنی ایسی مخلوق بھیج کر دی جو جنگ کرنے میں ماہر تھے۔ بیبیلو نیا کے بادشاہ بخت نصر نے فلسطین پر حملہ کر کے اسرائیلی ریاست کو تہس نہس کر دیا اور اسرائیلیوں کو شکست دے کر تمام مردوں کو غلام اور عورتوں کو کنیز بنالیا۔ اس نے حضرت سلیمانؑ کی مسجد کو بھی گرا دیا۔ وہ تمام قیدی اسرائیلی مرد وزن

کو باندھ کر اپنے ساتھ لے گیا۔(الاسراء: ۵،۴)۔ یہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی جنگی صلاحیت کا ایک خوفناک مظاہرہ تھا۔

دوسرا مظاہرہ اس وقت ہوا جب رومن شہنشاہ ٹائیٹس نے یروشلم پر حملہ کر کے اسے فتح کرلیا اور ھیکل سلیمانی کو تباہ کر دیا (الاسراء:۱۰۴)۔ یہ بھی ربا کی سزا کے طور پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تین پیغمبر حضرت زکریاؑ' حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اسرائیلیوں کی رہنمائی کے لئے بھیجے۔ جن لوگوں نے ان انبیاء کا انکار کیا وہ یہود کہلائے۔ ان یہود نے حضرت زکریاؑ کو مسجد میں قتل کیا۔ (میتھیو: ۳۵:۲۴)۔ حضرت یحییٰؑ کا سر قلم کیا گیا۔ اور آخر میں یہود نے فخر کیا کہ انھوں نے کس طرح حضرت عیسیٰ کو قتل کر دیا۔ ان تینوں واقعات میں ان انبیاء نے ان کی مذمت کی۔ جس میں توریت میں تحریف کی مذمت اور ربا کو جائز کر لینے کی مذمت بھی شامل تھی۔ مثال کے طور پر حضرت عیسیٰ مسجد اقصیٰ میں تشریف لے گئے اور انھیں ربا کے لین دین میں مصروف پایا تو انھوں نے انھیں بددعا دی' ان کی میزیں الٹ دیں اور ان کا پیچھا کر کے انھیں مسجد سے نکال باہر کیا اور کہا: 'تم نے اللہ کے گھر پر قبضہ کر کے اسے چوروں کا اڈہ بنا دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان انبیاء کرام نے انھیں سود کے لین دین سے منع کیا تھا اس لئے انھوں نے انھیں قتل کر دیا۔ اور پھر سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ایسے لشکر بھیجے جنھوں نے یہود کو شکست دے کر تہس نہس کر دیا۔ اور اب اللہ تعالیٰ امام مہدی کی فوج کے ذریعے انھیں تباہ کر دیگا۔

ربا کی قباحت اس وقت اور واضح ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ جب ابرہہ نے کعبے کو ڈھانے کے لئے اپنا لشکر بھیجا تو اللہ تعالیٰ نے مداخلت فرمائی اور ابابیلیں بھیج کر اسے تباہ کر دیا (قرآن: الفیل: ۵-۱) حالانکہ اس وقت کعبہ بتوں سے بھرا ہوا تھا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے سود کی سزا کے طور پر دو دفعہ لشکر بھیج کر ہیکل سلیمانی کو برباد کر دیا حالانکہ اس میں بت نہ تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ربا سے اللہ تعالیٰ کا غصہ کس قدر بھڑکتا ہے۔

یہود کے لئے انتہائی سنگین وارننگ' انکے سیکولر ریاست کے شرک کے سبب اور

ربا کی بدعملی کے باعث، ہے کہ وہ دونوں کے سبب ارض مقدس کی وراثت کے مستحق نہیں رہے اور اللہ تعالیٰ اس کا جواب، جیسا کہ قرآن پاک میں وعدہ کیا ہے، اپنی سزا کو دہرا کر دینگے۔

☆☆☆

ضمیمہ ا

بحر گیلیلی

(جھیل کناریٹ یا جھیل طبریاس)

بحر گیلیلی ارض مقدس کے لئے تازہ پانی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اسرائیلی، فلسطینی اور اردنی اپنی پانی کی ضروریات کے لئے بحر گیلیلی پر انحصار کرتے ہیں۔ اگر بحر گیلیلی کا پانی خشک ہو جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی فرمائی ہے، تو یہودی سمندر کے نمکین پانی کو میٹھا بنا کر اپنا گذارا کر سکتے ہیں لیکن فلسطینی اور اردنی باشندوں کے لئے کوئی متبادل نہیں ہے۔ وہ اسرائیل کے ہاتھوں یرغمال بن جائینگے جنھیں اس سے پانی خرید کر گذارا کرنا پڑیگا۔ اور رفتہ رفتہ یہ قیمت ان کے لئے گراں سے گراں تر ہوتی جائیگی کیونکہ اسرائیل کی معیشت ربا پر استوار ہے۔ اس لئے یا تو انھیں سیاسی طور پر اسرائیل سے سمجھوتہ کرنا ہوگا یا اپنی پوری آبادی کے لئے موت قبول کرنی ہوگی۔

جھیل طبریاس میں پانی کی سطح اس قدر گر چکی ہے کہ زیادہ عرصہ نہ لگے گا جب اسرائیل اپنا خوفناک پانی کا پتہ استعمال کریگا۔ یوری ساگئے میکوروٹ کا چیئرمین ہے۔ ماضی قریب میں اپنے ایک بیان میں اس نے کہا: 'ملک کے پانی کے ذخائر خوفناک حد تک کم ہو گئے ہیں اور حکومت اس مسئلے سے نمٹنے کے لئے ضروری کوشش نہیں کر رہی'۔ اس نے ترکی سے تازہ پانی منگوانے کی تجویز کو مسترد کرتے ہوئے کہا

''ملک کے زیر زمیں ذخائر بہت کم ہو چکے ہیں، بحری زیر زمین ذخائر بھی اور پہاڑی زیر زمین ذخائر بھی۔ درحقیقت کناریٹ کے ذخائر تقریباً خشک ہو چکے ہیں اور

اس سطح پر پہنچ چکے ہیں جہاں پائپ کے ذریعے انھیں باہر لانا ناممکن ہو گیا ہے۔''

پانی کی سطح کتنی کم ہو چکی ہے؟ ایزاک گال' کنا ریٹ جھیل انتظامیہ کے ایک پرانے ممبر نے بتایا ہے کہ ہم نے جو ریسرچ کی ہے اس کے مطابق گذشتہ ۱۵۰ سال میں پانی کی سطح کبھی اتنی کم نہیں ہوئی۔ ہم نے ماضی میں کافی دور جا کر تحقیق کی ہے اور ہمیں معلوم ہوا ہے کہ رومن دور سے اب تک پانی کی سطح کبھی اتنی کم نہیں رہی۔

ساگوئے نے بتایا کہ' اگر صورتحال میں کوئی بنیادی تبدیلی نہ آئی تو اگلے سال روزمرہ ضروریات کے لئے پانی نہ رہے گا۔ یقیناً اگلے سال ایک تباہی درپیش ہے۔ جھیل کنا ریٹ کی مقتدرہ زوی اور ینبرگ نے جھیل کنا ریٹ کی صورتحال کو سنگین قرار دیا ہے۔ اگر وہ زوردار بارش نہ ہوئی جس کی ہم سب امید کر رہے ہیں تو تباہی کا سامنا کرنا ہوگا۔ پانی میں ویسے ہی نمکیات بہت بڑھ گئے ہیں۔

(اس موضوع پر ڈیوڈ روج کے کئی مضامین یروشلم پوسٹ میں چھپ چکے ہیں۔ ان میں سے ایک کا عنوان ہے' حکومت پانی کے بحران کی سنگینی کو نظر انداز کر رہی ہے'۔ ۵ دسمبر ۲۰۰۰ء۔ ماضی قریب کے مضامین صورتحال کی ایک سنگین تصویر پیش کرتے ہیں۔ مالی رکاوٹوں کے سبب ہم ان تمام مضامین کو یہاں نقل کرنے سے قاصر ہیں۔

ضمیمہ نمبر۲

ابن خلدون۔اقبال اور 'یروشلم قرآن میں'

اس کتاب کی پہنچ ان اہل فکر تک بھی ہوئی جو علامہ ابن خلدون (مقدمہ) اور علامہ اقبال (اسلام میں دینی فکر کی تشکیل نو) سے متاثر ہیں۔

یہ دونوں مفکرین اسلام امام مہدی کے آنے میں یقین نہیں رکھتے۔اس مصنف کی ناچیز رائے میں ان نابغہ عصر مفکرین نے یہ رائے قائم کرکے پہاڑ جیسی غلطی کی ہے۔ ڈاکٹر اقبال تو شاید خلافت کی بحالی میں بھی یقین نہیں رکھتے کیونکہ وہ ترکی کے معاملے میں اجتہاد کو پارلیمنٹ کا حق تسلیم کر بیٹھے۔اس طرح تو دجال اور حضرت عیسیٰ کی واپسی پر یقین بھی متاثر ہوجاتا ہے۔اقبال امام مہدی کے موضوع پر کہتے ہیں:

'(نبوت کی تکمیل کا نظریہ) اس نفسیاتی بے عملی کا علاج بھی ہے جو رجال غیب کی آمد کی امید میں عمل سے کنارہ کش ہوجاتی ہے اور تاریخ کے متعلق غلط نظریہ قائم کرلیتی ہے۔ابن خلدون نے اپنے نظریۂ تاریخ کی روشنی میں اس ماجین نظریے کو پوری طرح غلط ثابت کردکھایا جو اسلام میں در آیا تھا۔'' اسلام میں دینی فکر کی تشکیل نو۔ابن خلدون اور اقبال دونوں اتنے بلند پایہ مفکر ہیں کہ ان کے قائم کردہ کسی نظریے کے متعلق اعتراض کرنے سے پہلے بار بار سوچنا پڑتا ہے۔لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی جس تاریخی عمل کے تحت ممکن ہوگی اسے سمجھنے میں ذرا سی سہو کے سبب وہ اس نتیجے پر پہنچے جو انھیں غلط

سمت میں لے گیا۔ وہ تاریخی عمل کیا تھا؟ حضرت یحییٰؑ سب کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی نوید سناتے رہے اور ان کی آمد پر انھیں پہچان کر تصدیق کی کہ یہ وہی ہیں جن کی آنے کی نوید میں تمہیں سناتا آیا ہوں۔ اسی طرح حضرت امام مہدی انھیں پہچان کر دوسروں کو ان سے متعارف کروائیں گے۔ یہ مثبت پہچان کا خدائی نظام ہے جو ماضی میں بھی کارفرما تھا اور آئندہ بھی ہوگا۔

جب امام مہدی آئینگے اور اعلان کرینگے کہ وہ امام مہدی ہیں تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ اب حضرت عیسیٰ کی واپسی متوقع ہے۔ جب حضرت عیسیٰؑ تشریف لائینگے تو وہ امام مہدی کے سامنے اترینگے اور وہ انھیں پہچان کر ان کی تصدیق کرینگے کہ وہ عیسیٰ ابن مریم ہیں۔

اس طریقہء کار میں ایک مطابقت پائی جاتی ہے۔ اگر ابن خلدون نے اللہ تعالیٰ کی اس مصلحت پر غور کرلیا ہوتا تو انھیں امام مہدی کے متعلق تمام احادیث کو مسترد کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ اور اقبال ان کی تقلید کر کے غلط نتیجے پر نہ پہنچتے۔

ہم یہاں یہ بھی بتاتے چلیں کہ امام مہدی جن کی آمد حضرت عیسیٰؑ کی آمد کے ذرا پہلے ہوگی یہودی صحائف میں بھی ان جیسے دو کردار ملتے ہیں۔ یہ وقت کے خاتمے پر آئینگے اور پہلا سلطانی مسیحا ہوگا اور دوسرا درویش مسیحا ہوگا۔ حائم زعفرانی نے بحر مردار کے صحف کے متعلق یہ لکھا ہے:

> 'کچھ اور صحایف کے ذریعے اور قمران تحریروں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ایک منتخب اعلیٰ پیشوا کا انتظار ہو رہا ہے اور ایک مقرر کردہ بادشاہ کی راہ دیکھی جارہی ہے۔ یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ قاہرہ اور دمشق دستاویز (سی ڈی ۷:۲۰) سلطانی مسیحا ایک بادشاہ نہیں کہلائیگا بلکہ شہزادہ۔ دو مسیحاؤں کا تصور ایک شاہانہ اور ایک فقیرانہ شاید زکریا علیہ السلام کے صحائف سے آیا ہے۔ یہ دونوں پوری زمین کے مالک کے روبرو کھڑے

ہونگے۔(انسائیکلوپیڈیا جوڈیکا)

اس کے علاوہ ایک تیسرا شخص جو حضرت محمدﷺ کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا:

جو قانون قمران کی پیشوا برادری نے اپنے معلم سے حاصل کیا ان کی لائحہ عمل تھا جب تک آنے والا نبی جو ہارون اور اسرائیل کی طرح ہوگا۔

(قرآن۔صحیفے۔۹:۱۱)(انسائیکلوپیڈیا جوڈیکا۔امید)

ضمیمہ نمبر ۳

پس چہ باید کرد

آپ نے مستحکم دلائل اور موثق حوالہ جات پر مبنی فضیلۃ الشیخ عمران نذر حسین کی کتاب پڑھی۔ فاضل مؤلف نے اپنی شاندار تالیف پر اکتفانہ کرتے ہوئے بعد میں پیش آنے والے واقعات پر بھی اظہار خیال کیا ہے جو آپ آئندہ سطور میں پڑھیں گے۔ ان سے جناب عمران صاحب کے اخذ کردہ نتیجے کی تصدیق ہوتی ہے کہ آخری دور شروع ہو چکا ہے۔ لیکن اس سے قبل دو سوال جنھوں نے مجھے عرصے سے الجھا رکھا ہے وطن عزیز کے دانشور اور علماء حضرات کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا مسئلہ ہے کہ دنیا بھر میں آخری دور، قرب قیامت اور Dooms day اور armaggedon کا شور بر پا ہے۔ عیسائیت کے مختلف فرقے آثار قیامت کی بات کر رہے ہیں۔ بعض کو بشارتیں ہوئی ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی واپسی قریب ہے۔ کچھ نے خواب دیکھے ہیں جن سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ مثلاً کسی نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک بہت بڑا، تقریباً گھوڑے کے برابر سفید کبوتر اٹھا کر لے جا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ بڑے دن آ رہے ہیں۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی قریب ہے۔ دانائے راز اقبالؒ نے اپنی خوبصورت نعت میں، اردو جس کا مثیل پیش کرنے سے قاصر ہے، فرمایا:

تیرہ و تار ہے جہاں گردش آفتاب سے
طبع جہاں تازہ کر جلوۂ بے نقاب سے

یعنی اے دانائے سبل ﷺ آپ کے وصال کو صدیاں بیت گئی ہیں اور سورج کی

گردش نے دنیا کو سیاہ اور تاریک کر دیا ہے۔ لہٰذا امت کا شوق تازہ کرنے کے لئے امام مہدی یا عیسیٰ علیہ السلام کو بھجوائیں تا کہ لوگوں کے دل میں آپ ﷺ کی خفتہ محبت پھر سے بیدار ہو جائے۔

ہمارے اہل تشیع بھائیوں کی جانب سے بھی حضرت امام مہدی کی آمد کے اشتہار لگائے گئے اور ان میں حج کا شوق عود کر آیا۔ شیعہ دوستوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ان کی روایات کے مطابق عرب کا ایک بادشاہ جس کا نام عبداللہ ہوگا، قتل ہو جائے گا اور اس کے بعد لوگ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے سوا کسی کی قیادت پر راضی نہ ہوں گے اور شورش اور ہنگامہ آرائی کے سبب حج رک جائے گا۔ لہٰذا ہم اس سے پیشتر حج کی سعادت حاصل کر لینا چاہتے ہیں۔ میں فرقہ واریت میں یقین نہیں رکھتا مگر سوچتا ہوں کہ امت مسلمہ کے سواد اعظم پر یہ کیسی غفلت طاری ہے کہ زیادہ تر لوگوں کو نہ آخرت کا خیال آتا ہے اور نہ قیامت کی نشانیوں کا اور ہر کوئی اپنے مشاغل میں گم ہے۔ کہیں اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ ہمارا فوکس دین کے بجائے دنیا پر ہے؟ یا ہم مقلد اور غیر مقلد کی بحث میں ابھی تک الجھے ہوئے ہیں؟ یا بریلوی اور دیوبندی کے تنازعے کو حق و باطل کی جنگ سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں؟ یہ کون لوگ ہیں جو مسجدوں کے میناروں کی اونچائی کے مقابلے میں لگے ہوئے ہیں یہ جانتے ہوئے کہ حضور ﷺ نے اسے قیامت کی نشانی قرار دیا تھا۔ کہاں ہیں وہ مشائخ جو امت کی رہنمائی کے لئے مقرر کئے گئے تھے؟ کہاں ہیں وہ علماء جنھیں حضور ﷺ نے بنی اسرائیل کے انبیاء کے ہم پلہ قرار دیا تھا؟ کہاں ہیں وہ صلحاء جو امت کی نجات میں اپنی نجات دیکھتے تھے؟ صاف نظر آتا ہے کہ امت کا زوال انتہا کو پہنچ چکا ہے۔

بہر حال اپنی عاقبت کی فکر کرنا ہمارا انفرادی فرض ہے اور کل اللہ کے حضور اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے۔ وہاں یہ عذر کام نہیں آئے گا۔ کہ ہمارے علماء نے ہمیں قیامت قریب آنے کے متعلق کچھ بتایا نہ تھا۔ اس سوال کو ہر مکتبہ فکر کے علماء کی چشم

التفات کے سپرد کر کے اپنے دوسرے مخمصے کا ذکر کرتا ہوں۔

یہ دنیا نہایت حسین ہے اور خالق اکبر کی صناعی کا شاہکار ہے۔ بقول احمد ندیم قاسمی

جس بھی فنکار کا شاہکار ہو تم
اس نے صدیوں تمہیں سوچا ہوگا

پوری کائنات تناسب، تنوع اور ترتیب کا ایک حسین مرقع ہے۔ فضائے بسیط کی لامتناہی پہنائیوں کو دیکھیں یا سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں جھانکیں، نہایت حسین و جمیل تخلیقات کے بے مثل نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اور دل صناع حقیقی کی عظمت سے بھر جاتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ اتنی محنت سے تعمیر کردہ دنیا تباہ فرما دے گا؟ کیا وہ رحیم و شفیق رب معصوم بچوں اور اسلام میں بوڑھے ہونے والے ضعیفوں کا لحاظ کئے بغیر اس خوبصورت کائنات کو موت کے حوالے کر دے گا؟

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے لئے کوئی تاریخ یا ساعت مقرر نہیں ہے۔ لیکن جب دنیا ظلم و جور اور فتنہ و فساد سے بھر جائے۔ جب مظلوم مخلوق چیخ چیخ کر مدد کے لئے پکارے اور انسانیت مظلوموں کی دادرسی کو نہ آئے اور اپنے عیش و عشرت میں مگن رہے تو منصف و مستعان خدا کے پاس اس کے سوا کیا حل رہ جاتا ہے کہ انسان کو دی گئی مہلت عمر ختم کر کے یوم حساب کو آواز دے دے۔ ۵۸ برسوں سے ہمارے فلسطینی بھائیوں کو نہ صرف بے گھر کر دیا گیا ہے بلکہ ان کے عارضی کیمپوں اور پناہ گاہوں کو قتل عام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ان کے نونہال قتل کئے جا رہے ہیں۔ ان کی بے بسی اور لاچاری کا یہ عالم ہے کہ وہ روز کی روٹی کے لئے اپنے دشمن کے محتاج ہیں اور اسرائیلی آقا جب چاہیں ان کا داخلہ روک کر انھیں فاقہ کشی پر مجبور کر دیں۔ حمس کی حکومت کے ادنیٰ اور اعلیٰ اہلکاروں کو تنخواہ سے محروم کر کے عوام کی منتخب کردہ حکومت کو کام کرنے سے روک دیا گیا۔ اور ایسے ہی مظالم کا سلسلہ افغانستان، عراق، سوڈان، صومالیہ، چیچنیا اور کشمیر سے الجیریا تک پھیلا ہوا ہے اور انسانیت کا اجتماعی ضمیر اپنے مظلوم اور ستم رسیدہ بھائیوں کا درد

محسوس کرنے سے قاصر رہے تو کیا خدائے عظیم و برتر بھی اپنی عزیز مخلوق کی تباہی کا خاموشی سے نظارہ کرتا رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف سے بعید ہے۔ لہٰذا دنیا کی عمر اگر ختم ہونے والی ہے تو اس کا اصل سبب ہماری بےعملی اور بداعمالیاں ہیں۔

آج بھی سورۃ النساء کی ۷۵ویں آیت امت مسلمہ سے پوچھ رہی ہے:

''تمہیں کیا ہو گیا ہے اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لئے جنگ نہیں کرتے جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کسی کو حامی اور اپنی طرف سے کسی کو مددگار بنا۔''

میری ناچیز رائے میں قیامت کی آخری نشانیاں ظاہر ہونے یا ملتوی ہو جانے کا انحصار امت مسلمہ کے عملی جواب پر ہے۔

فضیلۃ الشیخ عمران نذر حسین نے نبی کریم ﷺ کی حدیث (راوی ام سلمہؓ) میں بیان کردہ تین خسف الارض کے حوالے سے سونامی اور نیو آرلینز میں زمین دھنسنے کا ذکر کیا ہے اور خیال ظاہر کیا ہے ممکنہ طور پر انڈونیشیا کے قریب زمین دھنسنے کا سانحہ جس میں ایک لاکھ سے زیادہ ہلاکتیں ہوئیں، مشرق میں ہونے والے خسف الارض کی پیشن گوئی پورا کرتا ہے۔ جبکہ نیو آرلینز جہاں پہلے زمین 20 فٹ دھنسی اور پھر سمندری لہروں نے پانی گھروں میں داخل کر دیا، مغرب میں ہونے والے خسف الارض کی پیش گوئی کے مطابق ہے۔ تیسرا خسف الارض جزیرۃ العرب میں اس وقت واقع ہوگا جب شام سے فوجیں مکہ معظّمہ کی طرف امام مہدی علیہ السلام سے لڑنے آئیں گی تو اللہ تعالیٰ انھیں مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان صحرا میں دھنسا دیں گے اور امام مہدی علیہ السلام کامل سات برس تک خلافت کے امور سرانجام دینے کے بعد وفات پائیں گے۔ آخر میں انھوں نے لکھا ہے کہ تیسرے خسف الارض میں کچھ وقت ہے مگر میں قائل ہو چکا ہوں کہ آج اسکول جانے والے بچے اپنی مدت العمر میں یہ واقعہ ضرور دیکھیں گے۔ واللہ اعلم

بالصواب۔ تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ ۲۲ مارچ ۲۰۰۶ء کے لگ بھگ جناب امام مہدی علیہ السلام اپنا مشن شروع کر چکے ہیں ایک بندۂ خدا کو بشارت ہوئی ہے کہ

رجل کار از غیب آید بروں

واللہ اعلم بالصواب۔ کاش اب بھی ہمیں ہوش آ جائے۔

شیخ محمد عالمگیر جو مصنف کے ہم جماعت اور جناب فضل الرحمان انصاریؒ کے شاگرد رہے ہیں، جو ایک جید عالم اور ولی اللہ تھے، لکھتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یوم آخر بہت قریب آ گیا ہے۔ جیسا کہ شیخ عمران نے لکھا ہے کہ جھیل طبریاس اور بحر مردار میں پانی بہت کم رہ گیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اسوقت ہوگا جب یاجوج ماجوج القدس میں داخل ہونگے۔ اس کے علاوہ مرحوم ابوبکر سراج الدین (مارٹن لنگز) نے اپنی وفات سے قبل ۶۰ برس کی عمر کے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ 'یہ سب آپ اپنی زندگی میں دیکھیں گے'۔ اس سے بھی وقیع شہادت طریقہ ءِ نقشبندیہ کے بڑے شیخ جناب شیخ ناظم کی ہے جو قبرص میں مقیم ہیں۔ وہ نہ صرف اس کی تصدیق کرتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے حضرت امام مہدیؑ کو مشرق وسطیٰ کے ایک شہر میں دیکھا ہے۔ وہ جوان ہو چکے ہیں۔ اور جیسا کہ ہم نے ایک بشارت میں اوپر لکھا ہے، اپنا مشن شروع کر چکے ہیں۔ واضح رہے کہ وہ ۴۰ برس کی عمر میں نمودار ہونگے۔ ان کا نام نامی محمد ابن عبداللہ ہوگا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہچان کر ان کی تصدیق کرینگے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی توبہ اور اپنی ذات عالی کی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے تاکہ آخری دور میں جن سخت آزمائشوں سے گذرنا ہے ہم ان سے سرخرو نکل سکیں، دجال کے فریب اور شر سے بچ سکیں اور حق و باطل کے آخری معرکے میں ہماری خدمات حق کے لئے ہوں۔

ضروری گذارش!

مترجم نے اغلاط سے پاک قرآنی آیات وترجمے کی اشاعت کے لئے ہر ممکن کوشش کی ہے تاہم ہماری قارئین سے التماس ہے کہ اگر اس میں کوئی لفظی یا اعرابی غلطی پائیں تو ہمیں ضرور مطلع فرمائیں قرآنی آیات کی درست اشاعت میں آپ کی اس معاونت پر ہم آپ کے ممنون ومشکور ہوں گے۔

محمد جاوید اقبال
021-4948246